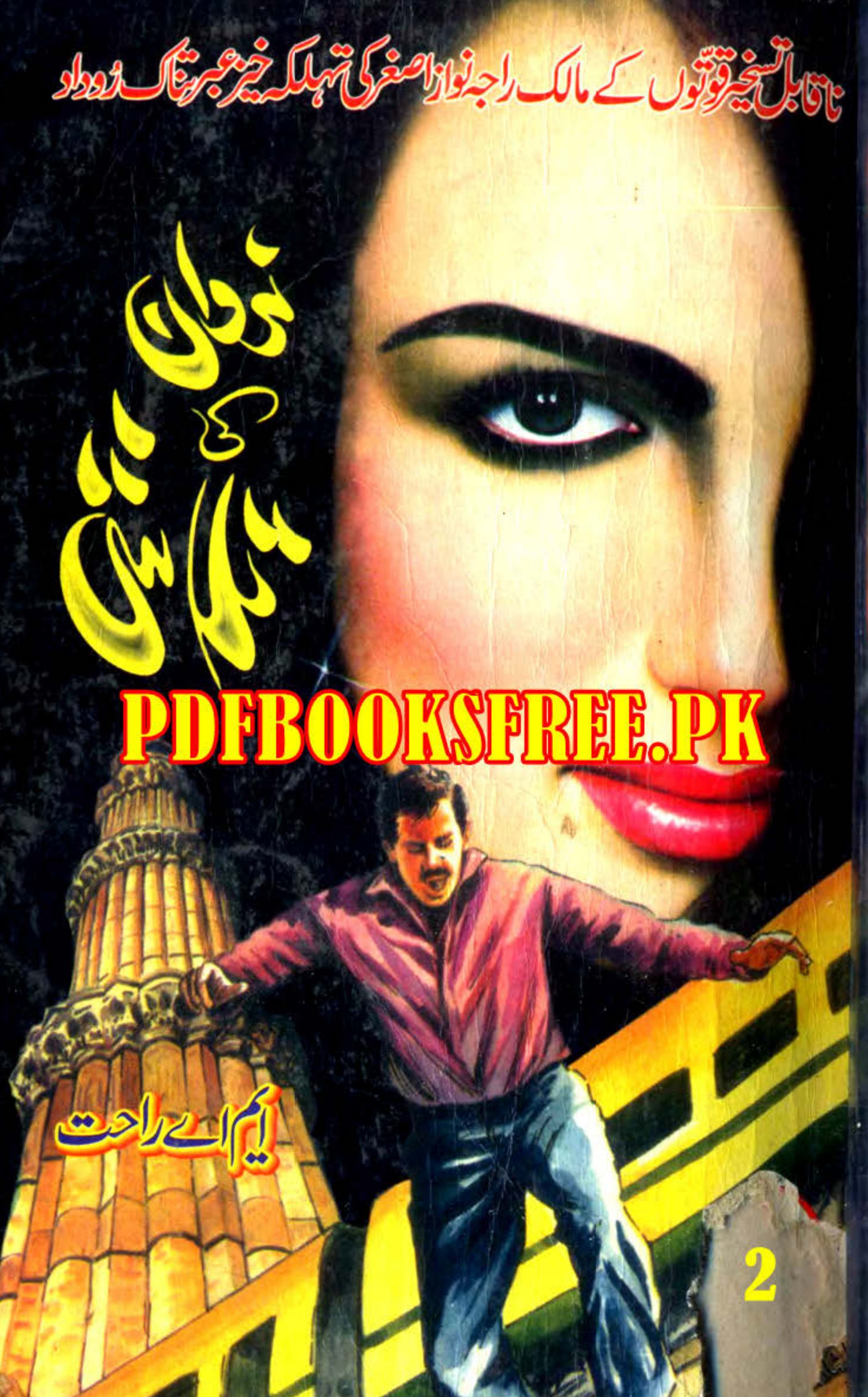


ناقابل تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
PDFBOOKSFREE.PK
ایم اے راحت
2

چنانچہ میں نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالا اور دوسرا ہاتھ جولیا کی کمر کی طرف بڑھا دیا۔ جولیا تھوڑی سی کھسکی اور اس نے مجھے کمر میں ہاتھ ڈالنے کا موقع دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ میری طرف کچھ اور کھسک آئی تھی۔ اس کے تنفس کی رفتار تیز ہو گئی اور اس نے اپنی گردن میرے شانے سے ٹکا دی۔ میرا ہاتھ گستاخیاں کرنے لگا۔ پھر میں نے ایک نگاہ کیسٹر پر ڈالی پھر سڑک کی طرف دیکھا۔ دور دور تک کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ تب میں گردن موڑ کر جھکا اور جولیا کے ہونٹوں میں اپنے ہونٹ پیوست کر دیئے۔ جولیا مجھ سے چپک گئی تھی لیکن یہ بوسہ زیادہ طویل نہ ہو سکا کیونکہ بہرحال میں ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ جولیا نے آنکھیں نیم وا کر کے مجھے دیکھا۔ اس کا ہاتھ گستاخیوں کی انتہا پر پہنچ گیا تھا۔ اور میرے پورے جسم میں پھریریاں دوڑنے لگی تھیں۔ جذبات مچل رہے تھے۔ پھر جولیا نے کمر اٹھا کر میرا ہاتھ نکالا۔ اور اپنے سینے پر رکھ لیا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنے گریبان کے بٹن کھول لئے تھے۔ لیکن یہ منظر آگے نہ بڑھ سکا۔ کیونکہ کیسٹر کچھ بڑبڑاتے ہوئے سیدھا ہو گیا تھا۔ جولیا سنبھل گئی میں بھی سنبھل گیا۔ جولیا کا ہاتھ میری گود سے اٹھ گیا۔ تاہم اس نے اسی طرح سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کیسٹر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ اور پھر میں نے باہر کا منظر دیکھنا شروع کر دیا۔

سڑک ہموار اور سیدھی جا رہی تھی۔ ہمارے بائیں ہاتھ پر ٹیلے اور پہاڑیاں تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھیں اور دائیں ہاتھ پر فصلوں اور چراگاہوں کا ایک وسیع اور سرسبز سلسلہ کوہ آرات کے دامن تک چلا گیا تھا۔ میدان کے خاتمے پر آرات کے پہلو میں گڑیوں کے گھروندوں جیسے ننھے منے کچے مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ مکانوں کی چھت سفید برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔

میری رگوں میں دوڑتا ہوا خون اعتدال پر آنے لگا۔

"بہت خوبصورت علاقہ ہے۔" کیسٹر نے کہا۔

"ہاں ——" میں نے پوری توجہ سے جواب دیا۔ جولیا نے ان چند منٹوں میں اپنا مستقبل محفوظ کر لیا تھا۔ اور اب میں ان سے بے توجہی نہیں برت سکتا تھا۔

"اگر آپ نہ مل جاتے تو شاید ہم اس علاقے کے حسن سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے تھے۔" اس نے کہا

اور میں ہنسنے لگا۔

"سردی کا کیا حال ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"سخت ہے۔ لیکن شیشے بند ہونے کی وجہ سے ناگوار نہیں۔"

"میرے سامان میں کمبل موجود ہے۔ تم پچھلے حصے سے اٹھا لاؤ اور اپنے اور جولیا کے اوپر ڈال لو۔ تمہارے لباس سردی برداشت نہیں کر سکتے۔"

"بہت بہت شکریہ ——— ہم تمہارے لئے کافی تکلیف دہ ثابت ہو رہے ہیں۔" کیسٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ——— ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں جولیا کی طرف دیکھ کر مسکرایا جو ابھی تک سوئی ہوئی بنی تھی کیسٹر کمبل نکال لایا اور پھر اس نے کمبل اپنے اوپر اور جولیا پر ڈال دیا تھا اور کمبل میں پوشیدہ ہوتے ہی جولیا کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ اس کا ہاتھ ایک بار پھر میری گود میں پہنچ گیا۔ لیکن میرے دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ پر رہے تھے۔ البتہ جولیا کی حرکتوں سے خون کی روانی تیز ہو گئی تھی۔

شام جھلک رہی تھی۔ اور فضاء میں دھند لکے پھیل رہے تھے۔ کیسٹر نے آرات کی چوٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس کی برف کس موسم میں پگھلتی ہے؟؟"

"آرات کی برف کبھی نہیں پگھلتی۔" میں نے ترکی کے موسم کے بارے میں اپنی معلومات کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "وادی کے اس طرف جب موسم صاف ہوتا ہے تو اس کی اجلی برف میں ایک کالا دھبہ دکھائی دیتا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ نوحؑ کی کشتی کا ایک حصہ ہے۔" مجھے یاد آگیا۔

اور ——— نہ جانے کیوں ——— میرے دل میں آرات کا تقدس جاگزیں ہو گیا۔ میں نے ایک ہاتھ اسٹیرنگ سے ہٹایا اور باآہستگی جولیا کا ہاتھ اپنی گود سے ہٹا دیا۔ کیسٹر کو کوئی احساس نہ ہو سکا البتہ جولیا ایک دم سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن میرے جذبات اچانک سرد پڑ گئے تھے اور دل خود کو مجرم محسوس کر رہا تھا۔ میں نوحؑ کے پہاڑ کے دامن میں ہوں۔ اس کا احترام' اس کا تقدس پامال نہیں کرنا چاہئے۔ حالانکہ میں کیا تھا۔ گناہوں کی دلدل میں غرق ایک انسان ——— مذہب و ملت سے جس کا کوئی تعلق نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن دل کے ان انتہائی گوشوں میں ابھی تک "کچھ" باقی تھا۔

جولیا کی آنکھوں کی حیرانی بھی مجھے متاثر نہیں کر سکی۔ جولیا بھی سکون سے بیٹھ گئی تھی۔ شاید اس نے سوچا ہو کہ میں صرف کیسٹر کی وجہ سے محتاط ہوا ہوں۔ آخر وہ اس کی بیوی تھی۔

بالا خر رات ہونے پر قصبہ بایزد کی دھندلائی ہوئی روشنیاں نظر آئیں۔ میں نے رفتار کچھ اور بڑھا دی۔ کہر میں ڈوبی دھندلائی روشنیاں بڑی دلکش محسوس ہو رہی تھیں تھوڑی دیر کے بعد ہم قصبے میں داخل ہو گئے۔ کیسٹر نے شیشہ کھول کر باہر جھانکا۔ لیکن شیشہ کھولتے ہی ہوا برف کے برادے کی طرح چہروں سے ٹکرائی۔ کیسٹر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں شیشہ چڑھا لیا اور ہم تینوں ہنسنے لگے۔

"نیچے تو اترنا ہی پڑے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— مگر سردی شدید ہے۔" کیسٹر بولا۔

"سردی تو ہے۔ لیکن پہلے کھانا کھا لیا جائے۔ اس کے بعد رات گذارنے کے لئے جگہ تلاش کرنا پڑے گی۔"

"ہاں ——— رات گذارنی ہے۔" کیسٹر نہ جانے کیوں افسردہ ہو گیا اور پھر وہ شیشے سے دوسری طرف دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہیں کچھ تلاش کر رہی تھیں۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور نیچے اتر گیا۔ جولیا نے جلدی سے کمبل جسم کے گرد لپیٹ لیا تھا۔ میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر ایک گذرتے ہوئے آدمی کے پاس پہنچ گیا۔ انگریزی میں' میں نے اس سے کسی ہوٹل وغیرہ کے بارے میں پوچھا۔ لیکن وہ معصومیت سے میری شکل دیکھنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکا۔ میں نے اس کا کندھا تھپتھپایا اور واپس گاڑی میں چلا آیا طے یہ ہوا کہ گھوم پھر کر کوئی جگہ تلاش کی جائے۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور سست روی سے کچی اور تنگ سڑکیں طے کرنے لگا۔

بالا خر ایک ہوٹل یا قہوہ خانہ نظر آگیا۔ گفتگو اور قہقہوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے پہلے اندر جا کر ماحول دیکھنے کا فیصلہ کیا۔ تنہا ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن ان دونوں کے ساتھ ———

اندر داخل ہوا ——— غلیظ سی جگہ تھی۔ طوفان بد تمیزی برپا تھا۔ دل میں سوچا کہ اچھا ہی ہوا۔ بہر حال ہاں سے کھانا لیا جا سکتا تھا۔ بمشکل تمام ان لوگوں کو اپنا مافی الضمیر سمجھا سکا' اور پھر سبزیوں کا سوپ' تلے ہوئی ہر گوبھی۔ سیخ کباب اور ڈبل روٹیاں لے کر واپس گاڑی میں آگیا ——— ایک ملازم ساتھ آگیا تھا جس کے ں سامان تھا۔ سامان لینے کے بعد ہاتھ کے اشارے سے اسے پانی کے لئے کہا۔ کیسٹر اور جولیا لینڈ روور کے بی حصے میں آگئے تھے۔ وہیں دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا گیا۔ پھر چائے کا دور چلا اور کئی کئی پیالیاں پی ئیں۔!

ساتھ لیرا کا نل تھا۔ مزید کچھ ملازم کو دیا اور اسی سے ٹھہرنے کی جگہ معلوم کی پہلے تو اسے سمجھانے میں ت پیش آئی' پھر سمجھنے میں ——— بہر حال اندازہ ہو گیا کہ پہلے سیدھے جاتا ہے پھر بائیں مڑتا ہے اور پھر یں۔ تب کہیں سر چھپانے کا ٹھکانہ مل سکے گا' اور سر چھپانے کا یہ ٹھکانہ ایک گندی سی سرائے تھی۔ ئے کی عمارت گو اینٹوں سے بنی ہوئی تھی لیکن اندر سے انتہائی غلیظ تھی۔ اسی میں ایک تنگ سا کمرہ مل گیا ں میں بستر بھی موجود تھا۔ لیکن میں تو قیامت تک ان بستروں میں نہیں سو سکتا تھا' البتہ جولیا اور کیسٹر کی ابے نیازی پر انہیں تحسین کی نگاہوں سے دیکھے بغیر نہ رہ سکا۔ انہوں نے بے تکلفی سے وہ ماحول قبول کر فا اور آرام سے بستروں میں گھس گئے تھے۔ میں نے پہلے بستر اٹھا کر پھینکا' پھر اپنا کمبل بچھایا اور دوسرا کمبل ہ لیا جو سردی روکنے کے لئے ناکافی تھا۔!

میری نگاہیں کئی بار جولیا کی طرف اٹھی تھیں۔ ابھی نیند آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا' لیکن کیسٹر ولیا کے چہرے پر میں عجیب سا اضمحلال دیکھ رہا تھا۔ اس لئے میں نے گفتگو شروع نہیں کی۔ ایک بار دل خیال آیا کہ لینڈ روور کے کسی سلنڈر کو توڑ کر تھوڑی سی کوکین ان کے حوالے کر دوں۔ لیکن پھر خود کو ت کی۔ انسان عورت کے چکر میں ہی مارا جاتا ہے۔ کمبل میں منہ لپیٹا تو ان دونوں کی کھسر پھسر سنائی دی۔ ر کیسٹر بستر سے نکل آیا۔

"کہاں ———؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ ——— ذرا لیٹرین تک ———؟" کیسٹر نے کہا اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اس ہر جاتے ہی جولیا اٹھی' اور میرے پاس آگئی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

"مسٹر نواز ——— !" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا بات ہے جولیا ——— ؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ——— وہ ——— اگر آپ ——— ہمیں تھوڑی سی رقم دے دیں تو ——— یوں بھی آ
ہمارے اوپر کافی احسانات کر چکے ہیں، تھوڑی سی رقم اور دے دیں ——— ہم شکر گزار ہونے کے علاو
کچھ نہ کر سکیں گے۔!"

"ہاں ہاں ——— لو یہ لو ———" میں نے جیب سے ایک گڈی نکال کر دے دی، اور اس
آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ موٹی رقم کی گڈی اس کے ہاتھوں میں لرز رہی تھی۔

"یہ ——— یہ تو بہت زیادہ ہے۔ مجھے ——— مجھے صرف ——— !"

"رکھ لو جولیا ——— تمہارے کام آئے گی، ورنہ یہاں تمہیں کافی تکلیف اٹھانی پڑے گی۔!"

"شکریہ مسٹر نواز ——— بہت بہت شکریہ ——— !" اس کی آنکھوں میں بے پناہ ممنونیت تھ
نوٹ لے کر باہر نکل گئی۔ اور چند منٹ کے بعد خوش خوش واپس آئی۔ "بہت بہت شکریہ مسٹر نواز ———
ہم دونوں آپ کے بے حد احسان مند ہیں۔" اس نے میرے بستر کے کنارے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"احسان کی کوئی بات نہیں جولیا ——— ہم دوست ہیں۔؟" میری آواز میں کپکپاہٹ تھی، دور ا
کے واقعات مجھے یاد آ گئے تھے۔ جولیا کی نسوانیت میرے لئے اجنبی تو نہیں تھی ——— میں نے ک
کراس کے پیروں پر ڈال دیا۔ "لیکن کیسٹر کہاں جائے گا۔؟"

"یہ ناممکن ہے کہ یہاں اس کے مطلب کے لوگ نہ مل جائیں۔" جولیا خوب اچھی طرح ک
ہوئے بولی۔ اور اس طرح اس کا جسم پوری طرح میرے قریب آ گیا۔ جسم کے نہ جانے کون کون
کہاں کہاں ٹکرا رہے تھے۔ کمبل میں ایک دم گرمی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے جولیا کی کمر میں ہاتھ ڈ
اور جولیا میرے سینے پر آپڑی گو وہ کافی جسیم اور وزنی تھی لیکن اس وقت اس کا بوجھ بالکل محسوس نہ
تھا۔ اس نے اپنے بال پیچھے کئے اور میرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔ وہ مجھ سے زیادہ جوش کا م
رہی تھی۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے وزن کی وجہ سے نہ اٹھ سکا۔

کئی منٹ کے طویل بوسے کے بعد وہ جدا ہوئی۔ اور میرے دونوں طرف کہنیاں ٹیک کر اپنا بو
کر مجھے دیکھنے لگی! اس کے ہونٹوں پر لرزتی ہوئی سی مسکراہٹ تھی۔!

"نواز ———" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہوں ——— !"

"تم بے حد پرکشش ہو ——— میں نے تمہیں اس وقت ہی پسند کیا تھا، جب تم اس لڑکی
ملے تھے۔ لیکن اس کی موجودگی میں، میں تمہاری طرف پیار سے دیکھنے کی ہمت بھی نہ کر سکی
مشرق کی لڑکیوں سے واقف ہوں۔"

"اردو تم نے کہاں سیکھی۔؟"

"ہندوستان میں، ہم کافی عرصے کے بعد وہاں سے واپس آئے ہیں!"

"ہوں ——— !" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ میرے ہاتھ اس کی کمر کے آخری س
رہے تھے۔

"تم نے اس لڑکی کو اپنی وائف بتایا تھا۔!"

"ہاں ——— شاید ——— !"

"وہ تم سے جدا کیوں ہو گئی۔؟"

"اس کا سفر ایران تک ہی تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا ——— کیا وہ صرف تمہاری دوست تھی۔؟"

"صرف سے تمہاری کیا مراد ہے۔؟"

"میرا مطلب ہے۔ اسے تمہارے جسم کا قرب نہیں حاصل ہوا تھا۔"

"ہوا تھا۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔

"پھر وہ تمہیں چھوڑنے پر آمادہ کیسے ہو گئی۔ اس نے تمہارے لئے سب کچھ کیوں نہ چھوڑ دیا۔"

"خود میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں اس کے زیریں لباس کے بندھ تلاش کرنے لگا۔

"ابھی نہیں ——— !" اس نے مجھے روک دیا۔ اور میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ "ابھی وہ واپس آئے گا۔!"

"اوہ ———" میں صرف اتنا کہہ کر رہ گیا۔ اب وہ باقاعدہ میرے برابر آلیٹی تھی۔ اس کے ہاتھ مردانہ وار میرے جسم پر چل رہے تھے اور اس دوران میں بھی اس کے پورے جسم کی پیمائش کر چکا تھا۔

مجھے دروازے پر دستک سنائی دی اور وہ جلدی سے اٹھ گئی، میں نے کروٹ بدل کر سونے کی اداکاری شروع کر دی تھی۔ تب مجھے کیسٹر کی آواز سنائی دی۔

"کام بن گیا جولی ڈارلنگ۔!"

"اوہ ——— ونڈر فل ——— کہاں سے۔؟" جولیا کی آواز میں خوشی تھی۔

"یہاں سے تقریباً آدھے میل دور ——— آہ ——— جولی ڈارلنگ ——— مجھے خوشبو آئی اور میں اس کی سیدھ میں چل پڑا۔ تب میرے قدم مجھے اس جگہ لے گئے، جہاں ہمارے جیسے اور بھی موجود ہیں۔ سخت سردی ہے، لیکن جشن ہو رہا ہے۔ جانتی ہو وہاں کون کون ہے۔؟"

"کون ہے۔؟"

"وان بیکر اور بوبی ——— وہ دونوں بھی وہاں موجود ہیں۔ اگر جشن میں مصروف نہ ہوتے تو تم سے ملاقات کرنے ضرور آتے، انہوں نے مجھے ہدایت کر دی ہے کہ میں تمہیں ساتھ لے آؤں ——— ؟ کیا مسٹر نواز سو گئے۔؟"

"ہاں ———" جولیا نے جواب دیا۔

"تب تم میرے ساتھ چلو۔!"

"نہیں ——— باہر سخت سردی ہے۔ کیا تم ان لوگوں کے ساتھ رات گزار سکتے ہو؟"

"جہاں وہ ہوں ——— وہاں سردی پھٹک بھی نہیں سکتی۔ میں ان سے واپسی کا وعدہ کر کے آیا ہوں۔"

"میرے لئے لائے ہو۔؟"

"ہاں ——— کیا تم ان لوگوں سے ملاقات نہیں کرو گی ڈارلنگ ——؟"
"صبح کو ——— لاؤ ——— میرے سگریٹ مجھے دے دو۔" جولیا نے کہا۔
"اوکے ——— میں ان سے کہہ دوں گا کہ جولی صبح کو آئے گی۔ خدا مسٹر نواز کا بھلا کرے۔ میں انجکشنوں کی بات کر رہا ہوں۔ لیکن کل دن میں دستیاب ہو سکیں گے۔"
"وینڈر فل ——— لاؤ میرے سگریٹ ——— اور ماچس ———!"
"یہ لو ———! تو پھر میں جاؤں ——؟"
"ہاں ——— لیکن ناشتہ یہیں آکر کرنا۔"
"یقیناً ——— یقیناً ———!" اس نے بڑے خلوص سے کہا' اور پھر میں نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی اور پھر گردن گھما کر دیکھا۔ شمعدان کی ٹمٹماتی روشنی میں جولیا کا چہرہ نظر آیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ وہ پھر میرے نزدیک آگئی۔ اس کی ہتھیلی پر دو سگریٹ رکھے ہوئے تھے۔
"شوق کرو گے نواز ———؟" اس نے پوچھا۔
"نہیں ——— شکریہ ———!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کیسٹر کے ٹل جانے سے مجھے بہت خوشی ہوئی تھی۔ مجھے اس کی موجودگی سے ہلکا سا تردد تھا۔ تب اس نے میرے بستر کے نزدیک بیٹھ کر چرس بھرا ہوا سگریٹ سلگایا اور ندیدوں کی طرح اس کے کش لینے لگی!
"کب سے نہیں ملا ———؟" میں نے پوچھا۔
"چوبیس گھنٹوں سے زیادہ گزر چکے ہیں۔ ہم غیر معمولی قوت برداشت رکھتے ہیں۔ دوسرے ہوتے تو بری حالت ہو جاتی۔ بدقسمتی سے پیسے بھی بالکل ختم ہو گئے تھے۔ ورنہ وہاں بھی مل سکتی تھی۔"
"ہوں ———" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ جولیا سگریٹ کے کش لیتی رہی۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکراتی بھی جا رہی تھی' پھر اس نے اسی سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگایا اور تھوڑی دیر میں دوسرا سگریٹ بھی ختم ہو گیا۔ کمرے میں چرس کے دھوئیں سے گھٹن پیدا ہو گئی تھی' اسے اس کا احساس ہو گیا۔ چنانچہ اس نے تھوڑا سا دروازہ کھول دیا۔ دھواں باہر چلا گیا اور پھر اس نے سگریٹ کا آخری کش لے کر سگریٹ پھینک دیا۔

اس کا جسم گرم ہو گیا تھا اس لئے اب اسے سردی کا احساس بھی نہیں تھا' تمام دھواں نکل گیا تو اس نے دروازہ بند کر دیا' اور واپس پلٹی۔ چند ساعت میرے بستر سے دور کھڑی مجھے گھورتی رہی' بڑا مردانہ سا انداز تھا۔ اور پھر آہستہ آہستہ میرے قریب آئی۔ کمبل اٹھایا اور غڑاپ سے کمبل میں گھس آئی۔ وہ وحشیوں کی طرح میرے جسم سے لپٹ گئی۔ اور ——— پھر میری وحشت بھی عود کر آئی۔ میں نے اسے ادھیڑ کر رکھ دیا۔ دیو قیامت عورت بڑے بڑے داؤ پیچ استعمال کر رہی تھی۔ لیکن میں اکھاڑے کا استاد تھا۔ سفید نسل کی لڑکی میرا کیا مقابلہ کرتی۔ میں نے اسے بدترین شکست دی۔ اور پھر وہ مجھے بار بار چیلنج کرتی رہی۔ ہارتی رہی اور مسکراتی رہی۔ رات کا نہ جانے کونسا پہر تھا۔ ہمیں نیند آگئی۔ اور خوب ٹوٹ کر سوئے۔ صبح اس وقت آنکھ کھلی تھی' جب کسی نے دروازے پر دستک دی۔
"کون ہے ———؟" جولیا نے میرے کمبل سے منہ نکال کر پوچھا۔
"کیسٹر ڈارلنگ ———!" باہر سے آواز آئی۔ اور میں بھی چونک پڑا۔ جولیا نے جلدی سے کمبل

سرکایا' سردی شباب پر تھی لیکن اس نے بالکل پروا نہ کی ——— دور پڑا ہوا لباس اٹھایا اور اسے اطمینان سے پہنتی رہی۔ پھر اس نے میرا لباس اٹھا کر مجھے دیا اور جب میں لباس پہن چکا تب دروازے کی طرف بڑھی۔! میں نے دوبارہ کمبل اوڑھ لیا تھا۔
کیسٹر اندر آگیا ——— اس کے منہ سے شوں شوں کی آواز نکل رہی تھی "مسٹر نواز ابھی سو رہے ہیں؟" اس نے بے تکلفی سے پوچھا۔
ہاں ——— شاید وہ دیر تک سونے کے عادی ہیں۔"
"اوہ ——— میں ناشتہ لے آیا ہوں۔ باہر سرائے کے مالک سے چائے کے لئے بھی کہہ دیا ہے۔"

☆ ☆ ☆

"میں اٹھاتی ہوں۔!" جولیا نے کہا اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔ وہ بے تکلفی سے میرے نزدیک بیٹھ گئی اور میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "اٹھئے مسٹر نواز ——— صبح ہو گئی۔"
"اور میں نے کمبل سے منہ نکال لیا۔ میرا بدن ٹوٹ رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ دیر تک سوؤں۔ لیکن اٹھنا پڑا۔ پانی کا سوال ہی نہیں تھا۔ چائے والا آیا تو کلی کر کے ناشتہ شروع کیا۔ کیسٹر بہت خوش تھا۔ اس کی آنکھوں میں ممنونیت کے جذبات تھے۔
"رات کیسی گزری کیسٹر ———" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ میں جانتا تھا کہ اسے یہی سوال مجھ سے کرنا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ وہ میری رات سے ناواقف بھی نہ ہو گا۔ تاہم میں نے خود اسی سے یہ سوال کر ڈالا تھا!
"بہت عمدہ مسٹر نواز ——— آپ کی مہربانی سے بہت کچھ مل گیا۔ ہمارے کچھ پرانے دوست بھی مل گئے۔!" کیسٹر نے کہا۔
"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔ تب کیسٹر نے جولیا سے کہا۔
"کیا خیال ہے جولی ——— کیا تم بوبی سے نہیں ملو گی ——؟"
"ضرور ——— کیوں نہ مسٹر نواز کو بھی ان سے متعارف کرائیں۔"
"ہاں' ہاں ——— اگر مسٹر نواز پسند کریں۔"
"میں معذرت چاہتا ہوں۔ مجھے کچھ کام ہیں۔ یہاں سے تھوڑی دیر بعد میں انقرہ روانہ ہو جاؤں گا۔!"
"اوہ ——— تو کیا آپ ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے مسٹر نواز۔!" جولیا اداسی سے بولی۔
"ہاں جولیا مجھے افسوس ہے' لیکن مجھے جلدی ہے۔ تمہارے دوست مل گئے ہیں۔ تم ان کے ساتھ تفریح کرو۔!"
"کیا خیال ہے ڈارلنگ ——— کیوں نہ ہم مسٹر نواز کے ساتھ انقرہ چلیں۔؟" جولیا نے پوچھا۔
"جیسی تمہاری رائے ——— لیکن میں انجکشن لگوانے کے لئے پیشگی رقم دے آیا ہوں۔"
"اوہ ——— انجکشنوں کا بندوبست ہو گیا۔؟" جولیا چونک کر بولی۔
"ہاں ———! بالکل۔ لیکن وہیں لگوانے پڑیں گے۔ اور پھر بوبی تم سے ملاقات کی خواہش مند ہے۔"
"تب ٹھیک ہے۔ کیا انقرہ میں آپ سے ملاقات ہو گی مسٹر نواز ——؟"
"———!" میں مسکرایا

"ہم وہاں آپ کی تلاش کرلیں گے۔!" کیسٹر نے کہا۔

"ضرور۔۔۔۔۔۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ اپنا مختصر سا سامان اٹھا کر چل پڑے جولیا نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا' جیسے وہ سخت کشمکش میں ہو۔ لیکن مجھے اب اس سے نفرت سی محسوس ہو رہی تھی۔ دوسری رات کے لئے مجھے اس عورت کی ضرورت نہیں تھی۔ اب میں کسی عورت کے لئے نہیں الجھنا چاہتا تھا' خواہ وہ کتنی ہی حسین' کیسی ہی دلکش کیوں نہ ہو۔ میں نے اسے حاصل کیا تھا' اس کی توقع سے زیادہ قیمت ادا کی تھی۔ شاید کیسٹر کے دل میں خیال ہو کہ میں دی ہوئی رقم میں سے کچھ واپس مانگوں گا' لیکن میرا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا۔

اپنی دانست میں انہوں نے مجھ سے اس ایک رات کی بہت بڑی قیمت وصول کی تھی' لیکن میں جانتا تھا کہ میں نے کس طرح اپنی رقم وصول کی ہے۔ رقم کی مجھے پرواہ ہی کب تھی۔ وہ دونوں چلے گئے۔ اور میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ مجھے غسل کے لئے پانی کی تلاش تھی۔ یہاں قیام کرنے والے مسافروں میں شاید نہانے کا رواج ہی نہیں تھا۔ لیکن سرائے کے مالک کو خاصی رقم کی پیشکش کی گئی تو اس نے بخوشی میرے لئے پانی گرم کرادیا اور نہانے کا معقول بندوبست کر دیا۔ جس میں تولیا وغیرہ شامل تھی۔

غسل کرنے سے تازہ دم ہو گیا تھا۔ سرائے کے مالک نے چائے کا خصوصی بندوبست کیا تھا اور درحقیقت بہت عمدہ چائے تھی جو وہ اپنے استعمال یا خاص خاص مہمانوں کو پیش کرتا تھا اور اس کی نگاہوں میں خاص مہمان وہی ہو سکتا تھا' جس کی جیبیں وزنی ہوں۔ یہ کوئی نئی اور بری بات بھی نہیں تھی کیونکہ ساری دنیا پر سکوں کی حکومت ہے۔! کونسا کام ہے جو دولت سے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میں نے جلدی جلدی تیاریاں کیں اور پھر اپنی لینڈ روور میں بیٹھ کر چل پڑا۔ مجھے خطرہ تھا کہ جولیا پلٹ نہ پڑے۔ ممکن ہے وہ کیسٹر کو جتائے کہ میں تو بہت موٹی اور بے حد بے وقوف آسامی ہوں۔ مجھے چھوڑ دینا سود مند نہ ہو۔ تب کیسٹر جواب دے کہ اسے تو خطرہ تھا کہ میں اپنی بقیہ رقم واپس نہ مانگ لوں۔ اس بات پر جولیا اس کا مذاق اڑائے' اس پر دانت پیسے اور کہے کہ بے وقوف یہ موٹی رقم تو اس نے بڑی لاپرواہی سے دے دی تھی اور اس کے بعد شاید اس کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا۔ اور یہ رقم اس وقت دی گئی تھی' جب اسے اس کی وصولیابی کی کوئی امید نہیں تھی' اور اب۔۔۔۔۔۔ اب تو صورت حال ہی دوسری ہے۔ اب تو جو کچھ اس کی جیبیوں میں ہے' وہ خالی کر دے گا' تب کیسٹر کو افسوس ہو اور وہ کہے۔۔۔۔۔۔ چلو تو پھر اسے روک لیں۔ وان بیکر اور روبی جہنم میں جائیں' اور وہ پلٹ پڑیں۔!

چنانچہ میں نے لینڈ روور کی رفتار تیز کر دی۔ آرات کے اوپر کا نیلا آسمان شفاف تھا۔ ایک موڑ سے گزرنے کے بعد یہ خوبصورت پہاڑ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ گردو نواح کی پہاڑیوں پر ابھی تک سرما کی برف پوری طرح نہیں پگھلی تھی۔ کہیں کہیں گڈریوں کے چھوٹے چھوٹے گاؤں نظر آئے عورتیں چھینٹ کے جغوں اور شلواروں میں ملبوس' سر پر رنگ برنگے رومال باندھے اپلے تھاپنے میں مصروف نظر آتیں۔ اور مرد بھیڑیں چرانے میں۔

لینڈ روور برق رفتاری سے سفر کرتی رہی۔ ایک سنسان جگہ پر میں تھوڑی دیر کے لئے رکا' کوکین کے سلنڈر چیک کئے' سب ٹھیک تھا۔ یمانی نے نہایت مضبوط کام کرایا تھا۔ اور پھر میں چل پڑا۔ اب کیسٹر اور جولیا کا خطرہ ختم ہو گیا تھا چنانچہ میں نے اطمینان سے ڈرائیونگ شروع کر دی۔

طویل فاصلہ طے کر لیا تھا اور پھر ارض روم کے آثار نظر آنے لگے۔ دور سے شیفتہ لارے کے مینار چمک رہے تھے۔ میں ارض روم میں داخل ہو گیا۔ ارض روم کے کوچہ و بازاروں میں زندگی اور خوبصورتی تھی۔ ایک عمدہ سے ہوٹل کے سامنے میں نے لینڈ روور روکی اور اتر کر اندر داخل ہو گیا۔

جدید ضروریات کا تمام سامان موجود تھا۔ میں نے باتھ روم میں منہ دھویا پھر کافی اور کچھ اور چیزیں طلب کیں۔ اور آرام سے ناشتہ کیا۔ کیسٹر کے لائے ہوئے ناشتے سے میں نے بہت تھوڑا سا لیا تھا۔ بس دل نے قبول نہیں کیا تھا۔ چنانچہ یہاں میں نے پیٹ بھر لیا اور پھر اعلیٰ درجے کے سینڈ وچز پیک کرائے۔ کافی کا تھرماس بھروایا اور چل پڑا۔ آج کے دن میں زیادہ سے زیادہ سفر کرنا چاہتا تھا' تاکہ آج ہی انقرہ پہنچ سکوں۔!

ارض روم سے آگے کی سڑک خاصی اچھی تھی' اس لئے تیز رفتاری میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ارض روم سے نکلتے ہوئے لینڈ روور کی ٹنکی بھروائی تھی اس لئے بے فکری سے ڈرائیونگ کرتا رہا' اور سفر طے ہوتا رہا۔ میری دلی خواہش تھی کہ راستے میں کوئی گڑبڑ نہ ہو اور آج میں انقرہ میں داخل ہو جاؤں۔ چنانچہ رفتار بتانے والی سوئی ساٹھ اور ستر سے نیچے نہ گرنے دی۔ "سیوا" آیا۔ اور پھر انقرہ کے آثار نظر آنے لگے! میں نے طمانیت کی گہری سانس لی۔ لیکن رفتار کم نہیں کی اور اسی رفتار سے میں انقرہ میں داخل ہو گیا۔ خوبصورت عمارتوں کا شہر انقرہ۔ جہاں کے بارے میں مجھے خصوصی ہدایات ملی تھیں۔ ایک چھوٹے سے خوبصورت ہوٹل کے احاطے میں' میں نے لینڈ روور روکی اور اسے لاک کر کے اندر داخل ہو گیا۔ خوبصورت سے ریستوران کے باتھ روم میں اپنا حلیہ درست کیا۔ پھر باہر آکر کافی پی اور بل ادا کر کے اٹھ گیا۔

باہر نکل کر میں نے ایک بیرے کو اشارہ کیا اور بیرہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے انگریزی میں پوچھا۔ "کیا تم انگریزی جانتے ہو۔؟"

"جی ہاں جناب۔۔۔۔۔۔ فرمائیے۔۔۔۔۔۔؟" بیرے نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"ہوٹل بلغاریہ کس طرف ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"بلغاریہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے جناب۔۔۔۔۔۔ آپ سیدھے چلے جائیے۔ اور جب پہلا موڑ آئے تو اس پر مڑ جائیے۔ کونے پر آپ کو بلغاریہ نظر آجائے گا"۔

"اوہ۔۔۔۔۔۔ شکریہ۔۔۔۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یہ تو کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ لیکن بات بھی۔۔۔۔۔۔ اجنبی اور انجان لوگوں کے لئے تو معمولی سا موڑ اہمیت رکھتا ہے۔ میں لینڈ روور میں آبیٹھا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اسے بلغاریہ کے خوبصورت کمپاؤنڈ میں پارک کر رہا تھا۔ لیکن اب میں اس کی طرف سے فکرمند تھا۔ کوئی بھی واقعہ' کوئی بھی حادثہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے مال جس قدر جلد ہو سپلائی کر دیا جائے۔!

آٹھ منزلہ خوبصورت ہوٹل کی پانچویں منزل پر ایک کمرہ مجھے مل گیا۔ مجھ سے اسی ہوٹل میں قیام کے لئے کہا گیا تھا۔ اور اب مجھے دوسری کارروائی کرنی تھی۔ لیکن چاروں طرف سے ہوشیار رہ کر۔!

باتھ روم میں جاکر میں نے گرم پانی سے غسل کیا' اس سردی میں طبیعت تو نہیں چاہتی تھی۔ لیکن اتنی طویل ڈرائیونگ کے بعد غسل کرنا ضروری ہو گیا تھا' چنانچہ شیو بنا کر غسل کیا اور پھر اپنا سوٹ نکال کر پہن لیا۔ تھکن گویا چہرے سے ڈھل گئی تھی۔ آئینے میں خود کو دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔

ٹھیک ساڑھے چھ بجے نیچے اترا اور فرسٹ فلور پر ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں پہنچ گیا۔ بڑا خوبصورت

ماحول تھا۔ عنابی رنگ کی ترکی ٹوپیاں جابجا نظر آرہی تھیں۔ لمبے تڑنگے دراز قامت جوان' خوبصورت باریک ترشی ہوئی مونچھیں' سڈول جسم۔ حسین لڑکیاں سنہرے اور اخروٹی بال بکھرائے ہوئے اسکرٹ اور منی اسکوٹ پہنے' چست پتلونوں میں ملبوس' زندہ اور جاندار چہرے' جیسے زندگی کی کسی تکلیف سے آشنا ہوں۔

میں ایک میز کی طرف بڑھ گیا' اور پھر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ فوراً ایک لڑکی گلے میں خوانچہ لٹکائے میرے نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے مسکرا کر گردن جھکائی اور بولی۔ "آپ کی خدمت میں جناب۔!"

میں نے اس کے خوانچے پر نگاہ ڈالی۔ خوانچے سے نیچے اس کی سڈول ٹانگوں پر دیکھا' باریک جالی کی رسٹاکنگ پہنے ہوئے' اس کی تندرست اور پلی ہوئی رانیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی۔

"شکریہ ——— کچھ نہیں چاہیئے۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بے داغ پیشانی لئے' پھر انداز میں جھکی اور آگے بڑھ گئی۔ میں نے پورے ہال میں نگاہ دوڑائی' مختلف لوگ مختلف مشاغل میں مصروف تھے۔ ایک ویٹر میرے نزدیک آکر جھکا' کسی چیز کی ضرورت تو نہیں تھی' لیکن پھر بھی شغل کے لئے ایک مشروب منگوا لیا عمدہ سروس تھی' لیمو کی چائے میرے سامنے آگئی' اور میں اس میں اسٹرا ڈال کر اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگا! میری نگاہ کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی اس سانولے رنگ کی لڑکی کے چہرے پر جو مقامی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس کے بال بھی سیاہ اور گھنگھریالے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ اس نے دو تین بار مجھے دیکھا ہے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا' تو یہی وہ لڑکی تھی' جس کے بارے میں یمانی نے ہدایت دی تھی۔!

ایک بار میری نگاہ لڑکی سے ملی تو وہ مسکرا دی۔ اور میں اس سے ملاقات کے لئے تیار ہو گیا۔ میں نے محسوس انداز میں اپنی کلائی ننگی کی اور اس سے وہ جعلی چھڑالی جو میرے نشان کو ڈھکے ہوئے تھی اور پھر اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو مس ———!" میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی۔

"مونیکا ———!" اس نے کہا۔

"شکریہ ——— کیا آپ ٹیلی فون کرنے کی اجازت دیں گی۔!"

"اوہ ——— ضرور ———!" اس نے اپنے خوبصورت دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔ اور فون اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اس انداز میں ریسیور پکڑا کہ میری کلائی اس کے سامنے آجائے وہ اسے بخوبی دیکھ لے۔ میری کوشش کامیاب ہو گئی۔ فون تو کرنا نہیں تھا' خواہ مخواہ کچھ نمبر ڈائل کرنے کے بعد پھر ریسیور کان سے لگا لیا۔ لیکن دوسری طرف کوئی نہ تھا۔

"مسٹر نواز ———!" کاؤنٹر پر بیٹھی لڑکی آہستہ سے بولی۔ اس نے ایک رجسٹر کھول کر سامنے رکھ لیا اور اس پر اس طرح جھک گئی جیسے کچھ پڑھ رہی ہو۔" مجھے آپ کے بارے میں ہدایت مل چکی ہے۔ براہ کرم کار کی چابی رجسٹر کے نیچے کھسکا دیں" ایک ہاتھ کاؤنٹر پر پھیلا دیا اور میں نے سرسری نگاہ سے اسے دیکھا۔ اس کی گداز کلائی پر وہی نشان بنا ہوا تھا جو میری کلائی پر تھا۔

تب میں نے پر اطمینان انداز میں گردن ہلائی اور ایک ہاتھ سے ریسیور تھامے تھامے دوسرے ہاتھ سے کوٹ کی جیب سے چابی نکال لی۔ پھر اسے مٹھی میں پکڑے پکڑے میں نے ہاتھ کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ اس

لڑکی نے رجسٹر اس انداز میں سرکایا کہ اس کا ایک حصہ اٹھ گیا اور جونہی میں نے چابی چھوڑی اس نے رجسٹر اس پر رکھ دیا۔ اور پھر چابی بڑی صفائی سے کھسک کر اس کے پاس پہنچ گئی۔ میں نے ٹیلی فون کے ریسیور میں کچھ کہتے ہوئے بلاوجہ گردن ہلائی اور فون بند کر کے اطمینان سے واپس اپنی میز پر آگیا!

ذہن کو قدرے سکون تھا۔ لیکن ابھی گیس اسٹور جا کر تصدیق کرنی تھی اس کے بعد کام ختم ہوتا۔ بہرحال میز پر بیٹھ کر میں نے اس لڑکی کو اشارہ کیا جو خوانچہ لئے میرے پاس آئی تھی اور وہ مسکراتی ہوئی پھر میرے قریب پہنچ گئی۔ میں نے اس سے ایک اعلیٰ درجے کی سگریٹ کا پیکٹ خریدا اور اس کی دس گنا قیمت ادا کر دی۔ لڑکی نے میرا شکریہ ادا کیا۔ اور میں نے پیکٹ کھول کر ایک سگریٹ نکال لی۔ میں دزدیدہ نگاہوں سے کاؤنٹر پر بیٹھی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اطمینان سے اپنے کام میں مصروف تھی۔ پھر اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کئے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ چند الفاظ کہنے کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا اور انگلیاں چٹخاتے ہوئے پورے ہال پر نگاہ دوڑانے لگی۔ اس نے میری طرف بھی دیکھا تھا۔ لیکن بالکل اجنبی انداز میں ——— میں اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا چند لمحات کے بعد میں نے ایک پستہ قد آدمی کو اس کے قریب دیکھا۔ اس نے جھک کر لڑکی سے کچھ کہا اور لڑکی نے گردن ہلا دی' پھر اس نے رجسٹر اٹھایا۔ اور یہ بات صرف میں ہی محسوس کر سکا تھا کہ اس نے رجسٹر کے نیچے سے چابی اس شخص کی طرف کھسکا دی تھی۔ اس کے بعد لڑکی نے اسے کچھ بتایا' جیسے رجسٹر میں دیکھ کر کسی کمرے کا نمبر بتا رہی ہو۔ اور پستہ شخص گردن خم کر کے واپس پلٹ پڑا۔ لیکن اس کی مٹھی بند تھی۔!

"خوب ———! میں نے گردن ہلائی۔ کافی احتیاط سے کام ہوتا ہے' لیکن یہ لڑکی مونیکا ———! خاصی ہے۔ انقرہ میں قیام کے دوران اگر اس سے دوستی رہے تو کیا حرج ہے۔ میں سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں ڈائننگ ہال میں بیٹھا رہا۔ ہال کی رونق بڑھتی جا رہی تھی۔ بہت سے نئے اور جاذب نگاہ چہروں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ لیکن ایک انوکھی سی بے کلی مجھ پر طاری تھی۔ میں کوکین کے صحیح جگہ پہنچ جانے کے بارے میں اطمینان کر لینا چاہتا تھا۔

پھر میں بل پر دستخط کر کے اٹھ گیا۔ اور ٹہلنے کے سے انداز میں باہر چل پڑا۔ باہر آ کر میں پارکنگ لان کی طرف گیا' اور یہ دیکھ کر میرے دل کی عجیب سی کیفیت ہو گئی کہ میری لینڈ رووَر وہاں موجود نہیں تھی۔! کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا' پونے آٹھ بج رہے تھے۔ گیس اسٹور کی تلاش اس وقت مناسب نہیں تھی۔ اجنبی جگہ تھی۔ دن کی روشنی ہی اس کے لئے مناسب ہو گی۔! بہرحال ایک تکلیف دہ رات گزارنی ہو گی۔ ہاں اگر مونیکا اس رات کی شریک ہو جائے تو ———!

لیکن ——— اس نے جو احتیاط کی تھی' اس کے تحت اس سے براہ راست رابطہ نہیں قائم کیا جا سکتا تھا۔ میں اپنے کمرے میں ہی واپس آگیا۔ کمرے کی عقبی کھڑکی کھول کر میں کافی دیر تک کھڑا رہا۔ اور جب تھک گیا تو واپس آ کر ایک کرسی پر آ بیٹھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔؟

مناسب یہی سمجھا کہ رات کا کھانا کھا کر آرام کروں۔ یوں بھی کوئی تنہا رات گزارے بہت دن ہو گئے تھے۔ آج یونہی سہی ———! رات کا کھانا میں نے اپنے کمرے میں ہی طلب کیا اور کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک اسی کھڑکی کے پاس کھڑا رہا۔ پھر نہ جانے کس خیال کے تحت نیچے اترا اور پارکنگ لان کی طرف بڑھ گیا!

لینڈ روور واپس آگئی تھی' اور ٹھیک اسی جگہ کھڑی ہوئی تھی' جہاں میں نے کھڑکی کی تھی۔ میں
چاروں طرف دیکھا۔ دور دور تک کوئی موجود نہیں تھا' ہاں کبھی کبھی کوئی کار آکر پارک ہو جاتی تھی۔ ہال
آرکسٹرا کی موسیقی بلند ہو رہی تھی۔ میں آہستہ سے جھکا اور لینڈ روور کے نیچے رینگ گیا۔ اندھیرا تھا اس
کچھ نظر نہ آسکا' لیکن ہاتھوں سے ٹٹول ٹٹول کر میں نے وہ ایکسٹرا سلنڈر تلاش کئے جن میں کو کین بھری ہو
تھی۔

اور پھر میرے منہ سے سکون کی ایک سانس نکل گئی۔ ایک بھی سلنڈر موجود نہیں تھا۔ کام بڑی پھر
سے ہوا تھا! تب میں لینڈ روور کے نیچے سے نکل آیا۔ اور کپڑے جھاڑ کر پھر واپس چل پڑا۔ لیکن میں
ڈائننگ ہال کا رخ نہیں کیا تھا اور ایک بار پھر میں لفٹ میں بیٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل پڑا!۔ کمرے کا
کھول کر میں اندر داخل ہوا۔ اور روشنی کر دی۔ لیکن روشنی کرتے ہی میں چونک پڑا۔ مونیکا ایک آر
کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔! میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔!

"سوری مسٹر نواز۔ مجھے مجبوراً اس طرح آنا پڑا۔ دراصل آج کل یہاں کچھ پر اسرار نقل و حرک
دیکھنے میں آرہی ہے۔ کئی مشتبہ چہرے ہوٹل میں منڈلا رہے ہیں۔ نہ جانے کیوں ——؟ میں اندازہ نہ
لگا سکی۔ اس لئے یہ احتیاط برتنا ضروری سمجھی۔!"

"لیکن آپ اندر کیسے داخل ہوئیں مس مونیکا۔؟"

"آپ مجھے مسز جیرف بھی کہہ سکتے ہیں۔ ویسے آپ نے دروازے کے تالوں پر غور نہیں کیا ہو گا
اندر اور باہر دونوں طرف سے کھل اور بند ہو سکتے ہیں' اور پھر کمرے کی ایک چابی ہمارے پاس ضرور ہو
ہے۔" وہ مسکرائی۔

"مسز جیرف ——" میں نے زیر لب کہا۔

"یہ رسید اور یہ چابی —— کل آپ گیس اسٹور جا کر باس سے بات کر لیں۔!"

"بہت بہتر ——!" میں نے رسید لیتے ہوئے کہا۔ وصولیابی کی رسید تھی اور پورے پانچ سو
کی۔ سلنڈر کی تعداد بھی لکھی تھی۔

"ٹھیک ہے۔؟ لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں ——" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"اور کوئی خدمت۔؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"تھی —— لیکن مسٹر جیرف کی ناراضگی مول لینے کے لئے تیار نہیں ہوں!" میں نے مسکرا
ہوئے کہا۔

"اوہ —— مجھے افسوس ہے۔ لیکن آپ جیرف سے ملیں گے تو میری مجبوریوں کا اندازہ لگا لیں گے
وہ بے حد حسین اور محبت کرنے والا شوہر ہے۔ ہم دونوں نے لو میرج کی تھی اور پھر پنکی اور ٹوم۔ میر
دونوں بچے' میرے منتظر ہوں گے۔"

"یقیناً —— یقیناً ——!" میں نے بگڑتے ہوئے موڈ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"اور کوئی خدمت۔؟"

"گیس اسٹور کا پتہ ——؟" میں نے کہا اور اس نے پتہ دوہرایا۔ پھر وہ اٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں

مسکراہٹ تھی —— پھر اس نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"کل میری ڈیوٹی نہ ہو گی۔ ایک دن کی چھٹی ہوتی ہے۔ دوسرے دن بارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ باقی معاملات اور ہدایات آپ کو گیس اسٹور سے ہی ملیں گی۔"

"بہتر بہتر۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "ایک بات اور میڈم' اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "آپ نے کچھ مشتبہ چہروں کا ذکر کیا تھا۔"

"ہاں —— ان میں مقامی سی آئی ڈی کے دو افراد ہیں۔ عموماً یہ لوگ پبلک مقامات پہ کم نظر آتے ہیں۔ اور نظر آتے ہیں تو کوئی خاص بات ضرور ہوتی ہے۔"

"براہ کرم کیا آپ مجھے ان کے حلیئے بتا سکتی ہیں۔"

"ہاں —— ان میں ایک لمبے قد اور دبلے بدن کا احتشام بے ہے۔ دوسرا قدرے بھاری اور اس سے چھوٹے قد کا فاروق بلقی ہے اور اس کے داہنے گال پر گہرے زخم کا نشان ہے۔"

میں نے گردن ہلا دی اور وہ باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے گہرا سانس لیا۔ اور پھر دروازے سے باہر جھانکا۔ راہ داری سنسان پڑی تھی۔ میں نے دروازے کو بند کر دیا اور لباس تبدیل کرنے لگا! انقرہ میں میرا استقبال کچھ ٹھیک نہیں ہوا تھا۔"

لیکن دوسری صبح بڑی خوشگوار تھی۔ گزری ہوئی رات کے سکون کا اس صبح کو احساس ہو رہا تھا۔ ایک طویل عرصے کے بعد میں لیسے سکون کی' اور بھرپور نیند سویا تھا۔ تب میں نے فیصلہ کر لیا کہ زندگی میں ایسی راتیں اکثر آنی چاہئیں۔ انسان کی ہوس کبھی پوری نہیں ہوتی۔ اگر مونیکا ایک وفادار بیوی اور محبت کرنے والی ماں نہ ہوتی۔ تو شاید میں اس رات کے سکون سے محروم رہتا۔

ضروریات سے فارغ ہو کر ناشتہ کیا۔ اور ابھی ناشتے سے فارغ ہی ہوا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ "کون ہے آجاؤ۔!" میں نے چائے کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

دروازہ کھلا —— اور دو آدمی اندر گھس آئے۔! میں نے انہیں دیکھا اور میرے پورے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ ان میں ایک دراز قد تھا اور دوسرا اس سے کسی قدر کم —— اور اس کے گال پر زخم کا نشان تھا۔ انہوں نے اپنے کارڈ پیش کئے۔ اور اس دوران میں نے خود کو سنبھال لیا۔!

"اوہ —— فرمایئے۔" میں نے حیرانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر نواز اصغر ——؟" فاروق بلقی نے پوچھا۔

"جی ہاں —— میں ہی ہوں۔"

"آپ ایران سے تشریف لائے ہیں۔؟"

"جی ہاں!"

"اور اس سے قبل ——؟"

"افغانستان —— اور اس سے پہلے پاکستان سے۔!"

"خوب —— سفر کا مقصد ——؟"

"سیر و تفریح ——" معاف کیجئے۔ کیا پاکستان میں آپ اپنی حیثیت بتا سکتے ہیں۔؟" احتشام نے پوچھا۔

"تشریف رکھئے ـــــ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ نہ جانے میرے اندر سے کونسا انسان ابھر آیا تھا۔ اور میں اس نئے انسان کی موجودگی سے حیران تھا۔ یہ نیا انسان تو کافی مضبوط اعصاب' اور زبردست قوت ارادی کا مالک تھا۔ یہ حقیقت ہے میں اس نئے انسان سے واقف نہ تھا۔ جب غلام سیٹھ نے میری کارکردگی کی تعریف کی تھی تو میں نے سوچا تھا کہ وہ غلط فہمی کا شکار ہے' ورنہ میں نے کونسا کارنامہ انجام دیا ہے۔ لیکن اب میں اس نئے انسان کی موجودگی میں غلام سیٹھ کی تجربے کار نگاہوں کو داد دے رہا تھا' کیونکہ اس نے مجھے' مجھ سے پہلے پہچان لیا تھا!

وہ دونوں بیٹھ گئے۔ ویسے ان کا رویہ بھی غیر دوستانہ نہیں تھا!

"آپ لوگ کیا پسند کریں گے' چائے یا کافی ـــــ؟"

"شکریہ ـــــ اس وقت کچھ نہیں ـــــ!" فاروق نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔ شاید اسے میرا یہ پرسکون انداز پسند نہیں آیا تھا۔

"جی ـــــ میں معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کو میری حیثیت دریافت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔؟"

"کیا آپ اپنے کاغذات دکھانا پسند کریں گے مسٹر نواز۔؟" احتشام نے پوچھا۔

"جی ـــــ! ضرور ـــــ" میں نے کہا اور میں اٹھ کر اپنے سامان کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے اپنے کاغذات نکال کر ان کے سامنے ڈال دیئے ـــــ دونوں کافی دیر تک جھکے کاغذات دیکھتے رہے تھے۔ پھر انہوں نے شکریہ کے ساتھ کاغذات واپس کر دیئے۔

"کیا یہ درست ہے مسٹر نواز ـــــ کہ پاکستان میں آپ ایک معمولی حیثیت کے انسان تھے۔؟"

"اگر آپ میری توہین کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو کیسے روک سکتا ہوں۔ ویسے اب بھی میں ایک معمولی حیثیت کا انسان ہوں۔" میں نے کسی قدر درشت لہجے میں جواب دیا۔

"معاف کیجئے گا! آپ کی توہین مقصود نہیں ہے۔ لیکن ہم آپ کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں پوچھ سکتا ہوں کہ کونسا جرم مجھ سے منسوب کیا گیا ہے۔؟"

"ایک بڑے تاجر مسٹر ہربنس سنگھ نے آپ کے بارے میں نشاندہی کی ہے کہ آپ منشیات کے اسمگلروں سے تعلق رکھتے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"ہربنس سنگھ ـــــ!" میں نے بدستور حیرت سے کہا۔ "کیا وہ مقامی تاجر ہیں؟"

"نہیں ـــــ لیکن یہاں بھی ان کا کاروبار ہے اور اعلیٰ حکام سے ان کے گہرے مراسم ہیں۔"

"تب تو ـــــ اگر میں اسمگلر نہ بھی ہوا تو مجھے اسمگلر ثابت کیا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"قطعی نہیں ـــــ آپ ہمارے پاکستانی بھائی ہیں اگر ان کا خیال غلط ہے تو آپ بے فکر رہیں ـــــ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"لیکن مجھے حیرت ہے کہ کسی ہربنس سنگھ کو مجھ سے کیا پرخاش ہو سکتی ہے۔!" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"کیا آپ ہمیں اپنے سامان کی تلاشی کی اجازت دے سکتے ہیں؟"

"ضرور ـــــ حاضر ہوں۔ ویسے اس سلوک کو یاد رکھوں گا۔" میں نے کہا اور ایک لمحے کے لئے ان کے چہروں پر پریشانی کے آثار نظر آئے۔ لیکن وہ بے چارے بھی فرض سے مجبور تھے۔ انہیں یہ احکامات یقیناً ادھر سے ہی ملے ہوں گے۔ ویسے ہربنس سنگھ کا نام سن کر میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔

یہ ہربنس سنگھ اس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے' جسے میں نے زبردست زک دی تھی۔ اس کے ساقی خانے کی ایک رقاصہ کو اغوا کیا تھا اور اس کے دو آدمیوں کو زخمی کیا تھا اور آخری ضرب تلسی کو گرفتار کرا کے لگائی تھی۔ ظاہر ہے اس کا لاکھوں روپے کا نقصان ہوا تھا۔ یہاں اگر اس کی کچھ پوزیشن تھی تو وہ اسے کیوں نہ استعمال کرتا' لیکن بدبخت کچھ لیٹ ہو گیا۔ اب وہ میرا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ اور اس نشاندہی پر تعجب کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ کیونکہ جس طرح غلام سیٹھ ہربنس اور ٹھاکر سے واقف تھا' اسی طرح وہ لوگ بھی اس سے ناواقف نہ ہوں گے اور انہوں نے پوری کوشش کرکے میرے بارے میں معلومات فراہم کر لی ہوں گی' چنانچہ اب انہوں نے بھی جوابی کارروائی شروع کر دی تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ میری زندگی ایک دلچسپ دور میں داخل ہو چکی ہے۔! میں نے سوچا!

☆ ☆ ☆

احتشام بے اور فاروق ہلقی نے انتہائی باریک بینی سے میرے سامان کی تلاشی لی۔ لیکن مجھے اطمینان تھا۔ میں نے اپنے سامان میں ایسی کوئی چیز نہیں رہنے دی تھی' جس سے ان لوگوں کو کوئی اندازہ ہو سکے' ہاں میرے پاس ایک چیز ایسی ضرور تھی' جو کسی قدر نقصان دہ ہو سکتی تھی اور وہ تھی گیس سٹور کی رسید۔ اگر وہ میرے لباس کی تلاشی لے کر اس کاغذ کو حاصل کر لیتے تو شبہے میں مبتلا ہو سکتے تھے!

وہ میرے سامان کی تلاشی لیتے رہے۔ انہوں نے کمرے کے ایسے حصوں کی تلاشی بھی لی تھی جہاں کوئی چیز چھپائی جا سکتی تھی۔ میں ایک صوفے سے ٹکا ہوا ان کی کارروائی دیکھ رہا تھا اور میرے چہرے سے مکمل طور پر لاتعلقی کا اظہار ہو رہا تھا۔ جب انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر لیں اور کچھ برآمد کرنے میں ناکام رہے تو سیدھے کھڑے ہو گئے۔

"اب صرف میرا لباس رہ گیا ہے ـــــ مجھے برہنہ کر دیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"غلط فہمی ہوئی تھی مسٹر نواز ـــــ جس کے لیے معافی کے خواستگار ہیں۔ ہاں کیا آپ اپنی گاڑی تک چلنا پسند کریں گے؟"

"یقیناً ـــــ!" میں نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔ باہر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ میری گاڑی کی نگرانی بھی ہو رہی ہے۔ دو آدمی اس کے نزدیک کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے لینڈ رور کی چابی فاروق کی طرف اچھال دی۔ مختصر یہ کہ انہوں نے گاڑی کی بھی بھرپور تلاشی لی اور پھر چابی میرے حوالے کر دی۔

"آئی ایم سوری مسٹر نواز۔" احتشام بے نے جھٹکے دار آواز میں کہا اور پھر سب پلٹ کر واپس چل پڑے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہربنس نے وار کیا تھا۔ لیکن ناکام رہا۔ بہرحال دشمن راہ پر لگ گیا ہے۔ اب ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ اس کے ہر قسم کے وار سے محفوظ رہنے کے لیے چالاکی شرط ہے۔ میں واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اندر آ کر میں نے دروازہ بند کیا۔ کی ہول پر ایک کاغذ چپکایا تاکہ باہر سے اندر نہ جھانکا جا سکے' اس کے بعد میں باتھ روم کی طرف چل پڑا۔ گیس سٹور کی رسید اور کاغذات وغیرہ نکال کر میں نے صرف گیس سٹور کے فون نمبر ذہن نشین کیے' پھر ان کاغذات کی گولی بنا کر

فلش میں ڈالی اور زنجیر کھینچ دی۔ اس طرح ایک خطرناک چیز ختم ہو گئی۔ پھر میں اطمینان سے باہر نکل آیا اور کی ہول سے کاغذ ہٹا دیا۔ ایک صوفے پر گر کر میں آئندہ کے پروگرام بنانے لگا۔

فی الحال فرصت تھی۔ کوئی ایسا کام نہیں تھا۔ اور اب تو گیس سٹور جانا بھی حماقت تھی۔ لیکن——— اس بات کی اطلاع گیس سٹور کو دینا ضروری تھی، ممکن ہے وہاں سے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ فی الحال اس کے لیے مونیکا، یا مسز جیرف ہی مناسب تھی!

میں نے ایک گہری سانس لی اور اپنے کمرے سے نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نیچے ہال میں تھا۔ مونیکا نے مجھے دیکھا، لیکن بالکل سرسری سے انداز میں۔ جیسے وہ میری شناسا ہی نہ ہو۔ ہال میں اس وقت بہت کم لوگ تھے۔ کوئی ہماری طرف متوجہ نہیں تھا۔ میں حسب معمول کاؤنٹر کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے جھک کر مونیکا سے فون طلب کیا۔ اور اس نے فون میری طرف بڑھا دیا۔ حسب معمول میں نے الٹے سیدھے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ مونیکا نے ایک رجسٹر کھول لیا اور اس پر جھک گئی!

"مسز جیرف۔" میں نے ریسیور کے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "تھوڑی دیر قبل، فاروق اور احتشام بے نے میرے کمرے کی تلاشی لی تھی۔ انہوں نے مکمل طور سے میرے کاغذات اور گاڑی وغیرہ چیک کی۔ انہیں باقاعدگی سے میرے بارے میں اطلاع فراہم کی گئی تھی۔ بہرحال وہ کوئی ایسی چیز نہیں تلاش کر سکے، جو قابل گرفت ہو۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ابھی میری نگرانی جاری رہے گی۔ اس لیے فی الحال مجھ سے کسی بھی قسم کا رابطہ نہ رکھا جائے۔ میں گیس سٹور سے رابطہ بھی نہیں قائم کروں گا۔ اس وقت تک جب تک مجھے اطمینان نہ ہو جائے۔ بس یہی اطلاع دینی تھی۔"

"ٹھیک ہے!" مونیکا نے آہستہ سے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔ پھر کاؤنٹر کے پاس سے ہٹ آیا اور ہال کی ایک میز پر جا بیٹھا۔ میں نے ویٹر کو اشارہ کر کے کافی طلب کی اور اس کی چسکیاں لیتا رہا۔ کئی بار میری نگاہ مونیکا کی طرف اٹھی، اور میں نے اسے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا۔ ہاں جب میری نگاہ اس سے ملتی تو وہ جلدی سے نگاہیں ہٹا کر ادھر ادھر دیکھنے لگتی، یا کسی کام میں مصروف ہو جاتی! نہ جانے وہ کیا سوچ رہی تھی۔ میں نے ذہن اس میں نہ الجھنے دیا۔ میں اس شوہر پرست لڑکی کو نہیں بھٹکانا چاہتا تھا۔ اس وقت تو میرا ذہن ہربنس میں الجھا ہوا تھا۔ ہربنس اس ناکامی کے بعد کیا کرے گا؟ دوسری بات یہ کہ مجھے ہربنس کے سلسلے میں کیا کرنا چاہیے۔ میں دو مرتبہ اسے نقصان پہنچا چکا تھا۔ تیسری مرتبہ، کیوں نہ براہ راست اس پر ہاتھ ڈال دوں۔ حالانکہ یہ بہت بڑی بات تھی۔ میں دیکھ چکا تھا کہ یہاں ہربنس کی آواز میں جان ہے۔ حکام سے اس کی دوستی ہے، اس لیے وہ یہاں زیادہ مضبوط ہے۔ بہرحال سب سے پہلے تو مجھے اپنی پوزیشن صاف رکھنی تھی۔ میرے ہاتھ کسی طور میلے نہیں ہونے چاہئیں تاکہ میں مقامی پولیس سے نہ الجھ جاؤں۔ اور پھر اس کے بعد ہربنس کے ہتھکنڈوں کو دیکھوں اور ان کا جواب دوں!

کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے میں نے بہت سے پروگرام بنائے۔ اور ان میں سے چند پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہال سے اٹھ کر میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ اور پھر میں نے دوپہر کا کھانا کمرے میں ہی کھایا۔ پھر آرام کرنے لیٹ گیا۔ شام کو چار بجے اٹھا، لباس تبدیل کیا۔ شیو بنایا اور تیار ہو کر نیچے اتر آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میری لینڈروور سٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ فی الوقت میں تنہا تھا۔ انقرہ کے بارے میں میری معلومات زیادہ وسیع نہیں تھیں۔ بہرحال کوئی دقت بھی نہیں تھی۔ میں سڑک گردی کرتا رہا۔ اس دوران

میں نے ایک بات پر خاص توجہ دی تھی۔ وہ یہ کہ میرا تعاقب تو نہیں ہو رہا! اور سبز رنگ کی ہلمین کو میں نے دیکھ لیا، مجھے ان باتوں کا سلیقہ نہیں تھا۔ لیکن آدمی کچھ کرنا چاہے اور پوری توجہ اس پر مبذول کر دے تو کوئی کام مشکل بھی نہیں رہتا۔ ہلمین مجھے کئی سڑکوں پر اپنے پیچھے نظر آئی تھی۔ چنانچہ میں نے یقین کر لیا کہ وہ میرا تعاقب کر رہی ہے۔ اب ضرورت اس بات کی تھی کہ میں تعاقب کرنے والے کی شکل دیکھوں۔ چنانچہ میں نے لینڈروور ایک بھرے پرے بازار میں روک دی۔ نیچے اترا۔ اور ایک سٹور میں داخل ہو گیا۔ سٹور کے کاؤنٹر پر میں نے کچھ چیزیں دیکھیں ایک خوبصورت ہاتھی دانت کا سگریٹ کیس اور لائٹر پسند آیا۔ خرید لیا۔ دو ٹائیاں اور ایسی ہی کچھ چیزیں۔ لیکن اس دوران میں نے بھاری جبڑوں والے اس مقامی آدمی کو بخوبی دیکھ لیا تھا۔ ہلمین میں وہ تنہا تھا۔

پولیس کا آدمی ہی ہو سکتا ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔ بہرحال ٹھیک ہے دوست۔ سرکاری پٹرول خرچ کرتے رہو۔ میرا کیا جاتا ہے۔ میرے سفری اخراجات تو بہرحال غلام سیٹھ کے ذمے ہیں۔ چنانچہ یہ خریداری کرنے کے بعد میں نے پھر لینڈروور آگے بڑھا دی اور اس کے بعد وہ سڑک گردی ہوئی کہ لطف آ گیا۔ میں نے وہ ہلمین والے کو زچ کر کے رکھ دیا۔ بس کسی جگہ کا تعین نہیں تھا، ہر سڑک گلی کوچہ، جو سامنے نظر آتا وہیں چل پڑتا۔ رات گئے تک میں اسے پیچھے لگائے رہا۔ رات کا کھانا بھی میں نے ایک چھوٹے سے صاف ستھرے ریستوران میں کھایا۔ اور پھر میں نے ریستوران کے بیرے کو نزدیک بلایا۔ دس لیرا کا ایک نوٹ اس کے ہاتھ میں رکھا اور اس سے پوچھا کہ کیا وہ انگریزی جانتا ہے؟

"فرمایئے جناب———؟" اس نے انگریزی میں ہی کہا۔

"میں تمہارے شہر میں اجنبی ہوں دوست——— اجنبی اور تنہا۔ میری یہ تنہائی کہاں دور ہو سکتی ہے؟"

بیرے نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولا "اس کام کے لیے میں ایک آدمی آپ کے ساتھ کر سکتا ہوں جناب۔ لیکن اس کی فیس پچیس لیرا ہو گی۔"

میں نے خاموشی سے پچیس لیرا نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیے اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ ایک پستہ قد آدمی کے ساتھ واپس آیا، جس کی آنکھوں کے پپوٹے ضرورت سے زیادہ لٹکے ہوئے تھے!

"جوزت شلاری——— آپ کا مونس۔!" آنے والے نے فلمی انداز میں گردن خم کرتے ہوئے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ میرے سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور بیرا واپس چلا گیا۔ "کونسے ہوٹل میں مقیم ہیں؟"

"بلغاریہ!" میں نے جواب دیا۔

"اوہ! شرافت کی گٹھڑی ہے۔ آپ کو دقت ہو گی۔ وہاں لڑکیاں نہیں جاتیں۔" اس نے کہا۔

"وہاں نہیں جائیں گے۔"

"یہی بہتر ہے۔ تب پھر آیئے۔ میں آپ کو بلقابہ لے چلوں۔ آپ کی پسند کی جگہ۔" اس نے کہا اور میں اٹھ گیا۔ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ میں نے سٹیرنگ سنبھال لیا اور جوزت شلاری میرے نزدیک بیٹھ گیا۔

"سیدھے چلتے رہیے' یہاں تک کہ سڑک دو شاخوں میں پھوٹ نکلے' اس کے بعد ہمیں بائیں سم
اختیار کرنا ہوگی۔"

میں نے اس کی بات ذہن نشین کرلی' اور جہاں سے سڑک نے دو رخ اختیار کیے' وہاں سے میں ر
لینڈ روور بائیں سمت موڑلی۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ میرا چوکیدار میرے ساتھ تھا۔ گو وہ ہوٹل میں نظر نہ
آیا تھا۔ لیکن باہر نکلتے ہی سبز ہلمین پھر میرے تعاقب میں چل پڑی تھی۔

بلقابہ ایک خوبصورت علاقے کا نام تھا۔ یہاں چھوٹے چھوٹے مکانات بنے ہوئے تھے۔ بعد میں معلو
ہوا کہ وہ جدید طرز کا بازار حسن ہے۔ ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے جوزت شلازی نے اشارہ کیا او
میں نے لینڈ روور روک دی۔ اسے لاک کیا اور ہم دونوں نیچے اتر آئے اور پھر جوزت شالازی نے مکان ک
دروازے پر دستک دی۔ چند ساعت کے بعد ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھول دیا۔ اور جوزت نے آہ
سے اپنا نام دہرایا۔

"آ جاؤ!" عورت بولی۔ اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ میرے ذہن میں کوئی تحریک نہیں تھی
کیونکہ اب یہ سب کچھ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ مکان اندر سے بہت خوبصورت تھا۔ جس کمرے م
ہمیں بٹھایا گیا وہ مقامی طرز پر ڈیکوریٹ کیا گیا تھا اور وہاں قیمتی سامان موجود تھا۔ بوڑھی عورت ہمیں بٹھا
باہر نکل گئی۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد تین لڑکیاں اندر داخل ہو گئیں۔ بیس سے اوپر کی تھیں' لیکن تین
ہی حسین تھیں۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

"یہ صوفیہ ہے' یہ رولمنہ ہے اور یہ ارغلا ہے۔ تینوں آپ کی خدمت کے لیے مستعد! میں ذرا اماد
بات کرلوں!" جوزت اٹھ کر باہر نکل گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے صوفیہ کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا' اور دونو
لڑکیاں خاموشی سے باہر نکل گئیں۔

"برٹش ——؟" صوفیہ نے میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ اور میں نے گردن
دی۔ "پھر ——؟" اس نے پوچھا۔

"اجنبی —— پردیسی —— اور بس!" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ بھی مسکرا
لگی۔

"ہم لوگ اتنے ہی برے ہیں کہ کوئی ہمیں اپنے بارے میں بتانا بھی پسند نہیں کرتا۔" اس نے پھیکی
مسکراہٹ سے کہا۔

"یہ بات نہیں —— بس میں ان باتوں کو غیر ضروری سمجھتا ہوں۔" میں نے کسی قدر خشک اند
میں جواب دیا۔ اسی وقت جوزت واپس آگیا۔ اس نے مجھے اشارہ کیا اور میں اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"یہاں آپ بالکل بے فکری سے قیام کریں۔ کیا صبح کو میری ضرورت ہوگی؟"

"نہیں —— میں ہوٹل واپس چلا جاؤں گا' تم بے فکر رہو!" میں نے جواب دیا۔

"وہ —— دو سولیرا —— عنایت کر دیں۔" اس نے کسی قدر جھجکتے ہوئے کہا اور م
نے نہایت اطمینان سے دو سولیرا کے نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیے —— جوزت نے ترکی زبا
میں صوفیہ کو میرے آرام کی ہدایت کی اور باہر نکل گیا۔ صوفیہ اب پورے خلوص سے مسکرا رہی تھی۔
ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول لیتی تھی۔ بس اپنا مافی الضمیر سمجھا سکتی تھی۔ بہرحال اس کے خوبصورت ہونٹوں

پہ انگریزی بہت بھلی لگتی تھی۔

"آیئے!" اس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکل آیا۔ وہ مجھے مکان کے آخری کمرے میں لے گئی جو اس کی خواب گاہ تھا' اور پھر اس نے مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں کرسی پر بیٹھ گیا تو وہ پلٹ کر دروازہ بند کر آئی۔ اور پھر نیچے جھک کر میرے جوتوں کے فیتے کھولنے لگی۔

"نہیں شکریہ" میں نے پاؤں سکوڑتے ہوئے کہا۔ نہ جانے کیوں یہ مجھے پسند نہیں تھا۔ میں نے خود اپنے جوتے اتارے اور پھر اوپری لباس اتار کر بستر کی چادر خود پر گھسیٹ لی۔ صوفیہ نے ایک طرف لٹکے ہوئے خوبصورت بند کھینچے اور کمرے میں تیز روشنی گل ہو گئی! دوسرا بند کھینچنے سے سبز روشنی جل اٹھی اور کمرے کی ہر چیز ہلکے سبز رنگ میں ڈوب گئی۔ تب صوفیہ ایک الماری کے پاس پہنچی' اس نے الماری کھول کر ہلکے سبز رنگ کا باریک لباس نکالا اور میری طرف دیکھ کر مسکرا دی۔ پھر وہ میرے نزدیک آگئی اور اپنی پشت میری طرف کرتے ہوئے پشت پر لگی زپ کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے زپ کھول دی اور اس کی کمر برہنہ ہو گئی۔ اس نے لباس کی آستینیں شانوں سے اتار دیں اوپری جسم پر اس لباس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ تب اس نے باریک گون بدن پر ڈال لیا اور اوپری لباس اتار کر ایک طرف اچھال دیا۔ اب اس کے جسم پر ایک باریک انڈر ویئر تھا۔ لیکن ظاہر ہے یہ بھی میری نگاہوں میں چبھ رہا تھا' چنانچہ اس نے اس سے نجات حاصل کرلی اور پھر غڑاپ سے میری چادر میں آگھسی!

بستر میں آنے کے بعد صوفیہ صرف ایک عورت بن گئی۔ ہر کاروبار سے مبرا' اس کے چہرے پر جذبات سلگنے لگے! اور میں پچھلی رات کا سکون برباد کرنے لگا۔ عورت تو میری ہر رات کی ضرورت تھی۔ ایک دن کی بھوک بھی کافی ہوتی ہے۔ لیکن صوفیہ کے لیے میں اجنبی "چیز" تھا۔ شاید بہت دنوں کے بعد اسے ایک پرجوش انسان ملا تھا۔ چنانچہ اس نے خود کو کھلونا بنا دیا۔ اور میرے کسی فعل میں مداخلت نہیں کی۔

وہ ایک عام عورت تھی۔ اس لیے میں اس کی کوئی خصوصیت بیان نہیں کر سکتا۔ چونکہ مجھے رات یہیں گزارنی تھی' اس لیے میں اسے سینے سے لپٹا کر سو گیا۔ اس کے جسم کی گرم حرارت سکون بخش تھی۔ نیند بھرپور آئی! اور پھر نہ جانے رات کا کون سا پہر تھا۔ ایک ہلکے سے شور سے میری آنکھ کھل گئی۔ صوفیہ نے میرے جسم کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اور میں چونک پڑا!!

"کیا بات ہے؟" میں نے بے ساختہ پوچھا۔

"نہ جانے باہر کیسا شور ہے؟" صوفیہ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا اور میں جلدی سے بستر سے نکل آیا۔ میں نے پھرتی سے لباس پہنا۔ صوفیہ نے بھی گون پہن لیا تھا۔ ابھی میں قمیض کے بٹن لگا رہا تھا کہ ہمارے دروازے پر زوردار لات پڑی۔ اور پھر کسی نے بھاری آواز میں کہا۔

"دروازہ کھولو۔ ورنہ دروازہ توڑ دیا جائے گا!" صوفیہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے میری طرف دیکھا میں خود حیران تھا اور نیند سے جاگا ہوا تھا۔ میں خود ہی آگے بڑھ گیا اور میں نے دروازے کی چٹخنی نیچے گرا دی۔ لیکن اندر داخل ہونے والوں کو دیکھ کر میرے ذہن میں ایک دم چھناکا ہوا تھا۔

لل ترکی شاید انہیں نہ سمجھ سکتے' لیکن میں نے ہندوستانی طرز کے ڈھاٹے صاف صاف پہچان لیے تھے۔ سروں پر پگڑی باندھے ہوئے تھے اور اسی کے ایک حصے سے داڑھی اور چہرہ چھپایا گیا تھا۔ یقیناً" وہ سکھ تھے اور ان کی تعداد تین تھی۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول تھا اور دوسرے دونوں کرپانیں سنبھالے

ہوئے تھے۔

"واہگرو کی سوگند۔ یہی ہے!" پستول والے نے کہا اور پھر کرپان والے آگے بڑھے اور انہوں
میرے دونوں طرف کرپانیں رکھ دیں۔

"چلو باہر نکلو! کوئی حرکت کی تو یہیں ختم کر دیا جائے گا!" صوفیہ ایک کونے سے جا لگی! میں
لوگوں کے چہرے دیکھے اور پھر خاموشی سے ہاتھ اٹھا دیے۔

"اپنا لباس لے لوں؟" میں نے پوچھا۔

"دروچن اس کا کوٹ اٹھا لے۔ دیکھ لینا پستول وغیرہ نہ ہو۔" پستول والے نے اپنے ایک ساتھی
اور اس نے میرا کوٹ اٹھا لیا۔ اس کی تلاشی لے کر رقم وغیرہ نکال لی۔ اور پھر کوٹ میرے کندھے پر ڈال
میں نے کوٹ پہن لیا۔ اور پھر میں نے صوفیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"او کے، صوفیہ۔ موقع ملا۔ تو پھر آؤں گا۔" صوفیہ خاموشی سے تھوک نگل کر رہ گئی تھی۔ میں ان
کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر بھی انہوں نے کچھ حرکت کی تھی کیونکہ اب کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔
ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ ہربنس کے آدمی تھے۔ ہاں! ایک غلطی مجھ
ضرور ہوئی تھی۔ وہ یہ کہ میں نے ہکمین والے کو ڈاج دینے کی کوشش نہیں کی تھی اور اسے اپنے
یہاں تک لگا لایا تھا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو تھوڑی سی کوشش سے یہ کام کر سکتا تھا۔ لیکن میں بھی غلط
میں مبتلا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ مقامی پولیس کا آدمی ہے، جو ہربنس کی نشاندہی کی وجہ سے میرے پیچھے
گئی ہے۔ تو احتشام بے کو میرے پاس سے کچھ نہیں ملا ہے، لیکن شاید ابھی اس کا شبہ رفع نہ ہوا ہو اور
نے ہی اس آدمی کو میرے پیچھے لگایا ہوا ہے۔ میرا یہی اندازہ غلط تھا اس دوران میں نے ایک بار بھی نہیں
تھا کہ وہ ہربنس کا آدمی بھی ہو سکتا ہے۔ مقامی آدمی کرائے پر بھی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔
یہی بات تھی۔ میرے متعاقب نے ان لوگوں کو اطلاع دے دی تھی کہ شاید میں پوری رات ہی
گزارنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور انہوں نے بالآخر مجھے آلیا تھا!

لیکن میری پوزیشن اس وقت بہت نازک تھی۔ اچانک افتاد پڑی تھی، اس لیے کسی مداخلت کے
بھی نہیں تھا۔ باہر ان کے دو آدمی موجود تھے۔ اس طرح کل پانچ آدمی ہو گئے تھے جو پوری طرح مستعد
اور اس وقت ان کے درمیان کچھ کرنا مشکل ہی تھا۔ انہوں نے میری لینڈ روور کو نظر انداز کر دیا۔ خود ان
پاس بھورے رنگ کی واکس ویگن تھی۔ جس کا دروازہ کھول کر مجھے اندر دھکیل دیا گیا اور پھر چار پانچ
مجھ پر مسلط ہو گئے۔ ایک نے ڈرائیونگ سنبھال لی اور واکس ویگن سٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ میں
خاموش تھا۔ چاروں آدمی میرے اوپر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اب بھی اپنے چہرے
کھولے تھے۔ کھول بھی لیتے تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ظاہر ہے وہ میرے لیے اجنبی تھے۔ لیکن اب مجھے
کرنا چاہیے؟ میں نے تیزی سے سوچ لیا تھا ——— فی الحال کوئی حرکت نقصان دہ ہی ہو سکتی تھی۔
ویگن ایک سنسان سڑک سے گزر رہی تھی۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی میں میں
وقت دیکھا۔ تین بج رہے تھے۔ میں نے زور سے آنکھیں بھینچ لیں۔ کچی نیند جاگنے سے آنکھوں میں
سی ہو رہی تھی۔

وہ سب خاموش تھے۔ پستول والا اب بھی پستول مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ باقی لوگ خالی

تھے۔ لیکن ان کی کرپانیں اس انداز میں لٹک رہی تھیں کہ ایک ذرا سی کوشش سے باہر نکل آتیں۔
در ——— دفعتاً" ایک زوردار دھماکہ ہوا اور واکس ویگن کافی زور سے اچھلی۔ اس کے بریک ایک دم چیخ
ے اور اندر بیٹھے ہوئے لوگ ایک دوسرے سے ٹکرائے۔
اگر اس سنہری موقعے سے میں فائدہ نہ اٹھاتا، تو اس سے بڑی حماقت زندگی میں اور کوئی نہیں ہو سکتی
تھی، جوں ہی وہ ایک دوسرے سے ٹکرائے میں جان بوجھ کر پستول والے پر گرا۔ اور دوسرے ہی لمحے اس کا
پستول میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے ایک لمحہ ضائع نہ کیا اور واکس ویگن کا دروازہ کھول کر نیچے چھلانگ لگا
دی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک ہوائی فائر کر دیا تھا۔

"خبردار! اگر کسی نے حرکت کی تو بھون کر رکھ دوں گا۔" میں غرایا۔ اور پیچھے ہٹنے لگا! لیکن اچانک ہی
واکس ویگن کے عقب میں ایک اور گاڑی آ کر رکی جس کی ہیڈ لائٹس پہلے بجھی ہوئی تھیں۔ لیکن اب
انہوں نے واکس ویگن کو فوکس کر لیا تھا۔

"پولیس!" میرے ذہن میں گونجا۔ اور مجھے شدید خطرے کا احساس ہوا لیکن اسی وقت دوسری طرف
سے آواز سنائی دی۔

"ونڈرفل مسٹر نواز ——— اسی طرح کور کیے رہیں ان مردوں کو، ہم آ رہے ہیں!" اور میں حیران رہ
گیا۔ زبان انگلش تھی اور لہجہ اجنبی۔ لیکن ان لوگوں نے مجھے میرے نام سے مخاطب کیا تھا۔ اور پھر پھرتی
سے عقبی کار کا دروازہ کھول کر چار آدمی نیچے اتر آئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں پستول نظر آ رہے تھے۔

"چلو ——— ہاتھ اٹھائے نیچے اتر آؤ۔" ان میں سے ایک نے ویگن والوں سے کہا اور ویگن والے
خاموشی سے نیچے اتر آئے۔

"یہ سب ہربنس کے کتے ہیں مسٹر نواز۔ کیا خیال ہے کہ ان کی چھٹی کر دی جائے؟" ان میں سے ایک
نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ان سب کو بے ہوش کر کے ویگن میں ڈال دو، ہربنس کے لیے ایک اچھا سبق رہے
گا۔" میں نے جواب دیا۔ گو اب میرا ذہن اپنے مددگاروں کے بارے میں صحیح فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ لیکن اس
کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا کہ وہ غلام سیٹھ کے آدمی ہیں۔ اور یقیناً" انہوں نے ہی فائر کر کے واکس ویگن
کا ٹائر پھاڑا ہے۔

"ٹھیک ہے ——— جو حکم!" اس شخص نے کہا اور پھر وہ چاروں ان پر ٹوٹ پڑے۔ سرداروں کی
تلواری دھری رہ گئی تھی۔ عقبی کار سے اترنے والوں نے انہیں نیچے گرا لیا تھا۔ اور پھر ان کی کھوپڑیاں
ہموار کر دی گئیں۔ اس کے بعد ان پانچوں کو ایک ایک کر کے ویگن میں ڈال دیا گیا۔ پھر ان میں سے ایک
نے ویگن سٹارٹ کر کے سڑک سے اتار دی اور اس کے سارے شیشے کھول دیے۔

"رات کی سردی میں ان کی برف جم جائے گی۔" شیشے کھولنے والے نے کہا اور پھر میرے قریب آ کر
"ہم آپ کے دوست ہیں مسٹر نواز۔ غلام سیٹھ کے آدمی، میرا خیال ہے اس وقت بہتر موقع ہے۔ پہلے
آپ کی گاڑی لے لی جائے۔ اس کے بعد یہاں سے چلیں گے۔ مسٹر سلیمان کا خیال ہے کہ آپ کو ہوٹل
چھوڑنا چاہیے۔"

"جیسا مناسب سمجھو!" میں نے جواب دیا اور ان کے ساتھ کار کی طرف بڑھ گیا۔ "نہ جانے انہوں نے

عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو گا؟" راستے میں میں نے کہا۔

"برا نہیں کیا۔ صرف بے ہوش کر دیا ہے۔ ہم شروع سے تاک میں تھے۔" میرے قریب بیٹھے شخص نے بتایا۔

"آپ لوگ بروقت پہنچے' ورنہ صورت حال مشکل سے قابو میں آتی۔" میں نے کہا۔

"ویسے آپ نے نہایت پھرتی سے سچوایشن اپنے ہاتھ میں لے لی تھی!"

"تمہارے فائر کرنے کے بعد ——— غالباً" تم نے ٹائر پر فائر کیا تھا ———؟"

"ہاں انہیں روکنے کے لیے اسی جگہ کا انتخاب کیا گیا تھا۔" میرے نزدیکی آدمی نے بتایا۔ اور میں طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس وہاں پہنچ گئے جہاں سے مجھے گرفتار کیا گیا تھا۔ میری لینڈ روور اسی طرح کھڑی تھی۔ چاروں طرف طویل خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک آدمی اتر گیا اور لینڈ روور سٹارٹ ہو کر واپس مڑ گئی۔ کار بھی آگے بڑھ گئی تھی۔ راستے بھر خاموشی رہی اور ہم شہر کے ایک بارونق حصے میں پہنچ گئے۔ میں نے گیس سٹور کا بورڈ پڑھ لیا تھا۔ گیس سٹور کے عقبی دونوں گاڑیاں داخل ہو گئیں۔ اور ایک شفاف ہال میں رک گئیں۔ یہاں دو قیمتی گاڑیاں اور تھیں۔ سب نیچے اتر آئے اور ایک طرف بنی ہوئی عمارت میں داخل ہو گئے!

یہ عمارت بھی اندر سے بے حد نفیس تھی۔ فرش پر نرم قالین بچھے ہوئے تھے۔ ہم ان قالینوں ہوئے ایک کمرے کے سامنے پہنچ گئے۔ میرے ساتھیوں نے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ اور میں اندر ہال نما کمرہ تھا۔ عمدہ فرنیچر سے آراستہ' میں تھکے تھکے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ ذہن پر بوجھ تھی۔ شاید کچی نیند سے یہ کیفیت ہوئی تھی۔ بہرحال تھوڑی دیر پہلے گزرے ہوئے واقعات کا میرے کوئی اثر نہیں تھا۔

بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر ایک القامت آدمی اندر داخل ہو گیا۔ سرخ و سفید چہرہ' اوپر کو الٹے ہوئے بال' کشادہ پیشانی' وجیہہ انسان تھا۔ بڑی روشن آنکھوں میں کسی قدر سرخی تیر رہی تھی۔ جسم پر ایک ٹائٹ گون تھا۔

"ہیلو ——— مسٹر نواز ——— سلیمان بے سے ملاقات کرو۔" وہ پرجوش انداز میں مسکراتے ہوئے بولا' اور میں صوفے سے اٹھ گیا۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے آہنی پنجے کی گرفت میں لے لیا' اور گرم جوشی سے کئی جھٹکے دیے۔ "تم سے ملاقات کی بے حد خواہش تھی۔ غلام سیٹھ کی طرف سے یمانی کی تین کالیں ہیں۔ میں نے مال بخیریت پہنچ جانے کی اطلاع دی تو وہ حیرت سے اچھل پڑا اور پھر اس نے مجھے عجیب و غریب کارنامے سنائے۔"

"شکریہ سلیمان بے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ تم مقامی طور پر کاروبار کے انچارج ہو؟" دوبارہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— بالکل ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ میں ہوں۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔ اور میرے بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور دبلے پتلے جسم کی ایک نوخیز لڑکی ایک ٹرالی دھکیلتی اندر آ گئی۔ ٹرالی پر نفیس اسکاچ کی بوتل اور گلاس رکھے ہوئے تھے۔

"اسکاچ پینے کا انوکھا وقت۔" سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس وقت یہ جسم کو گرم

مدد دے گی اور پھر ایسی صورت میں جب کہ آپ نے تھوڑی سی ورزش بھی کی ہے۔" اس نے کہا اور لڑکی کے سکرٹ کو پیچھے سے اٹھا کر دھپ سے ایک ہاتھ اس کے کولہے پر مارا۔ "چلو مونی۔ ہم دونوں کو پیگ بنا کر دو۔"

لڑکی ایک دم سیدھی ہو گئی پھر اس نے مسکراتے ہوئے میرے طرف دیکھا اور جھک کر ٹرالی پر رکھی ہوئی شراب کے پیگ بنانے لگی پھر اس نے ایک پیگ میرے ہاتھ میں تھمایا اور دوسرا سلیمان بے کو دے دیا۔

"ٹرالی میرے سامنے سرکا دو بے بی۔ میں تمہارے چہرے پر نیند کے سائے دیکھ رہا ہوں۔ جاؤ آرام کرو۔" اس نے کہا اور لڑکی سامنے آنے والے بال جھٹکتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اس کے چہرے پر ناگواری کی کوئی شکن نہیں تھی۔ سلیمان بے نے ایک چسکی لی اور بولا۔

"بلقلبہ جانے کی کیا ضرورت تھی۔ مونیکا سے اظہار کر دیتے' خاموشی سے کوئی لڑکی تمہارے کمرے میں پہنچ جاتی۔ سچ بھی یہی ہے کہ لڑکی کے بغیر رات ادھوری رہ جاتی ہے۔ بلقلبہ میں تو ڈونگے ملتے ہیں۔ خالی اور زور زور سے بجنے والے۔" سلیمان بے نے مسکراتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ دلچسپ آدمی معلوم ہوتا تھا۔ میں نے خاموشی سے پیگ خالی کر دیا۔ تو وہ اٹھا اور میرے جام کو دوبارہ بھرتے ہوئے بولا "کیا خیال ہے۔ نیند آ رہی ہو تو گفتگو صبح پر ملتوی کر دی جائے۔"

"مجھے تو نیند نہیں آ رہی۔ ہاں یہ احساس ہے کہ تمہاری نیند ضرور خراب ہوئی ہے اس وقت!"

"اوہ ——— نہیں ڈیئر ——— تکلف کی بات نہیں۔ تم سے ملنے کی واقعی بے چینی تھی۔ لیکن مونیکا نے رپورٹ دے دی تھی اسی لیے خاموش تھا ورنہ خود ہی بلغاریہ پہنچ جاتا۔" اس نے کہا۔

"ہربنس یہاں خاصی اہمیت رکھتا ہے؟" میں نے کہا۔

"ایک غیر ملکی تاجر کی حیثیت سے چند حکام سے اس کی دوستی ہے اور بس۔ باقی حیثیت دولت بنا دیتی ہے۔ وہ ان حکام پر اور ان سے نچلے لوگوں پر کافی خرچ کرتا ہے۔ ویسے استنبول میں اس کا اڈہ سب سے بڑا ہے۔"

"خوب!"

"اور غلام سیٹھ اس اڈے کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔"

"ہوں!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہربنس کو تمہارے یہاں پہنچنے کی اطلاع مل گئی تھی۔ مگر پورا قصہ مجھے بھی معلوم نہیں۔ مونیکا نے مجھے اطلاع دی تھی کہ احتشام بے اور فاروق باقاعدہ بلغاریہ کی نگرانی کر رہے ہیں اور پھر دوسری رپورٹ ملی کہ انہوں نے تمہارے کمرے کی تلاشی بھی لے ڈالی۔ اور اب تم گیس سٹور سے بات نہیں کرو گے۔ تب میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے کچھ آدمی تمہاری حفاظت کے لیے چھوڑ دوں۔ چنانچہ جب تم بلغاریہ سے نکلے تو میرے آدمیوں نے اطلاع دی کہ ایک ہلمین تمہارے پیچھے ہے۔ میں نے اس کے نمبر معلوم کر کے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی تو پتہ چلا کہ ہلمین سرکاری نہیں ہے۔ بس اسی وقت سے میں کسی واقعہ کا منتظر رہا۔ لیکن میرے آدمی مستعد تھے' اس لیے تم کسی الجھن میں نہ پڑ سکے' ویسے تم ان لوگوں کے ہتھے چڑھ کر کیا محسوس کر رہے تھے؟"

"کچھ نہیں۔ میں نے سوچا شاید ہربنس سے سامنا ہو جائے۔ ظاہر ہے وہ مجھے اسی کے پاس لے جا
ہوں گے۔ اس کے بعد میں فیصلہ کرتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ دراصل ایران کی سرحد پر میں نے اس کا
بڑا اسٹاک پکڑوایا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ ——— گڈ۔ وہ کس طرح؟ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے ہربنس یہاں موجود نہیں ہے
استنبول میں ہے۔"

"گڈ! تو پھر شاید وہ مجھے قتل ہی کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں یا ممکن ہے غلام سیٹھ کے اڈوں کے بارے
معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں؟"

"ہاں ممکن ہے ویسے فوری طور پر قتل کرنا ہوتا تو اس کے لیے بلقابہ سے بہتر کوئی جگہ نہیں تھی
وہاں اکثر جرائم پیشہ لوگ جاتے ہیں اور سنتے ہیں روز ایک آدھ قتل ضرور ہو جاتا ہے؟"

"خوب! بہرحال یقینی طور پر وہ مجھ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے یوں بھی میری وجہ
کافی خسارے میں رہے ہیں۔"

"یمانی نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے لاسلکی رابطے پر ہم طویل گفتگو نہیں کر سکتے تھے' اس
مجھے اس سے تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔ بہرحال ہربنس کی بدقسمتی ہے کہ یہاں بھی اسے ناکامی کا منہ
پڑا' ہاں اب تم مجھے بتاؤ کہ ایران میں تم نے کیا کارنامے انجام دیے ہیں' میری بے تکلفی کے لیے معاف
یہ بے تکلفی میری عادت بن چکی ہے۔ لیکن دوستی میں میرا جواب نہیں ہے۔ تم مجھے ایک مخلص اور
دوست پاؤ گے۔"

"یقیناً" تمہاری کشادہ پیشانی اس بات کا پتہ دیتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ میرا
ادا کرنے لگا۔ "ایران میں غلام سیٹھ نے مجھے یوں پسند کیا کہ میں نے ٹھاکر کو معہ اس کے گروہ کے گ
کرایا' دراصل اس کے گروہ کی ایک لڑکی میرے پھندے میں پھنس گئی تھی۔ لڑکی ہی کے ذریعے ٹھاکر
بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ لڑکی عمدہ تھی لیکن بڑے مفاد کے لیے اسے قربان کرنا پڑا اور اسی
ذریعے ٹھاکر بھی چکر میں آگیا۔"

"اوہ ——— ویسے یار آدمی شاندار ہو۔ وہ سالی تمہارے اوپر لٹو ہو گئی تو کونسی بڑی بات ہے۔ ہربنس
کیا قصہ رہا؟"

"افغانستان میں ہربنس کے لڈے پر ایک افغان لونڈیا چکر میں آگئی وہ ہربنس کے اڈے میں ہی کام
تھی۔ اسے وہاں سے نکال لایا۔ ہربنس کے آدمیوں سے مڈھ بھیڑ ہوئی۔ تھوڑا سا ہنگامہ ہوا۔ بہرحال وہی
ایران میں مل گئی۔ ہربنس کی بدقسمتی ہی سمجھ لو کہ اس کے آدمی نے اس لڑکی کا انتخاب کر لیا۔ مگر وہ اپنا
تھی۔ اسے بچا لیا۔ ٹھاکر کو گرفتار کرانے کے سلسلے میں دو افسروں سے یاری ہو گئی تھی۔ چنانچہ ان افسروں
نے اسی لینڈ روور میں سفر کیا جس میں مال موجود تھا۔ اس سے بہتر حفاظت کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ بارڈر
پر اس آدمی کو ان افسروں کے حوالے کر دیا' جو ہربنس کا مال لایا تھا۔ بس وہ دونوں افسر خوش ہو گئے اور انہوں
نے ترکی تک کے انتظامات کر دیے۔ یوں میں صاف نکل آیا۔"

"یار بڑے اونچے آدمی ہو ——— بلاشبہ تم نے کمال کر دیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ بہرحال
دل گردے کا کام ہے۔ یعنی تم نے کسٹم افسروں کو اس گاڑی میں سفر کرا لیا جس میں مال تھا۔ خدا کی پناہ۔

مضبوط اعصاب کی ضرورت ہے۔ ویسے غلام سیٹھ کی نگاہ ہیرے پہچاننے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ تم جیسا
شاندار آدمی صرف وہی دریافت کر سکتا تھا۔ اور پھر تمہارا طریقہ کار۔ یقیناً" عورت کسی کو بھی بنا اور بگاڑ سکتی
ہے!" سلیمان بے نے ہنستے ہوئے کہا وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر نظر آ رہا تھا۔

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا "میں یمانی کو تمہارے بارے میں تفصیلی رپورٹ دے دوں گا۔
لیکن ایک بات کا خیال رکھنا ہے۔ وہ یہ کہ ہربنس یہاں کسی حد تک مضبوط ہے۔ اور پھر بڑا مال پکڑا گیا ہے ملی
طور پر اسے سخت صدمہ پہنچا ہو گا۔ جھنجلاہٹ میں وہ بڑے سے بڑا رسک لے سکتا ہے۔ اس لیے تمہیں
ہوشیار رہنا ہو گا۔"

"میں خیال رکھوں گا۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ سلیمان بے پر اپنی بہادری کا اظہار حماقت
ہوتی۔ مجھے ان واقعات کی ذرہ برابر پرواہ نہیں تھی۔ یہاں کون بیٹھا ہوا ہے' جس کے لیے زندگی کی قدر کی
جائے۔ بہرحال سلیمان بے بے حد دلچسپ انسان نکلا۔ روشنی پھوٹنے تک وہ مختلف قسم کی گفتگو کرتا رہا' اس
نے بتایا کہ انقرہ میں مال وصول کر لیا گیا ہے اور اب وہ طول و عرض کے تمام اڈوں کو تقسیم ہو جائے گا' یہاں
سے مال تقسیم کرنے کی آسانیاں ہیں۔ کیونکہ استنبول میں چھوٹی بڑی بہت سی پارٹیاں کام کرتی رہتی ہیں۔ ان
میں ہنگامے بھی ہوتے رہتے ہیں۔ رقابت بھی چلتی ہے۔ قتل و خونریزی بھی ہوتی ہے۔ اور اس طرح وہاں
کی پولیس بہت ہوشیار رہتی ہے۔ اکثر پارٹیاں بھی ان چھوٹے لوگوں کی وجہ سے لپیٹ میں آ جاتی ہیں۔
چنانچہ یہاں سے کام محفوظ طریقے سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد لڑکیوں کی بات آئی اور سلیمان بے کے منہ
سے رال ٹپکنے لگی۔

"ان کے بغیر تو کائنات بے رنگ ہے۔ یہ تو سانسوں کو جلا بخشتی ہیں۔ یہاں رہو۔ عیش کرتے رہو!"
سلیمان بے نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا! میں نے اس کی وہ حرکت دیکھ لی تھی جو اس نے شراب لانے والی
لڑکی مونی سے کی تھی۔ یہ حرکت اس کی فطرت سے آگاہ کرتی تھی۔ لڑکیوں کے معاملے میں وہ بہت بے باک
تھا۔ پھر زیادہ وقت لڑکیوں کے بارے میں گفتگو کرتے کٹا۔ وہ ان کی جسمانی ساخت کی دلکشی کے بارے میں
بتا رہا تھا۔ مختلف ساخت کی لڑکیوں کی فطرت سے آگاہ کر رہا تھا۔ اور اس وقت تک وہ لڑکیوں کے بارے میں
لیکچر دیتا رہا۔ جب تک ایک ملازمہ نے آ کر ناشتے کے بارے میں نہیں پوچھا۔ "اوہ! ناشتے کا وقت ہو گیا۔ میرا
خیال ہے مسٹر نواز آپ غسل کر لیں۔ اس کے بعد ہم مل کر ناشتہ کریں گے۔ اور ناشتے کے بعد آپ سو
جائیں۔ اس وقت تک سوتے رہیں' جب تک رات کی کسر پوری نہ ہو جائے۔ اس کے بعد ملاقات ہو گی۔
اور بہرحال ازراہ مہمان نوازی ایک رات میں آپ کو اپنا سلیکشن ٹیسٹ کراؤں گا۔"

"خوب!" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اس نے مجھے باتھ روم کا راستہ بتا دیا۔ گرم پانی کے غسل نے
جاگنے کی کسل کسی حد تک کم کر دی۔ اس کے بعد عمدہ ناشتہ ملا۔ باتوں کا شوقین سلیمان بے ناشتے کے دوران
بھی بکواس کرتا رہا اور میں ہاں ہوں کرتا رہا۔

کافی کے دو کپ پینے کے بعد میں نے نیپکن گرا دیا۔ اور سلیمان بے نے بھی شاید میری ہی وجہ سے
کھانے کا بقیہ پروگرام ملتوی کر دیا۔ پھر وہ اٹھ گیا۔ اور اس نے مجھے میری خواب گاہ کا راستہ بتا دیا۔ نرم ریشمی
لحاف اور عمدہ فوم کے گدے والی مسہری پر لیٹ کر نیند اس بھرپور انداز میں حملہ آور ہوئی کہ خواب گاہ کا
ڈیزائن اور ڈیکوریشن بھی نہیں دیکھ سکا۔ پلکیں ایک دوسرے سے جڑ گئیں اور میں بے خبر سو گیا۔

پرسکون نیند دنیا سے بے تعلق، مستقبل سے بے خوف، کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ زندگی ہی کیا تھی کہ سانسوں کی آمدورفت تھی۔ جسم کی ضرورتیں تھیں، سو پوری ہو رہی تھیں۔ کونسی امنگ تھی کونسی زندگی کی چاہت تھی، سوتا رہا، سوتا رہا، اور جب نیند کا آخری لمحہ بھی پورا ہو گیا تو آنکھ کھل گئی۔ نگاہ سب سے پہلے جس چیز پر پڑی، وہ انسانی گوشت تھا۔ چکنا، سفید، ایک مخصوص انداز لیے۔ دھندلاہٹ صاف ہو گئی۔ اور آنکھیں عریاں ٹانگوں پر جم گئیں۔ پاؤں سیاہ رنگ کے خوبصورت جوتے، بغیر موزوں کے اور پھر شفاف جلد والی چمکدار پنڈلیاں، کچھ اور اوپر گھٹنوں کی گول ہڈیاں کچھ اور اوپر نرم اور پرگوشت رانیں۔ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی پھر گہرے نیلے رنگ کا سکرٹ جس نے رانوں کے انتہائی حصے کو بڑے قابل اعتراض انداز میں ڈھانکا ہوا تھا۔ بھلا اس حقیر کپڑے کو یہ جرات کیسے ہوئی کہ وہ حسن کے انمول نظاروں سے نگاہوں کو محروم رکھنے کی کوشش کرے۔ بے چین نگاہوں نے چھلانگ لگائی۔ لیکن رانوں کے اوپر چہرے دو چہرے ایک دوسرے میں چسپاں نظر آئے۔ طویل بوسہ جوامر ہو گیا تھا۔

کسی رسالے کا سرورق تھا اور یہ رسالہ دو ہاتھ تھامے ہوئے تھے، سفید جسم اور چہرہ جہازی سائز کے رسالے میں چھپا ہوا تھا۔ لیکن کرسی پر اس بے فکری سے بیٹھی ہوئی خاتون کون ہیں؟ میں نے سوچا۔ اور پھر میں زور سے کھنکارا۔ جس کے ساتھ ہی رسالہ بند ہو گیا۔ اور چہرے کے سامنے سے ہٹ گیا۔

وہ مونی تھی۔ دبلی پتلی سی لڑکی۔ لیکن چہرے اور اوپری جسم کے برعکس اس کا نچلا جسم زیادہ پرگوشت تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا تھا۔

"ہیلو!" وہ مسکرائی۔

"ہیلو مونی۔ کیا وقت ہوا ہے؟"

"تین بجے ہیں جناب!" اس نے کھنک دار آواز میں کہا۔

"دن کے یا رات کے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دن ہی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"شکر ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "سلیمان بے کہاں ہے؟"

"گئے ہوئے ہیں۔ مجھ سے کہہ گئے تھے کہ آپ کا خیال رکھوں۔" مونی کی مسکراہٹ گہری ہو گئی ترکی خدوخال کی خوبصورت لڑکی تھی۔ میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"تو پھر تم نے میرا خیال رکھا تھا؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"دیکھ لیجیے یہیں بیٹھی تھی۔"

"خیال اتنی دور سے تو نہیں رکھا جاتا۔" میں اب عورت کے معاملے میں اناڑی نہیں تھا۔

"تو میں قریب آ جاتی ہوں۔" اس نے برجستہ جواب دیا اور کرسی اٹھا کر مسہری کے نزدیک لے آئی اور پھر ہنس پڑی۔

"اور قریب!" میں نے تشنہ نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مسہری اجازت نہیں دیتی۔"

"تو کرسی چھوڑ دو۔"

"کرسی آج کل کون چھوڑتا ہے؟ لیکن خیر بعض لوگوں کے لیے تو دنیا چھوڑ دی جاتی ہے۔" اس

کرسی سے اٹھ کر مسہری پر آتے ہوئے کہا۔ اور میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیے۔ میں بھول گیا تھا کہ مونی سلیمان بے کی پسند ہے۔ میں نے سلیمان بے کی ایک حرکت دیکھ لی تھی، لیکن گرم بستر، گرم عورت اس کے بعد کیا یاد رہتا ہے۔ میں سب کچھ بھول گیا۔ سلیمان بے، اور بہت سے، کوئی یاد نہ رہا۔ اوپر سے دبلی پتلی، نیچے سے تندرست یہ لڑکی مجھے یاد تھی۔ اور میں بھی اسے اپنے فن سے آشنا کر رہا تھا۔ دو فنکاروں کا بھرپور مقابلہ جاری رہا، ہار جیت کسی کو یاد نہیں تھی۔ ہار جیت یاد بھی نہیں رکھی جاتی اور دیوار گیر کلاک نے اپنی موجودگی کا اعلان کیا۔ اس نے چار بجائے تھے۔ میں نے چونک کر مونی کی طرف دیکھا اور پھر اسے آواز دی۔ "مونی!"

"ہوں۔" اس نے آنکھیں بند کیے کیے جواب دیا۔

"اٹھو بھئی سلیمان بے تمہیں میرا خیال رکھنے کے لیے کہہ گیا ہے۔"

"لیکن میں اب کسی کا خیال رکھنے کے قابل نہیں ہوں۔" مونی نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔ پرمزاح طبیعت کی مالک تھی۔ لیکن اب مجھے خیال ہو رہا تھا کہ کہیں سلیمان بے اس بات کو محسوس نہ کرے۔

"اٹھو مونی۔ اگر سلیمان بے واپس آ گیا تو کام بگڑ جائے گا۔"

"وہ دیر سے واپس آئے گا! اس کے علاوہ وہ فراخ دل انسان ہے۔ اس نے مجھے اجازت دی تھی کہ تمہاری ہر ضرورت پوری کروں۔" مونی نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔ اس کا شفاف سینہ میرے سامنے تھا۔ بڑے بے داغ جسم کی مالک تھی۔ اور کافی بے حجاب۔ میرے ہاتھ اس کے سینے پر رینگنے لگے۔

"بس بس جناب! میرا خیال ہے کہ اب مجھے آپ کی بجائے اپنا خیال رکھنا پڑے گا۔ ویسے آپ کو یاد آنا چاہئے کہ آپ نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا ہے!" وہ اٹھتے ہوئے بولی اور میں ہنس پڑا۔

"تم بہت دلچسپ ہو مونی۔ واقعی بہت دلچسپ۔"

"شکریہ۔" وہ بستر سے نکلتے ہوئے بولی اور پھر وہ مسخرے انداز میں اپنا لباس تلاش کرتی رہی۔ اس کی حرکتوں پر مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ بہرحال لباس پہننے کے بعد اس نے مجھے لباس پہننے کی تلقین کی اور بولی "کیا خیال ہے، کھانا لگواؤں؟"

"کھانا نہیں مونی! صرف ہلکا سا ناشتہ کروں گا۔ کھانا رات کو کھاؤں گا۔"

"باتھ روم وہ ہے۔" مونی نے اشارہ کیا۔ اور میں اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "آؤ۔" میں نے شرارت سے کہا اور اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ غسل کرتے ہوئے میں اس کے بارے میں سوچتا رہا اور مجھے ہنسی آتی رہی۔ اپنی طرز کی انوکھی لڑکی تھی۔ کتنی آسانی سے خود کو میرے حوالے کر دیا، زندگی کے اہم مرحلے سے گزر گئی، لیکن اس پر کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ظاہر ہے وہ بہلانے کا فن جانتی ہے۔ اپنی حیثیت سے واقف ہے۔ اور ضروریات زندگی میں جذبات کو نہیں داخل ہونے دیتی۔ اس کی پرمزاح فطرت اسے دوسروں سے مختلف کرتی ہے۔

"میں نے کہا جناب، نیند آ گئی کیا؟" تھوڑی دیر کے بعد مونی کی آواز سنائی دی۔ اور میں شرارت سے خراٹے لینے لگا۔ "میں بالکل چکر میں نہیں آؤں گی۔ اگر آپ کو واقعی نیند آ گئی ہے تو پھر سلیمان بے ہی آپ کو آ کر جگائیں گے۔ ویسے آپ کا سامان بلغاریہ سے منگوا لیا گیا ہے۔ اور آپ کا یہ لباس دروازے کے بالکل سامنے لٹکا ہوا ہے۔"

"اوہ مونی۔ کیا یہ تم ہو؟" میں نے اندر سے آواز دی۔

"ہوں نہیں تھی۔ اب تو میں جا چکی ہوں۔ ہاں جب آپ لباس تبدیل کر کے باہر آئیں گے تو ناشتے کے کمرے تک آپ کی رہنمائی کرنے آجاؤں گی۔" مونی کے قدم دروازے کی طرف بڑھ گئے اور ہنستا ہوا باہر نکل آیا۔ میں نے اپنا لباس اتارا اور پھر اسے پہن کر تیار ہو گیا۔ مونی شاید دروازے کے باہر موجود تھی۔ چنانچہ جونہی میں نے لباس تبدیل کیا اس نے دروازے میں سے اندر جھانکا۔

"کلفی کے پاٹ سے سوندھے دھوئیں کی لکیریں بل کھاتی ہوئی چھت کی طرف محو پرواز ہیں۔ چکن بادام کے سینڈوچز سے ہلکی ہلکی بھاپ نکل رہی ہے۔ اور انجیر کی ساس سفید پلیٹ میں سیال سونے کی طرح بکھری ہوئی ہے' ڈرائی فروٹس اور ادرک کی جیلی میز پر کسی کی منتظر ہے——— ایسے میں جو دیر کرے وہ قدرت کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا مذاق اڑاتا ہے۔"

میں ہنستا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا اور مونی نے سر جھکاتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ "اوہ——— ہیلو مسٹر نواز۔ تشریف لائیے۔"

"بہت شریر ہو مونی' عرصے تک یاد رہو گی۔" میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"آپ بھی مجھے عرصے تک یاد رہیں گے مسٹر نواز۔" مونی نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر ہولے ہولے کراہتے ہوئے کہا اور میں ہنس پڑا۔ ہم دونوں ناشتے کے کمرے میں آگئے۔ وہ میرے سامنے ہی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ بلاشبہ ناشتے کی میز پر بہت کچھ تھا۔ میں نے سینڈوچز لیے۔ انجیر کی ساس بہت لذیز تھی دوسری چیزیں بھی۔ تھوڑا کھانے کا ارادہ تھا لیکن زیادہ ہی کھا گیا۔ مونی بھی میرا ساتھ دے رہی تھی۔ ہاں وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"کیوں کیا بات ہے مونی؟"

"کچھ نہیں۔ ایک فلسفے پر غور کر رہی تھی۔"

"انسان دو صنفوں میں تقسیم ہے۔ مرد' عورت۔ دونوں ابتداء سے ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم رہے ہیں دونوں ایک دوسرے کی پسند ہیں۔ اگر یہ دونوں ایک دوسرے سے اس قدر متاثر نہ ہوتے تو زندگی قائم نہ رہ سکتی۔ انسان اکتاہٹوں کا شکار ہو کر خودکشی کر لیتا۔ مرد کے لیے ایک بھرپور عورت زیادہ دلکش ہوتی ہے۔ اور عورت کے لیے ایک بھرپور مرد۔ اگر ان دونوں میں سے کسی میں کوئی کمی ہو' زندگی پرکشش نہیں ہوتی۔ میں پتھر کے دور کے مرد کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ یقیناً" وہ دلکشی میں بے مثال ہو گا۔"

"کیوں پتھر کے دور کا مرد کیوں یاد آیا؟"

"آج اس کی جھلک دیکھی ہے۔" مونی نے جواب دیا اور مسکرانے لگی میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہ جانے تم میری تعریف کرنا چاہتی ہو یا مضحکہ اڑانا چاہتی ہو؟"

"مضحکہ نہیں نواز——— انسان تہذیب کے جتنے لبادے اوڑھتا جا رہا ہے' اس کی شخصیت چھپتی جا رہی ہے۔ بعض لوگ تو تہذیب کے غلافوں میں اتنے گہرے چلے گئے ہیں کہ سمجھ ہی میں نہیں آتے۔ میرا خیال ہے بستر پر' تم' ابتدائی مرد بن جاتے ہو۔ میری بے باکی معاف کرنا' صاف الفاظ میں اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے کی عادی ہوں۔ نیا نوجوان' خود کو عورت ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ نہ جانے کیوں' اور نہ جانے کونسی عورت اسے پسند کرتی ہے۔ شاید وہ جو خود مرد بننے میں کوشاں ہے۔ لیکن یہ جنسی اختلاف کون سا رخ اختیار کرے گا؟"

"ممکن ہے سیفو کا دور واپس آ جائے۔ لڑکے تالیاں بجانے کے علاوہ کچھ نہ کریں گے اور عورت سیفو بن جائے گی۔" میں نے کہا۔

"اور یہ بڑا بھیانک جنسی المیہ ہو گا۔ زندگی اکتاہٹوں کے غار میں جا پڑے گی۔ ممکن ہے یہ جنون دنیا کے خاتمے کا سبب بن جائے۔" اس نے پیالی میں چائے نکالتے ہوئے کہا اور میں اس خوبصورت ملازمہ کی سوچ پر غور کرنے لگا۔ اسی وقت دروازے پر سلیمان بے کی آواز سنائی دی۔

"آہا۔ انتہائی مناسب وقت پر پہنچا۔ بھوکا بھی ہوں اور تھکا ہوا بھی۔ چنانچہ یہ فیصلہ تم ہی کرو گی مونی کہ پہلے مجھے چائے پینی چاہیے یا کچھ کھا لینا چاہیے۔" سلیمان بے نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے مسٹر سلیمان بے۔ پہلے آپ کچھ کھا لیں' پھر چائے پی لیں۔" مونی نے کہا اور سلیمان بے پلیٹوں میں بچی کھچی چیزوں پر ہاتھ صاف کرنے لگا۔ پھر اس نے چائے کی تین پیالیاں چڑھائیں اور ایک زوردار ڈکار لے کر سیدھا ہو گیا۔

رپورٹ پیش خدمت ہے مسٹر نواز——— پولیس کے آدمیوں نے بلغاریہ کے اندر ڈیرہ ڈال دیا ہے۔ وہ تمہارے کمرے کی نگرانی کر رہے ہیں۔ بلقابہ کی عورتوں سے بھی چھان بین کی گئی ہے۔ اور جوزت شلازی' جو ایک پیشہ ور دلال ہے اور جو شاید تمہیں بلقابہ لے گیا تھا' کو پکڑ کر کافی مرمت کی گئی ہے بہرحال وہ کتوں کی طرح تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہیں اور کافی مشتعل ہیں۔ بعض جگہوں پر پولیس بھی خفیہ طور پر ان کی معاون ہے——— عام طور پر تمہیں اڈوں پر تلاش کیا جا رہا ہے۔ شاید وہ ابھی تک تمہارے بارے میں صحیح رپورٹ نہیں حاصل کر سکے ہیں۔" سلیمان بے نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ زندگی کا جمود ٹوٹ جائے گا' ان سے دو دو ہاتھ رہیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مونی——— برتن لے جاؤ۔ ہم تھوڑی دیر یہیں رک کر گفتگو کریں گے۔" سلیمان بے نے کہا اور مونی گردن ہلا کر باہر نکل گئی۔ "میں نے یمانی سے گفتگو کر کے اسے مفصل رپورٹ دی تھی۔ یہ اب سے تین گھنٹے قبل کی بات ہے ابھی پندرہ منٹ قبل یمانی نے پھر مجھ سے گفتگو کی' اس نے کہا کہ غلام سیٹھ ایران آیا ہوا ہے۔ پھر غلام سیٹھ نے بھی چند الفاظ کہے۔ اس نے ہدایت کی ہے کہ تمہیں بذریعہ ٹرین استنبول روانہ کر دیا جائے۔ دراصل انقرہ کی بہ نسبت استنبول زیادہ محفوظ ہے۔ وہاں غلام سیٹھ کی اپنی حیثیت بھی ہے اور پھر وہاں ہمارا اسٹاف خاصا شاندار ہے۔ ویسے غلام سیٹھ نے کہا ہے کہ تمہاری رائے بھی لے لی جائے۔ اگر تم کچھ اور پسند کرو تو اس کا احترام کیا جائے گا۔"

"ہوں۔" میں حالات پر غور کرتا رہا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے ہر بنس کے آدمیوں کی تو مجھے پرواہ نہیں ہے' میں ان سے نپٹ سکتا ہوں۔ لیکن غلام سیٹھ نے میرے لیے جو سوچا ہے بہتر وہی ہے۔ میں روانگی کے لیے تیار ہوں۔"

"میرے خیال میں بھی یہی مناسب ہے۔ استنبول میں گو ہر بنس کا اڈہ سب سے بڑا ہے۔ لیکن وہاں اس

کی طاقت محدود ہے' جب کہ ہم وہاں' یہاں کی بہ نسبت زیادہ طاقتور ہیں تو مسٹر نواز ــــــ اس بار آپ تھوڑا سا بہروپیہ بننا پڑے گا!"

"یعنی ــــــ؟" میں نے پوچھا۔

"نقلی داڑھی اور بالوں کی وگ۔ آپ ایک فرانسیسی ہپی کی حیثیت سے سفر کریں گے۔ استنبول جا کر آپ خود کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ ویسے ان دونوں چیزوں سے آپ کو الجھن تو نہیں ہو گی؟"

قطعی نہیں۔ ویسے میرا حلیہ ایران میں بدلا ہے۔ ورنہ میرے چہرے پر اور یجنل داڑھی تھی اور میں بھی نروان کی تلاش میں سرگرداں تھا۔"

"ونڈر فل۔ گویا آپ نے ان آوارہ گردوں کے ساتھ وقت گزارا ہے؟"

"کافی مسٹر سلیمان بے۔ ہاں مجھے ان گولیوں کی ضرورت بھی ہو گی جو نشہ نہیں ہونے دیتیں۔ ان حالات میں میں ان گولیوں سے کام چلاتا رہا ہوں۔ چرس وغیرہ تو پینی ہی پڑتی ہے۔"

"بہتر ہے۔ فراہم کر دی جائیں گی' اس کے علاوہ بھی جس چیز کی ضرورت ہو۔" سلیمان بے نے کہا۔

"ہاں میں اس زندگی کے لوازمات سے بھی واقف ہوں۔ دوست بنانے کے لیے کچھ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"میں اپنی طرف سے آپ کو چند ایسی نایاب چیزیں دوں گا کہ آپ یاد رکھیں گے!" سلیمان بے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے کب روانہ ہونا ہے؟"

"آج ہی رات کو۔ غلام سیٹھ نے یہی کہا تھا۔"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"

"ویسے مجھے افسوس ہے انقرہ میں آپ کی کوئی خاطر نہیں ہو سکی۔" سلیمان بے نے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ میں نے اسے بتانا مناسب نہیں سمجھا کہ اس کی سیکرٹری میری عمدہ خاطر کر چکی ہے۔ سلیمان بے کرسی سے اٹھ گیا۔ اور ہم دونوں گفتگو کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔ پھر سلیمان بے نے مجھے میرے کمرے میں پہنچا دیا اور خود میری روانگی کے انتظامات کرنے چلا گیا۔ میں ایک آرام دہ کرسی میں دراز ہو کر ان واقعات کے بارے میں سوچنے لگا۔ دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ انقرہ کی سڑکوں پر نکل جاؤں۔ ہربنس کے آدمیوں کو کھلا چیلنج دے دوں اور پھر ان سے آنکھ مچولی کھیلوں۔ لیکن بات میری ذات تک محدود نہیں تھی۔ غلام سیٹھ اور اس کے گروہ کو بھی مد نگاہ رکھنا تھا۔ میری وجہ سے ان لوگوں کو نقصان پہنچ جائے' جنہوں نے میرے اوپر ضرورت سے زیادہ بھروسہ کر لیا تھا۔ چنانچہ وہی ٹھیک ہے جو وہ چاہتے ہیں۔

میں اسی سوچ میں گم تھا کہ مونی اندر آ گئی۔ اس کے قدموں کی آہٹ پر میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ مونی کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔

"آؤ مونی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایک بات تمہیں بتانا بھول گئی تھی۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"انسان ازل سے احمق ہے۔ قدرت نے اسے گوشت کا ایک لوتھڑا دے کر اس پر بڑا ظلم کیا ہے۔ کاش

جسم کا کوئی اور عضو اس لوتھڑے کا بدل ہوتا۔ یا پھر قدرت نے اس بے کار سی شے کو اس قدر عجیب نہ بنایا ہوتا۔ یہ انسان کو کس قدر مجبور کر دیتی ہے۔ ہم اس کی وجہ سے کس قدر بے بس ہو جاتے ہیں۔ سلیمان بے نے بتایا ہے کہ تم آج ہی رات جا رہے ہو۔ خون کا یہ ڈھیر مجھے پریشان کر رہا ہے۔ اس نے میری مسکراہٹ کو مضمحل کر دیا ہے۔ اب میں اپنی مرضی سے نہیں مسکرا سکتی۔ ہاں اگر مجھے حکم ملے تو میں قہقہے لگاؤں گی۔ کیونکہ یہ میری ڈیوٹی ہو گی لیکن نہ جانے کب تک میں تمہیں یاد کرتی رہوں گی۔" اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔ اور میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے دھواں سا اٹھا' لیکن پھر اس پر ایک دبیز تہہ چڑھ گئی۔ بیزاری اور حالات کی تہہ۔

"گوشت کے اس لوتھڑے کو اپنا تابع کر لو مونی۔ زندہ رہنے کے لیے یہ عمل ضروری ہے۔ اس غلاظت کے ڈھیر کو خود پر مسلط نہ ہونے دو۔ یہ زندگی میں ایک رکاوٹ بن جاتا ہے۔ ہر سانس کو ایک قہقہہ سمجھو' ہر چہرے کو پرچھائیں خیال کرو۔ کسی شے کا کوئی وجود نہیں ہے۔ آنکھوں کے پردوں پر مختلف تصویریں آتی ہیں۔ نزدیک اور نزدیک پھر گم ہو جاتی ہیں۔ انہیں بھلاتی رہو۔ ورنہ زندگی بہت کٹھن ہو جائے گی۔"

"کوشش کروں گی نواز۔ وعدہ نہیں کرتی۔ اس کے بعد تمہارے سامنے نہ آ سکوں گی۔ بس ابھی اندر بغاوت ہے۔ کوئی غلط راستہ نہ دکھا دے' اجازت دو!" اس نے کرب سے کہا۔

"خدا حافظ مونی۔" میں نے خشک سے انداز میں کہا۔ مجھے اس کی بکواس پر غصہ آنے لگا تھا۔ کم بخت بکواس کر کے متاثر کرنا چاہتی ہے۔ اس دیوار کو ہلانا چاہتی ہے جس کی تعمیر میں میں نے ہزاروں کرب دفن کیے ہیں۔ جسے کھڑا کرنے کے لیے دیوانگی اپنانی پڑی ہے۔ دل چاہا اٹھ کر اس کے بال پکڑ لوں اور اس کی کمر پر ایک زوردار لات رسید کر دوں۔ لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ مونی خود ہی باہر نکل گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک طبیعت میں ہیجان رہا۔ ایک عجیب سا سناٹا ذہن میں گونجتا رہا۔ انوکھی آوازیں کانوں کے پردوں سے ٹکراتی رہیں۔ لیکن پھر میں نے ان آوازوں کی گردن دبا دی۔ انہیں موت کی نیند سلا دیا۔ اور آئندہ پیش آنے والے واقعات پر غور کرنے لگا۔

ہربنس آخر کیا سمجھتا ہے مجھے۔ کرائے کے ٹٹوؤں سے مجھے شکست دینا چاہتا ہے۔ میری قوت سے ناواقف ہے۔ گدھا کہیں کا' میرے دانت بھنچ گئے۔ ٹھیک ہے ہربنس' تجھے چھٹی کا دودھ یاد نہ دلا دوں تو نواز نام نہیں' اب میں خود تجھے تلاش کر کے ماروں گا۔ یہ میرا عہد ہے۔

رات کو تقریباً آٹھ بجے سلیمان بے واپس آیا۔ اس نے حسب معمول چہکتے ہوئے لہجے میں "ہیلو" کہا تھا۔ میں نے بھی خوش دلی سے اسے خوش آمدید کہا۔

"تیاریاں مکمل ہیں۔ رات کو ایک بج کر بیس منٹ پر استنبول جانے والی ٹرین آتی ہے۔ یہ ٹرین ارض روم سے آتی ہے اور ایک بیس پر انقرہ پہنچتی ہے۔ تمہارا بندوبست تھرڈ کلاس کمپارٹمنٹ میں کیا گیا ہے۔ سفر میں تکلیف تو یقیناً ہو گی۔ لیکن یہ ضروری تھا۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ میک اپ کا بندوبست ہو گیا ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مکمل! آؤ دیکھ لو!" سلیمان بے نے کہا اور میں اس کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔ ہم ایک اور کمرے میں آئے۔ یہاں ایک بڑی میز پر میرا سامان سجا ہوا تھا۔ باقی سب کچھ یہاں چھوڑ دینا تھا۔ ایک رنگین پتلون' رنگین بے جوڑ لیکن موٹی بشرٹ' پھٹی ہوئی لیکن گرم پوستین اور ایک میلا سا کمبل۔ ایک تھیلا' کھانے پینے

کی کچھ چیزیں۔ چرس پینے کا ایک چھوٹا حقہ اور ایک عمدہ سا پستول۔ "یہ ہے آپ کا اثاثہ۔" سلیمان بے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نیا نہیں ہے۔ طویل عرصہ اسی لباس میں گزار چکا ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس وقت داڑھی اصلی تھی اور اب نقلی ہو گی۔ ہاں داڑھی وغیرہ کہاں ہے؟؟"

"بہترین داڑھی اور وِگ مہیا کی گئی ہے۔" سلیمان بے نے ایک چوکور ڈبہ کھولتے ہوئے کہا' اور اس نے نقلی داڑھی اور سر کی وِگ نکال کر میز پر ڈال دی۔ میں آگے بڑھ کر اسے دیکھنے لگا۔ یقیناً شاندار اور خاص انداز میں بنائی گئی تھی۔ میں نے گردن ہلا دی۔

رات کے کھانے پر کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر ہم تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ نقلی داڑھی چہرے پر فٹ کی گئی' وِگ سر پر لگائی گئی اور میں نے آئینے میں خود کو دیکھا' اس کے بعد لباس بھی پہن لیا اور میں پھر انہیں آوارہ گردوں کے روپ میں آ گیا جن کے ساتھ کافی وقت گزر چکا تھا۔ پوری طرح تیار ہو کر میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ سلیمان بے نے رہائش گاہ کے عقبی دروازے پر مجھے خدا حافظ کہا۔ اس نے استنبول کے بارے میں مجھے ضروری ہدایات دے دی تھیں۔

ریلوے سٹیشن کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ مجھے کس بات کی پرواہ ہو سکتی تھی۔ ہر سانس ایک نئے ماحول سے آشنا ہوتا تھا۔ یہ تو زندگی ہے۔ ماضی کا ایک لمحہ یاد نہ رکھو۔ حال کے بارے میں سوچو۔ صرف حال کے بارے میں۔ ریلوے سٹیشن کا فاصلہ کافی تھا لیکن ایک آوارہ گرد کے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ میں چلتا رہا' یہاں تک کہ سٹیشن پہنچ گیا۔ بھانت بھانت کے لوگ مقامی' غیر مقامی۔ اپنی نسل کے بھی نظر آ رہے تھے۔ سردی سے کانپتے ہوئے' بے حال' مرجھائے ہوئے' میں نے ٹرین کے بارے میں معلوم کیا۔ ابھی ایک بجنے میں بیس منٹ باقی تھے گویا ٹرین آنے میں پورے چالیس منٹ تھے۔ بہرحال یہ وقت گزارنا تھا' دوسرے لوگوں میں جانا مناسب نہیں تھا' چنانچہ میں اپنے قبیلے کی طرف چل پڑا۔ جس نے سٹیشن ہی کے ایک کونے میں رنگ جما رکھا تھا۔ شاید سردی سے بچنے کے لیے جسم گرم رکھنے کا ایک یہی طریقہ تھا۔

چوری چھپے سگریٹ چل رہے تھے' لیکن اس بو کو کہاں لے جاتے جو دور دور تک کی خبر لا رہی تھی۔ میں بھی اداس سی شکل بنائے ایک دیوار سے ٹک گیا۔ تھیلا اور کمبل نزدیک ہی رکھ لیا تھا۔ کئی للچائی ہوئی نگاہیں میرے کمبل پر پڑ رہی تھیں۔ بہت سوں کو اس کی ضرورت تھی۔ لیکن میں اس وقت کسی کی ضرورت پوری کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے کسی کی طرف غور نہیں کیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

میرا ٹکٹ موجود تھا' اس لیے اس کی پرواہ بھی نہیں تھی' ہاں بس ٹرین میں جگہ حاصل کرنا تھی۔ بہرحال ایک مشکل کام تھا۔ چالیس منٹ گزر گئے۔ بہرحال ٹرین وقت پر آ گئی۔ لیکن ٹرین جونہی پلیٹ فارم پر پہنچی' نہ جانے کہاں سے انسانوں کے غول کے غول نمودار ہوئے اور ٹرین پر جھپٹے' اس وقت ذرا سی غفلت قنوطیت مشکل میں مبتلا کر سکتی تھی' چنانچہ میں بھی جانور بن گیا اپنا مختصر سامان اٹھائے میں ٹرین کے ایک ڈبے کی طرف لپک رہا تھا۔ لیکن ہر کھڑکی کے دوسری طرف انسانوں کی دیواریں چنی نظر آ رہی تھیں اور بہرحال انہیں دیواروں میں اپنے لیے کوئی سوراخ تلاش کرنا تھا۔ سچ مچ بے بسی کا احساس ہوا' لیکن اچانک کسی نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہے ——— ادھر' ادھر ———!" اور میں نے کھڑکی میں دیکھا' موٹی گردن اور جٹاؤں کی طرح بڑھے ہوئے بالوں والا ایک ہپی پیلے دانتوں کی نمائش کر رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ غالباً" وہ مجھ سے میرا سامان مانگ رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ میرے حلیئے کی وجہ سے وہ میری طرف متوجہ ہوا ہے' اور غالباً" اس کے پاس بیٹھنے کو سیٹ بھی ہے۔ میں نے جلدی سے کمبل اور تھیلا اسے تھما دیا جسے اس نے جلدی سے اندر کر لیا۔ لیکن کمپارٹمنٹ میں داخل ہونا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ میں دروازے کی طرف گیا' لیکن وہاں انسان شہد کے چھتے سے چپکی ہوئی مکھیوں کی طرح ایک دوسرے سے اٹکے ہوئے تھے۔ "آ جاؤ ——— آ جاؤ ———" میرے محسن نے آواز دی۔ اور میں بے بسی سے کھڑکی کی طرف لپکا' بلاشبہ میرا دوست طاقتور تھا' اس نے اپنے مضبوط بازوؤں سے تھام کر اندر گھسیٹ لیا۔ میری ٹانگیں کسی کے سر پر تھیں' جسم کسی کے اوپر' میک اپ سخت خطرے میں تھا اور خود میں بھی' لیکن بھلا ہو شریف آدمیوں کا' کسی نے احتجاج نہ کیا' البتہ کوشش کر کے میری ٹانگیں موڑی گئیں اور مجھے فٹ کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ میں کسی کی گود میں تھا لیکن اس کی شکل بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بہرحال ڈبے کے اندر آ چکا تھا۔ جب کہ دوسرے لوگوں کی جدوجہد ابھی جاری تھی۔ پھر گارڈ نے وسل دی اور ٹرین آہستہ آہستہ کھسکنے لگی۔ ٹرین نے کسی حد تک رفتار پکڑ لی تب کہیں جا کر سکون ہو سکا' میں اب پوری طرح فٹ تھا' لیکن بدستور کسی کی آغوش میں تھا۔ میں نے گردن گھما کر اس محسن کی شکل دیکھی جس نے مجھے اپنی آغوش میں پناہ دی تھی۔ اور ہکا بکا رہ گیا۔ وہ مرد نہ تھا' بلکہ ایک غیر معمولی طور پر توانا عورت تھی غالباً" اس ہپی کی ساتھی۔ اس کے ہونٹ پتلے پتلے اور سرخ تھے اور مجھے اس طرح اپنی گود میں رکھ کر وہ مسکرا رہی تھی۔

میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں ہپی کی طرف دیکھا' وہ بھی ہنس رہا تھا چنانچہ میں بھی بے بسی سے ہنسنے لگا۔

"گھبراؤ نہیں۔ ابھی تمہارے لیے جگہ بن جائے گی۔" اس نے انگریزی میں کہا تھا۔ "مجھے افسوس ہے!" میں نے معذرت کی اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"لوہو۔ بیٹھے رہو' بیٹھے رہو ——— ہمارے پاس سردی دور کرنے کا انتظام نہیں ہے' جبکہ سردی بہت ہے۔ اور پھر تمہارے اندر وزن تو ہے ہی نہیں۔" عورت نے کہا۔ اس کی آواز اس کے جسم سے قطعی مختلف تھی' سریلی اور شفاف تاہم مجھے کسی عورت کی گود میں بیٹھنا پسند نہیں تھا' اس لیے میں کھسک کر کھڑا ہی ہو گیا۔ لیکن عورت اس دوران کام دکھا چکی تھی۔ اس نے تھوڑا سا کھسک کر اپنے اور ہپی مرد کے درمیان جگہ بنا ہی لی۔ اور ہپی نے میرے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر مجھے اس جگہ میں فٹ کر دیا۔ اب میں اس انداز میں بیٹھا تھا جیسے وہ دونوں مجھے اغوا کر کے لے جا رہے ہوں۔ لیکن بہرحال غنیمت تھا۔ میں دروازے سے لٹکے ہوئے لوگوں کا حشر بھی دیکھ رہا تھا۔ جو ابھی تک کمپارٹمنٹ میں گھسنے میں ناکام رہے تھے۔

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں ہے ڈارلنگ۔" عورت کی سریلی آواز سنائی دی۔ اور میں نے اس کی شکل دیکھی۔ سرخی مائل شفاف چہرہ تھا۔ عمر کسی طور تیس سے زیادہ نہیں تھی۔ لمبے لمبے سنہرے بال' بڑی بڑی آنکھیں' لیکن جسم بے ——— فربہ تھا۔ بلاشبہ اس کی ایک ایک ران میرے پیٹ کی موٹائی کے برابر تھی۔ بڑا تندرست اور

ٹرین نے خاصا فاصلہ طے کر لیا۔ اب الفرہ کی روشنیاں گم ہو چکی تھیں۔ فی الحال میری جو پوزیشن تھی اس کے تحت میں کسی بھی سلسلے میں نہیں سوچ سکتا تھا۔ سوچ بچار تو تنہائی کے مشغلے ہیں اور تنہائی۔ اگر دونوں ستونوں کے درمیان پھنسے رہنے کو تنہائی کہا جا سکتا ہے تو شاید میں تنہا تھا۔

بہرحال ان لوگوں نے میرے اوپر احسان کیا تھا تو اس کی قیمت بھی ادا کرنا تھی' چنانچہ تعارف کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مرد کا نام کیگارو تھا اور عورت ثمن سارڈی تھی۔ میں نے اپنا نام فریڈرک بتایا تھا اور انہیں مختصر طور پر ایک کہانی گھڑ کر سنا دی تھی۔ وہ دونوں بھی بقول ان کے اشان بول جا رہے تھے۔

"افسوس ڈیر' میں تمہیں یہاں چرس نہیں پیش کر سکتا۔ ٹرین میں بیٹھے لوگ شور مچا دیں گے۔ پہلے بھی ہنگامہ ہو چکا ہے۔"

"آپ لوگ پیچھے سے آ رہے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں ارض روم سے۔" کیگارو نے جواب دیا' میں نے گردن ہلا دی۔ ظاہر ہے وہ پیچھے سے ہی آ رہے ہوں گے' ورنہ یہ جگہ کہاں سے حاصل کر سکتے تھے' "تمہارے پاس کمبل ہے' کیوں نہ اسے کھول کر ہم تینوں اوڑھ لیں میدانوں کی سردی بہت شدید ہے۔" عورت نے کہا اور میں نے اخلاقاً" زور زور سے گردن ہلا دی۔ مرد نے ہنستے ہوئے کمبل کھول لیا تھا۔ عورت نے اسے گردن تک اوڑھ لیا۔ میں تو درمیان میں ہونے کی وجہ سے ڈھکا ہی ہوا تھا۔ یوں بھی ان دونوں کے درمیان سردی لگنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ دوسرے سرے کو کیگارو نے لپیٹ لیا' اور پھر اس نے جیب سے ایک ڈبیہ نکالی جس کے اوپری حصے پر ایک شیشہ لگا ہوا تھا۔ غالباً" کسی افغانی کی نسوار کی ڈبیہ تھی۔ اس نے ڈبیہ میں سے تین ننھی ننھی گولیاں نکالیں۔ ایک مجھے پیش کی' ایک عورت کو اور تیسری اپنے منہ میں ڈال لی۔ پہلے تو کوئی اندازہ نہ ہو سکا' لیکن جب گولی منہ میں گھلی تو چودہ طبق روشن ہو گئے۔ غالباً" افیون تھی' جو وقت گزاری کے طور پر استعمال کی جا رہی تھی——— کڑواہٹ کی وجہ سے منہ کی میں انگلی ڈال کر گولی تلاش کی۔ جو کچھ دیر نکال کر پھینک دی لیکن کڑواہٹ تو پیٹ تک اتر گئی تھی۔

بہرحال کیا کہتا' ان محسنوں' سے جنہوں نے اپنی دانست میں بہرحال مدارات کی تھی۔ جب تک منہ کی حالت خراب رہی' دل ہی دل میں ان دونوں کو برا بھلا کہتا رہا۔ کیگارو نے سکون سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس کی ساتھی دیونی البتہ جاگ رہی تھی اور شاید افیون کے سرور میں تھی۔

کمپارٹمنٹ کے دوسرے مسافروں نے بھی بہرحال حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا اور جس طرح بھی جگہ ملی تھی ایک دوسرے پر چن گئے تھے۔ دروازہ خالی ہو چکا تھا' لیکن صورت حال یہ تھی کہ باتھ روم میں بے شمار افراد ایک دوسرے پر دراز تھے' اور اگر کسی کو رفع حاجت کی ضرورت ہو تو صبر و شکر کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ فرش اور لباس کا جو بھی حال ہو! میری زندگی تو گوناگوں واقعات سے پر تھی' اچھے اور برے لمحات سے پوری طرح آشنا' چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہی میں نے اس دن کی تکلیفات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ منزل آئے گی اور یہ برا وقت بھی گزر جائے گا لیکن بات یہیں تک محدود نہیں تھی۔ سمندر میں طوفان آ رہا تھا۔ گوشت کی چٹان تھلتھلا رہی تھی۔ کمبل کے نیچے جب ایک بھاری وزن میری ران پر آ پڑا تو میں اچھل پڑا' دیونی کی آنکھیں بند تھیں' اس لیے میں نے اسے اتفاق سمجھا' بہرحال یہ بوجھ ناقابل برداشت ہم نہیں تھا۔ اس کے باوجود اس اتفاق کو قبول کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ کمبل اور سردی صرف ایک بہانہ تھی اس کی آڑ میں!

اور اچانک یہ شبہ یقین میں بدل گیا۔ ہاتھ اور کچھ آگے بڑھ آیا تھا اور اب قابل اعتراض حدود میں پہنچ گیا تھا۔ ایک دم جھرجھری سی آ گئی' بھیانک صورتحال تھی' بیٹا نواز——— آج تک خود کو بڑا مرد میدان سمجھتے رہے ہو۔ بڑے عیاش طبع اور عورت پرست بنتے رہے ہو۔ آج بھگتو! میں نے دل ہی دل میں سوچا اور انکھیوں سے دیونی کی طرف دیکھا۔ اس کے پتلے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں پھیلے ہوئے تھے' اور ہاتھ——— اس کے بارے میں کچھ کہنا ہی فضول ہے' کیونکہ وہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی میں نے اپنے آپ کو ٹٹولا۔ کیا میں اتنا ہی گر گیا ہوں کہ عورت نام کا گنبد بھی قبول کر لوں۔ لیکن اس وقت صورتحال عجیب تھی۔ گنبد حرکت کر رہا تھا۔ اور اگر میں نے ان حرکتوں سے اجتناب کیا تو نتیجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ جس کھڑکی سے مجھے اندر داخل کیا گیا تھا' اسی کے ذریعے چلتی ٹرین سے باہر پھینک دیا جائے' اور یہ کام ان دونوں کے لیے مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا' اور اس نے میرا وہ حال کیا کہ خدا کی پناہ' ایک بار پھر ڈرتے ڈرتے اس کی جانب دیکھا' تو وہ نیم وا آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی' اس کی نگاہوں میں بے چینی تھی' جیسے کہہ رہی ہو "کیسے جوان مرد ہو' حسن خود تمہاری طرف مائل ہے وہ تمہیں شہہ دے رہا ہے' اور تم ابھی تک خاموش ہو!" اسے کیا معلوم تھا کہ اس "حسن" سے میری روح فنا ہو رہی ہے۔

لیکن قسمت میں جو لکھا ہے' پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ جب مجھے مائل کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں' تو جارحیت کا دور شروع ہو گیا اور کمبل کے نیچے سے میری کلائی آہنی گرفت میں جکڑ لی گئی۔ ایک جھٹکے سے مجھے اپنی طرف کھینچا گیا۔ اور میرا ہاتھ مکھن کے ڈھیر سے ٹکرایا۔ شاید اس نے اپنا نچلا جسم کسی طرح عریاں کر لیا تھا۔ آنکھوں میں تارے ناچنے لگے۔ ہر بنس کے آدمیوں کا خطرہ مول لے سکتا تھا اگر اس "خطرہ عظیم" کا امکان ہوتا۔ لیکن بہرحال اب پھنس گیا تھا کوئی نئی مصیبت مول لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس لیے اس مصیبت کو بھگتتا رہا۔ دل کو ایک عجیب سی کراہیت کا احساس تھا' لیکن اس احساس کا اظہار زندگی کے لیے خطرہ بن سکتا تھا۔ کم بخت نے پوری رات سونے نہیں دیا۔ دانت پیس پیس کر ڈبے میں ٹھنسے ہوئے لوگوں کو دیکھتی رہی۔ سوچ رہی ہو گی کہ کاش وہ نہ ہوتے لیکن یہ تو میرا دل ہی جانتا تھا کہ ان کی موجودگی سے مجھے کتنی تقویت تھی۔ بہرحال یہ بھیانک رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ وہ رات کے آخری پہر میں مایوس ہو کر سو گئی۔ اس کا ساتھی بدستور سو رہا تھا۔ لیکن میری آنکھوں میں نیند کہاں تھی' مجھے خطرہ تھا کہ کہیں وہ پھر نہ جاگ جائے' اور بے کاری کا "شغل" شروع کر دے۔

لیکن وہ صبح تک سوتی رہی' آخری پہر میں میری پلکیں بھی ایک دوسرے سے جڑ گئیں۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری۔ اس کا احساس آنکھ کھلنے کے بعد ہوا تھا۔ آنکھوں میں مرچیں سی بھری ہوئی تھیں۔ سب سے پہلے کیگارو پر نظر پڑی' اس نے کمبل اتار دیا تھا۔ اور شیشہ گرا دیا تھا۔ پھر رات کے بھیانک واقعات کا تصور کر کے گھبرائے ہوئے انداز میں ثمن سارڈی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی رات بھر کی جاگی ہوئی تھی' اس لیے آرام سے سو رہی تھی۔ کمبل کے نیچے پہلے اپنا' اور پھر ٹٹول کر اس کا لباس برابر کیا۔ زندگی کو شدید خطرہ لاحق تھا۔ کیگارو کنگال بھی نہیں معلوم ہوتا تھا' جو سب چلنے دیتا۔ پھر اس نے خود پر سے کمبل سمیٹ کر صرف سارڈی کے اوپر ڈال دیا۔

"ہیلو!" کیگارو نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور میں بھی خوش اخلاقی سے مسکرا دیا۔ "ہم

استنبول کے قریب ہیں۔" اس نے کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور مجھے ایک ہلکی سی خو
احساس ہوا۔ ہوا اندر آ رہی تھی اور اس میں سمندر کی سیل رچی ہوئی تھی۔ دور افق پر ایک نیلی لکیر ابھ
تھی۔ گاڑی کی رفتار کسی حد تک تیز ہو چکی تھی۔ پھر سرسبز کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا' جلتی ہوئی آنکھ
کو سبزے نے ایک عجیب سا سرور بخشا اور میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس سمت کھیتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور
مرمرا کا پانی ریل کی پٹڑی سے آلگا۔ دوسری طرف نہ جانے کیا تھا' آدمیوں کی دیوار کے اس پار دیکھنا ناممکن
میں سے تھا۔

پھر گاڑی کی رفتار سست ہونے لگی' حیدر پاشا کا سٹیشن قریب آ رہا تھا۔

"مسٹر فریڈرک" کیگارو کی آواز نے چونکا دیا۔ اور میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "استنبول
بار آئے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"بس تو پھر ساتھ رہے گا۔ میں یہاں تیسری بار آیا ہوں۔ یہاں سے بخوبی واقف ہوں۔" اس نے
فیصلہ کر لیا۔ ایک لمحے کے لیے تو روح فنا ہو گئی۔ لیکن پھر سوچا' استنبول میں اگر اسی کے ساتھ ابتداء کی
تو کیا برا ہے۔ بھاگنا ہو گا تو جب دل چاہے گا بھاگ جاؤں گا۔ کم از کم ماحول ہی دیکھ لوں۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" کیگارو نے پوچھا۔

"کچھ نہیں ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔" میں نے جلدی سے گردن ہلائی۔

"جیب کی کیا پوزیشن ہے؟" اس نے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے پوچھا۔

"پیسے موجود ہیں ——— اور بھی بہت کچھ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔ میرے پاس زیادہ پیسے نہیں ہیں۔ لیکن فکر مت کرو' جو کچھ تمہارے پاس ہے مجھے
دینا' دوگنا کر کے واپس کر دوں گا۔ اور میرا بھی کام بن جائے گا۔

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے کہا۔

"ابھی نہ سمجھو۔ سمجھ جاؤ گے۔ بس میرے اوپر اعتماد کرنا۔ بے ایمان آدمی نہیں ہوں۔ دوستوں کا
دوست ہوں۔ اور دشمنوں کا سب سے بڑا دشمن۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر کیگارو۔ مجھے بھی دوست پاؤ گے۔" میں نے کہا اور وہ زور زور سے ہنسنے لگا۔
پاشا کا سٹیشن آ گیا۔ اور مسافر اترنے کی تیاری کرنے لگے۔ "سارڈی' سارڈی!" کیگارو نے سوئی
ہوئی شیر کو جگا دیا اور وہ صورت حال معلوم کر کے جلدی جلدی خود کو سمیٹنے لگی' اور پھر جب وہ کھڑی ہوئی
نے اسے غور سے دیکھا۔ بلا مبالغہ سوا چھ فٹ قد تھا اور میں نے جس قدر اسے سمجھا تھا' اس قدر نہ تھی
کا جسم موٹا ضرور تھا' لیکن ناموزوں ہرگز نہیں تھا۔ پیٹ سڈول ہی تھا' البتہ باقی جسم پلا ہوا تھا' یہی
کیگارو کی تھی۔ اتنا ہی لمبا وہ بھی تھا اور وہ بہترین جسم کا مالک تھا۔ ان دونوں کے سامنے میں احساس
کا شکار ہو گیا۔ کمپارٹمنٹ سے اترنے کے لیے ان دونوں کی سیدھ اختیار کی اور کوئی دقت نہ ہوئی۔
لوگ خود حفاظتی پر عمل کرتے ہوئے انہیں راستہ دے رہے تھے۔ ویسے ہپیوں کا ایسا عظیم الشان جو
کبھی نہیں دیکھا تھا! وہ تو سوکھے' دبلے پتلے اور مدقوق سے ہوتے تھے' لیکن یہ جوڑا تو جیسے ان کا

باسفورس کی لہریں چھپاک چھپاک ریلوے سٹیشن کی سیڑھیوں کو چھو رہی تھیں۔ دوسری سمت اسٹیمر کھڑے ہوئے تھے۔ ریلوے سٹیشن کے ہی ایک کونے میں سٹیمر سٹیشن بھی تھا' جہاں سے ٹکٹ ملتے تھے' کیگارو نے خود ہی میرا ٹکٹ بھی خرید ا اور مجھے ممنون احسان کر دیا۔ سارڈی نے میرا بازو پکڑ لیا۔ اس کی پسندیدگی اب بھی برقرار تھی۔ نہ جانے کیگارو جیسے گرانڈیل شخص کے سامنے مجھ جیسے مرغ پر اتنی عنایت کیوں تھی۔ یہ بات اس وقت میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ ہم ایک اسٹیمر میں اتر گئے۔ دوسرے مسافر بھی جلدی جلدی اسٹیمر میں کود رہے تھے۔ اور پھر جب سواریاں پوری ہو گئیں تو اسٹیمر کا بھونپو کریہہ آواز میں چیخا۔ اور پھر وہ گھوم کر آگے بڑھنے لگا۔ ہم ایشیاء سے جدا ہو رہے تھے۔ دوسرے کنارے پر یورپ تھا۔

گنبدوں اور میناروں کا شہر استنبول۔ ایک عظیم تاریخ کا حامل ماضی کا بازنطائن' قسطنطنیہ اور حال کا استنبول۔ استنبول کے بارے میں جو تھوڑی بہت معلومات تھی' وہ میرے ذہن میں چکرانے لگی' اور چند ساعت کے لیے میں ماحول سے بے خبر ہو گیا۔ کیگارو اور سارڈی بھی خاموشی سے آبنائے باسفورس میں دوڑتی ہوئی مسافر بردار کشتیاں' سامان سے لدے ہوئے بیڑے' مچھیروں کی لاتعداد کشتیاں' دنیا کے ہر کونے سے آئے ہوئے تجارتی جہاز دیکھ رہے تھے۔

سمندر کی گہما گہمی قابل دید تھی۔ استنبول ابھر رہا تھا۔ آیا صوفیہ کا عظیم الشان گنبد' احمد مسجد کے چھ نیلے مینار' ترک سلطان کا محل سرا' شاخ زریں پر پل انعلطه اور اس جنگل میں سینکڑوں پتلے پتلے مینار ہر سو بکھرے ہوئے تھے۔

سمندر کا حسین سفر دس منٹ میں ختم ہو گیا۔ اور ہم استنبول میں داخل ہو گئے۔ درحقیقت اس پورے سفر میں' مجھے استنبول میں قدم رکھتے ہوئے ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوا تھا۔ یہاں کا ماحول بے حد پراسرار اور رومانی تھا۔ ہر طرف زندگی کی گہما گہمی' بھانت بھانت کے لوگ' سڑک گردی کرتے ہوئے' دنیا سے بے خبر' ایسا لگتا تھا جیسے ساری دنیا اس چھوٹے سے شہر میں سما گئی ہو۔ یا یہ کوئی بہت بڑی نمائش ہو' جہاں دنیا نے اپنے اپنے ملکوں کے لوگ بطور نمونہ بھیجے ہوں۔

سارڈی اس طرح میرا بازو پکڑے ہوئے تھی جیسے موقع ملتے ہی میں بازو چھڑا کر بھاگ جاؤں گا۔ ہم یہاں تنہا نہیں تھے۔ ہماری نسل کے بے شمار لوگ نظر آ رہے تھے۔ ایک دوسرے سے لاپرواہ' اپنی دھن میں مست' فٹ پاتھوں پر بیٹھے ہوئے' دیواروں سے لگے ہوئے' پل غلطہ کو پار کر کے سٹیشن والی سڑک سے ہوتے ہوئے ہم آگے بڑھتے رہے' سارڈی اب بھی میرا بازو پکڑے ہوئے تھی اور کیگارو آگے آگے چلا جا رہا تھا۔

میں نے سارڈی کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا دی۔ میں نے آہستہ سے اس سے اپنا بازو چھڑا لیا اور اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں سارڈی؟" بالآخر میں نے پوچھا۔ "آئن بگ کے پاس۔" سارڈی نے جواب دیا۔

"یہ کون ہے؟"

"کیگارو کا دوست۔ یاروں کا یار' وہاں سب کچھ موجود ہے۔ جس چیز کی خواہش کرو حاضر۔"
... ومتے ہوئے کہا۔

"خوب!" میں نے بے بسی کی سانس لی۔ اچھا پھنسا تھا ان دونوں میں۔ اگر چاہتا تو اپنا سامان سنبھال کر دوڑ لگا سکتا تھا۔ یقیناً" یہ وزنی جوڑا مجھے پکڑ نہیں سکتا تھا۔ لیکن اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔ استنبول میں داخلہ ہی دلچسپ ہوا تھا۔ ایک تفریح یہ بھی سہی۔ ایک آدھ دن ان لوگوں کے ساتھ بھی گزار لیا جائے' میں پیدل چلتا رہا۔

"ابھی کتنا فاصلہ اور باقی ہے؟" کیگارو کو نہ رکتے دیکھ کر میں نے پوچھا۔

"بس تھوڑی دور اور۔" سارڈی نے جواب دیا۔ اور یہ تھوڑی بھی بہت معلوم ہوئی۔ تن بہ تقدیر چلتا رہا' اور پھر ایک پرانے طرز کی عمارت کے علاقے میں ہم پہنچ گئے۔ کیگارو کو سڑک چھوڑ کر ایک مکان کے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔ دروازے پر "ہپوان" کا چھوٹا سا بورڈ آویزاں تھا۔ کیگارو نے دروازے کو دھکیلا اور بے تکان اندر داخل ہو گیا۔ سارڈی نے بھی پیچھے رک کر مجھے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ اور میں بھی اندر پہنچ گیا۔ لیکن اندر قدم رکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔ باہر سے چھوٹا سا نظر آنے والا یہ مکان اندر سے نہ جانے کیا تھا۔ دروازے سے دوسری طرف ایک بڑا سا میدان تھا۔ ہاں اسے میدان ہی کہنا مناسب تھا' صحن تو چھوٹی سی چیز ہوتی ہے۔ یہ میدان کافی وسیع و عریض تھا۔ اس میں جا بجا درخت لگے ہوئے تھے' جن کی شاخوں نے چھت کا کام سنبھال لیا تھا' اور اس پورے صحن میں غول بیابانی بکھرا ہوا تھا۔ بے شمار ہپی مرد عورتیں پڑے ہوئے تھے۔ ان کے مختصر سامان ان کے ساتھ تھے۔ چرس اور گانجے کی ناگوار بو۔ سلفے کا دھواں اور نہ جانے کیا کیا خرافات۔

ہم اس صحن کو عبور کر کے اور دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ اس صحن کے چاروں طرف کمروں کے دروازے تھے۔ بوسیدہ' ایک دھکے سے باہر آ پڑنے والے' لیکن جس دروازے سے ہم داخل ہوئے وہ کسی قدر مضبوط تھا۔ کیگارو نے اسے کھولا۔ اور اس کے پیچھے ہم دونوں بھی اندر پہنچ گئے۔ ایک لمبا چوڑا سا کمرہ تھا' جس میں ایک بڑا کاؤنٹر لگا ہوا تھا اور کاؤنٹر کے سامنے ہپیوں کی لمبی لائن لگی ہوئی تھی۔ منشیات تقسیم ہو رہی تھیں۔ کاؤنٹر کے عقب میں کئی آدمی موجود تھے۔ ایک میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی پر ایک مضبوط جسامت کا آدمی جس کا سر انڈے کے چھلکے کی طرح شفاف تھا' اور چہرے پر داڑھی مونچھوں کے علاوہ بھنووں کا بھی وجود نہیں تھا۔ آرام سے دراز تھا۔

"ہے۔ آئن بگ۔" کیگارو نے آواز لگائی۔ اور اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ پھر اس کے سپاٹ چہرے پر ایک نمایاں تغیر پیدا ہوا' بغیر پلکوں اور بھنووں والی آنکھوں میں ایک تیز چمک لہرائی' اور وہ اس طرح کرسی سے اٹھ گیا' جیسے سپرنگ نے اچھال دیا ہو۔

"اوہ ——— گاڈ ——— کیگارو۔" وہ طوفان کی طرح جھپٹا' اور دوڑ کر کیگارو سے جا لگا۔ خاصے تن و توش کا آدمی تھا۔ کیگارو نے اسے سینے سے بھینچ لیا۔

"سارڈی ———!" اس نے دوسرا نعرہ لگایا' اور پھر سارڈی سے بھی وہ اسی انداز میں لپٹ گیا۔ سارڈی اس کی کمر تھپک رہی تھی۔

"کیسے ہو؟" کیگارو نے پوچھا۔

"فرسٹ کلاس' یہ کون ہے؟" آئن بگ نے میری طرف دیکھا۔

"فریڈرک ——— اپنا دوست!"

"ہیلو۔" آئن بگ نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس کمبخت کا ہاتھ بھی فولادی تھا۔ وہ ہم تینوں کو لے کر کاؤنٹر سے ملحق ایک اور کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں ایک لمبی میز اور چند کرسیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

"بوزل!" وہ میز پر ہاتھ مار کر دھاڑا۔ اور ایک دبلا پتلا آدمی اندر گھس آیا۔ "سامان اٹھا کر تیرہ نمبر میں لے جاؤ!" اس نے ہمارے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ بوزل نے میرا کمبل اٹھایا۔ کیگارو اور سارڈی کے تھیلے اور بستر بغل میں دبائے اور آخری تھیلا ہاتھ میں پکڑے ہوئے باہر نکل گیا۔

"بیٹھو۔ بیٹھو کیگارو۔ میں تمہاری واپسی کا منتظر تھا۔ کیسا سفر رہا؟"

"بہت عمدہ۔ بہت حسین!" کیگارو نے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ارض مقدس دیکھا؟"

"ہاں نیپال دنیا کا عظیم ملک ہے اور وہاں کی حکومت دنیا کی سب سے رحم دل حکومت۔ جس نے کھٹمنڈو کو انسانیت کے پرستاروں کے لیے وقف کر دیا ہے۔ وہاں انسانیت آزاد ہے۔ ہری رام' ہری کرشنا کے سروں پر زندگی ہوا کے دوش پر رواں دواں ہے۔ ترلوکا کی تعمیر کی ہوئی جنت عظیم ہے۔ ہری شنکر' ہری اوم۔" کیگارو نے عقیدت سے کہا۔

"ترلوکا۔" میں نے ذہن میں نام دہرایا۔ یہ نام ہپیوں میں بہت مقبول تھا۔ کیا اس شخصیت کا کوئی وجود ہے۔ اگر ہے تو یہ کون ہے۔ یونہی چند سوالات ذہن میں ابھرے تھے۔ لیکن ایسے نہ تھے جن کے جواب کے لیے میں بے چین ہوتا۔ وہ لوگ مختلف باتیں کرتے رہے اور میں خاموش تھا۔

"کیگارو۔" سارڈی نے منمناتی آواز میں کہا۔ "میں رات بھر کی تھکی ہوئی ہوں۔" "اوہ ہاں۔ تم آرام کرو سارڈی۔ تم بھی جاؤ فریڈرک' میں تو ابھی دیر تک آئن بگ سے بات چیت کروں گا۔ پورے ڈیڑھ سال بعد اس سے ملاقات کر رہا ہوں۔"

"اوکے بگ۔ رات کو ملاقات ہو گی۔ آؤ ڈیر۔" سارڈی نے بے تکلفی سے میرا بازو پکڑ لیا اور میرے دل میں ایک دم ایک عجیب سا خوف جاگ اٹھا۔ سارڈی کی رات کی حرکتیں یاد آ گئی تھیں۔ اس کی بے چینی یاد آ گئی تھی۔ اور اب وہ مجھے کسی کمرے میں لے جا رہی تھی جہاں ہم سب کا سامان پہنچ چکا تھا! "مارے گئے۔" میں نے دل میں سوچا۔ اور پھر خود بخود ہنس پڑا۔ سارڈی کمرے سے نکل آئی تھی۔ اور میں بلی کے منہ میں دبے ہوئے چوہے کی مانند اس کے ساتھ تھا' جو کسی مناسب جگہ بیٹھ کر اسے کھانا چاہتی تھی۔ بہرحال تجربہ ہی سہی۔ میری زندگی ہی تجربات کا نچوڑ ہے۔ میں اس کے ساتھ چلتا ہوا صحن میں نکل آیا۔ سارڈی نے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ اور وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہے۔ تیرہ نمبر کدھر ہے؟" اس نے پوچھا۔

"وہ سامنے مادام۔" اس نے سارڈی کے تن و توش سے مرعوب ہوتے ہوئے کہا۔ ہم نے قریب پہنچ کر دیکھا۔ کمروں کے دروازے پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ دوسرے کمرے بھی آباد تھے۔ شاید یہاں متمول ہپی قیام کرتے تھے' جو کنگال ہوتے تھے اور صرف منشیات خرید سکتے تھے' ان کے لیے صحن میں انتظام تھا۔ ان کے قیام کا شاید ان سے کچھ چارج نہیں کیا جاتا تھا۔ کمروں میں قیام کے یقیناً" چارجز ہوں گے۔"

بہرحال سارڈی نے تیرہ نمبر کمرے کا دروازہ کھولا' پہلے مجھے اندر دھکیلا' اور پھر خود اندر داخل ہو گئی۔

درمیانے سائز کا کمرہ تھا' جہاں بوسیدہ مسہریاں پڑی ہوئی تھیں۔ ان پر میلے کچیلے بستر بھی تھے۔ ایک الماری تھی۔ ایک میز تھی' جس پر ایک چھوٹا سا الیکٹرک سٹوو اور کچھ دوسرے برتن موجود تھے۔ سارڈی نے بدستور جارحانہ انداز میں کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر وہ میری طرف مڑی' مجھے دیکھ کر مسکرائی اور اپنے سامان کی طرف بڑھ گئی۔ اپنے تھیلے سے اس نے چرس کا ایک پیکٹ نکالا' دو لمبی نلکیاں نکالیں اور ماچس وغیرہ نکال کر تیار ہو گئی۔ دو نلکیوں کا مقصد میں سمجھ گیا تھا' وہ خالص چرس پینا چاہتی تھی' تمباکو کے بغیر۔ طا... ہے دیر سے چھٹی ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے احتیاط سے جیب سے ننھی سی گولی نکالی اور زبان کے نیچے دبا لی۔ سارڈی نے بڑے خلوص سے چرس کی گولی نلکی میں رکھی' اور اسے ہونٹوں میں دبا لیا' پھر اس نے ماچس نکال کر گولی کو آگ لگائی اور ایک تیز شعلہ بلند ہوا۔ سارڈی نے گاڑھا دھواں منہ سے اگل دیا' کمرے میں ناگوار بو پھیل گئی۔ اس نے نلکی مجھے پیش کر دی اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور نلکی لے مسہری پر بیٹھ گیا' سارڈی دوسری نلکی سلگانے لگی' یکے بعد دیگرے اس نے چار گولیاں سلگائیں' میری تو بھی تین تک پہنچ چکی تھی۔

سارڈی کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہو گئی تھیں' چوتھی گولی کے بعد وہ سیر ہو گئی۔ اور میری طرف دیکھ کر لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں بولی "اور دوں ڈارلنگ؟"

"نہیں شکریہ سارڈی ڈیر۔" میں نے نشے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ حالانکہ مجھے نشے کا نام بھی تھا۔ اس نے نلکی زمین پر ڈال دی اور پھر کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر عجیب خوفناک نگاہوں سے گھورنے لگی! میں مسہری پر بے وقوفوں کی طرح بیٹھا ہوا تھا' اچانک سارڈی پر ہیجان طاری ہو گیا۔ اس وحشیانہ انداز میں اپنا اوپری لباس نوچ کر پھینک دیا' اور اکھاڑے میں اترنے والے کسی پہلوان کی طرح ہلانے لگی۔ اس کا عظیم الشان بدن عجیب انداز سے ہل رہا تھا' نہ جانے یہ کس قسم کا رقص تھا یا کوئی مخ... قسم کی ورزش——! لیکن بعد میں ثابت ہوا کہ نہ یہ رقص تھا نہ ورزش' بلکہ بات کچھ اور ہی تھی انداز میں اس نے اپنا زیریں لباس بھی اتار دیا' اور پھر——اس کے جسم پر کچھ باقی نہ رہا۔ میں پاگلوں کی طرح اس گوشت کے پہاڑ کو دیکھنے لگا۔ عورت کی یہ قسم میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ لیکن ابھی سوچنے بھی نہ پایا تھا کہ یہ پہاڑ میرے اوپر ٹوٹ پڑا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی بھاری سی چٹان میرے پڑی ہو۔ اس چٹان کے نیچے میرا دم گھٹ رہا تھا۔ لیکن بس محسوس کر رہا تھا' میرا لباس نہ جانے کب میرے جسم سے جدا ہو گیا اور پھر چٹان نے مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ مجھے گھورتی رہی دوبارہ حملہ آور ہو گئی اور یہ حملہ پہلے سے بھی شدید تھا۔ لیکن اب میں نے چار و ناچار' خود بھی اس میں شریک ہونے کا فیصلہ کر لیا' میں نے محسوس کیا تھا کہ میری بے حسی سے وہ بددل ہونے لگی ہے سانڈنی بگڑ گئی تو ہڈیاں پسلیاں تلاش کرنی پڑیں گی۔

لیکن بلا مبالغہ عرض کر دوں——بظاہر یہ سانڈنی' اصل میں ایک دلکش ترین عورت نکلی قسم کی عورت کا تجربہ رکھتا ہوں۔ لیکن اس عمر کی' اس تن و توش کی' اس قدر دلکش عورت کا تصور کیا جا سکتا تھا۔ اور مجھے احساس ہوا کہ بلاوجہ میں اس سے خوفزدہ ہوتا رہا تھا۔ وہ تو ایک عام عورت کی تمام رعنائیوں' تمام دلکشیوں سے معمور' میں بھی اس کے لیے ایک بھرپور مرد تھا' جس اس کے انداز سے ہو رہا تھا۔ لیکن یہ سب کیا تھا' یہ میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آ سکا تھا۔ سارڈی

اب بے حس ہو کر رہ گیا تھا۔ میں نے یہاں بھی فتح کے جھنڈے گاڑ دیے۔ اور خود کو فاتح سمجھنے لگا۔ میری مفتوحہ نڈھال پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں' لیکن وہ جاگ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ابدی سکون تھا اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ میں آنکھیں کھولے اسے دیکھتا رہا۔ بلاشبہ جسمانی طور پر وہ ایک یادگار عورت تھی۔ اب تک میں اس سے خوفزدہ تھا۔ لیکن خوف کی تو کوئی وجہ نہیں تھی۔ بلاوجہ!

"فریڈرک——" اس نے آنکھیں بند کیے کیے مجھے پکارا۔

"ڈارلنگ——؟" میں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تم تو حیرت انگیز انسان نکلے۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"تم عام یورپیا" نوجوانوں سے بالکل مختلف ہو۔ بے پناہ مضبوط۔ بے پناہ مرد۔ یہ مغرب کے لونڈے بالکل بے جان ہوتے ہیں۔ بالکل ناکارہ۔ گدھے۔ میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گی' میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی۔" اس نے میرا ہاتھ اپنے سینے پر بھینچ لیا۔

"میں خود بھی نہیں جانا چاہتا ڈارلنگ۔ لیکن کیگارو!"

"کیگارو کیا؟" اس نے آنکھیں کھول کر پوچھا۔

"کیا وہ مجھے تمہارے ساتھ برداشت کر لے گا؟"

"کیوں۔ میرے معاملات میں اسے مداخلت کرنے کا کیا حق ہے' وہ کون ہوتا ہے؟"

"کیا وہ صرف تمہارا دوست ہے؟"

"وہ——وہ میرا بھائی ہے۔ صرف بھائی۔"

"بھائی——؟" میں چونک پڑا۔

"ہاں—— تمہیں حیرت کیوں ہے۔ کیا جسامت سے ہم دونوں بہن بھائی نظر نہیں آتے؟"

"لیکن—— لیکن معاف کرنا سارڈی۔ کیا وہ صرف تمہارا بھائی ہے۔ میرا مطلب ہے ایک مرد کی حیثیت سے وہ تمہارے لیے کچھ نہیں ہے؟" مجھے واقعی حیرت ہوئی تھی۔

"ہاں—— وہ صرف بھائی ہے۔ مرد کی حیثیت سے تو وہ کسی کے لیے بھی کچھ نہیں ہے۔ وہ صرف منشیات سے عشق کرتا ہے۔ عورت نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ وہ عورت کی مانگ پوری کرنے کے قابل ہے۔" سارڈی نے بتایا۔

"اوہ——!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ میرے سوالات کے جواب مل رہے تھے جو میرے ذہن میں پیدا ہوئے تھے۔

"ہم دونوں ایک بہت اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ میرے والد کی کمپنی موٹریں تیار کرتی ہے۔ بہت مشہور کمپنی ہے اور بہت دولتمند ہیں ہمارے والدین۔ والدہ کا الگ کاروبار ہے——اور بھی بہت سے بہن بھائی ہیں۔ لیکن کیگارو اور میں شروع ہی سے ہم خیال تھے۔ ہری کرشن کے پجارن' ترلوکا کے مرید——اس کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ہم نے دنیا ترک کر دی اور پہاڑوں میں جا بسے' پورے تین سال تک ہم نے پہاڑوں میں ہری اوم ہری کرشن کا جاپ کرتے گزارے' اس کے بعد ترلوکا نے ہمیں ارض

مقدس کے سفر کی اجازت دے دی اور ہم چل پڑے' اب ہم واپس جا رہے ہیں۔ طویل سفر کر کے ترلوکا
قدموں میں حاضری دیں گے۔"

"سارڈی ——— !" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "یہ ترلوکا کون ہے؟" اور وہ چونک پڑی۔
مطلب ——— ؟" اس نے کہنی کے بل اٹھتے ہوئے کہا۔ "تم ترلوکا سے ناواقف ہو؟"

"ہاں ——— مجھے اس کی زیارت کبھی نہیں ہوئی۔" میں نے بظاہر اپنے لہجے میں عقیدت پیدا کر
ہوئے کہا "میں اس عظیم شخص کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا ———!"

"ترلوکا ——— عظیم ترلوکا' نروان کا راستہ ہے۔ وہ نروان کی روح ہے' وہ آسمان سے اتری ہوئی
روشنی ہے۔ درندگی کے اس دور کا سب سے بڑا مخالف' انسانیت کا سچا ہمدرد۔ اس نے بتایا ہے کہ انسا
کے لیے سب سے مہلک چیز انسان کی بنائی ہوئی تہذیب ہے۔ اس نے اقدار کا تعین کیا ہے' اس کی دھ
اڑانے کے لیے کہ اس سے اس کی وحشت کو تسکین ملتی ہے۔ وہ خود ہی اصول بناتا ہے' اور خود ہی ا
توڑ دیتا ہے۔ پھر اس کے بنائے ہوئے اصولوں کی مخالفت کیوں نہ کی جائے۔ اس نے لباس تیار کیا ہے کہ
سے حقیقت روپوش ہو جائے۔ لیکن وہ برہنگی کا پجاری ہے۔ پھر یہ جھوٹا اصول کیوں۔ اس نے انسانیت
حفاظت کے اصول مقرر کیے ہیں۔ لیکن وہ ان اصولوں کو توڑ کر خود کو فاتح سمجھتا ہے۔ انسان بہت بڑا
ہے۔ اس نے اپنے لیے راستے بنائے ہیں۔ ہر طاقت در اپنے ہی بنائے ہوئے اصولوں کا قاتل ہے۔
ہتھیار کس لیے بنائے جاتے ہیں اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو قتل کرنے کے لیے ہتھیار اور بنانے والو
پشت پناہی کی جاتی ہے ان کی نمائش کی جاتی ہے۔ دیکھو ہم نے انسان کی زندگی کو کس طرح قابو میں کیا
ہماری انگلی کی ایک جنبش ہمارے جیسے لاکھوں انسانوں کو خاک و خون میں لٹا سکتی ہے۔ دوسرے لوگ
کے کارنامے کو سراہتے ہیں۔ آخر کیوں؟ کیا وہ نہیں جانتے کہ یہ ہتھیار کس کام آئیں گے۔ انسان' انسا
تباہ کرنے کے لیے مہلک سے مہلک ہتھیار بناتا ہے اور ترقی یافتہ کہلاتا ہے۔ ہم اسے قاتل کیوں نہیں
دیتے۔ اس کی درندگی کو کیوں سراہتے ہیں۔ آخر ہم ان اصولوں کو کیوں مانیں' جو سراسر انسانیت کے خ
ہیں۔ ترلوکا کا کہنا ہے کہ انسان کے بنائے ہوئے تمام اصول توڑ دو' اس کا ہر اصول فریب ہے۔ اس نے
محفوظ کرنے کے لیے اور دوسروں پر ستم توڑنے کے لیے اصول بنائے ہیں' حقیقی انسان وہی ہے جو
کرے' امن پسند کرے' نمائشی انسان لباس پہنتا ہے ہم لباس کے خلاف ہیں۔ نمائشی انسان نے رشتے
ہیں' یہ بھی فریب پر مبنی ہیں۔ دکھ کی اس دنیا کو بھول جاؤ۔ پہاڑوں میں لوٹ جاؤ پتھروں کی زندگی اپنالو
اگر اس دنیا کے منہ زور ہجوم کو روک نہیں سکتے تو ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لو۔ دم لگاؤ اور دنیا کو
جاؤ۔ ہری اوم' ہری رام ہری کشن!" اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں' اس کے چہرے پر عجیب سا جلال
میں اس کی باتوں میں کھو گیا۔

تو یہ ہیں ترلوکا کی تعلیمات۔ لیکن اس میں کیا سچ ہے' کیا جھوٹ؟ کیا لوگ حقیقت میں امن کے
ہیں۔ یہ بھٹکی ہوئی نسل صرف انسانیت کا تحفظ مانگتی ہے؟ اگر یہ بات ہے تو اس کی مانگ بے جا نہیں
مایوس ہو کر انسانیت کے ہر اچھے برے اقدام سے نفرت کرنے لگی ہے' اصول انسانیت بہرحال غلط
ہیں۔ ولیوں اور پیغمبروں نے جو راستے دکھائے ہیں ان میں سے ایک بھی غلط نہیں ہے۔ ہاں ان اصول
توڑنے والوں نے جو کچھ کیا ہے وہ ناقابل معافی ہے' اور بھٹکنے والوں نے یہ بات فراموش کر دی ہے۔

پسندی میں ہر اصول کی مخالفت پر اتر آئے ہیں اور یہی ان کی بھول ہے۔ دنیا سے بے تعلقی خود کو نشے میں گم کر کے دنیا فراموش کر دینا' انسانیت کو سہارا دینا تو نہیں ہے۔ یہیں سے ان سے اختلاف شروع ہوتا ہے۔ بہرحال' یہ ان کا مسئلہ تھا۔ مجھے اس سے کیا دلچسپی؟

"آؤ ———!" سارڈی نے کروٹ بدل کر مجھے اپنی آغوش میں گھسیٹتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں ایک دوسرے میں سما جائیں۔ اس دنیا کو فراموش کر دیں۔ یہ بیکار جگہ ہے۔ اس کو جب تک یاد نہ کرو بہتر ہے۔ یہ جب تک نگاہوں سے روپوش رہے اچھا ہے۔ آؤ' اس کے اصولوں کو توڑ کر ثواب کمائیں۔ آ جاؤ ڈارلنگ۔ تم بہت پیارے ہو۔ بہت لذیذ۔" اس نے مجھے اپنی ستون نما رانوں میں بھینچ لیا۔ اور بہر صورت میں اس کے سامنے بے بس تھا۔ سارڈی جب تک جاگتی رہی مجھے پریشان کرتی رہی۔ پھر وہ سو گئی گہری نیند ———

میری آنکھوں میں ستارے ناچ رہے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ یہاں سے جس قدر جلد بھاگ لیا جائے بہتر ہے۔ ورنہ کسی قابل نہیں رہوں گا۔ بے ساکھیوں کے سہارے چلنا پڑے گا اور پھر غلام سیٹھ مجھے ریس میں لنگڑے ہو جانے والے گھوڑے کی طرح ناکارہ سمجھ کر گولی مار دے گا' اگر اس عورت کے ساتھ رہا تو تھوڑے دنوں میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاؤں گا' اور مجھے یقین تھا کہ وہ اس ڈھانچے کو بھی نہیں چھوڑے گی اور توڑ مروڑ کر کسی تھیلے میں رکھے گی اور چل پڑے گی۔"

سارڈی سوتی رہی اور میں جاگتا رہا۔ سخت بھوک لگ رہی تھی میں آہستہ سے اٹھ گیا۔ لباس پہنا۔ اسے لباس پہنانے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ جاگ جاتی تو پھر مصیبت آ جاتی۔ چنانچہ اسے اس کے حال پر چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ ایک گزرتے ہوئے آدمی کو روکا اور اس سے کھانے کے بارے میں پوچھا۔

دس لیرا میں اس نے مجھے ایک کیک اور چائے کی ایک کیتلی مہیا کی۔ بدمزہ کیک تھا' لیکن بہرحال پیٹ کسی حد تک بھر گیا۔ میں غور کرنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیا خاموشی سے کہیں نکل جاؤں۔ یہی بہتر ہے ——— یوں بھی اب یہاں رکنے سے فائدہ؟

اس خیال کے تحت صحن کے دوسری طرف جانے کے راستے پر قدم رکھا تھا کہ کیگارو آتا نظر آیا ———! اس نے اپنا لمبا ہاتھ ہلاتے ہوئے مجھے آواز دی' اور میں ٹھٹک گیا۔ ابھی حالات سازگار نہیں ہوئے تھے۔ میں خود ہی اس کی طرف چل پڑا۔

"ہے۔ فریڈرک ——— کیا بات ہے ——— تم نے سونے کی کوشش نہیں کی۔ سارڈی کہاں ہے؟"

"وہ کمرے میں جا کر سو گئی تھی۔ میں نہیں گیا۔" میں نے کہا۔

"ہو ہو ——— وہ نیند کی کچی ہے۔ آؤ میں تمہیں اپنے کچھ دوستوں سے ملاؤں۔ اور استنبول کی سب سے نایاب چیز پلاؤں۔ آؤ ——— آؤ ———" اس نے میرا بازو پکڑا اور ایک طرف چل پڑا۔ ایک درخت کے نیچے چند چرسی بیٹھے ہوئے دم لگا رہے تھے۔ انہوں نے اپنی ویران آنکھیں اٹھا کر ہم دونوں کو دیکھا اور پھر سرک کر جگہ دے دی۔ ہم بھی زمین پر پھسکڑا مار کر بیٹھ گئے۔ تب کیگارو نے اپنی جیب سے دو سگریٹیں نکالیں۔ اور پھر ایک چھوٹی سی شیشی نکال لی۔ جس میں براؤن رنگ کا کوئی سیال بھرا ہوا تھا۔ اس نے سگریٹ کے اوپری سرے پر سیال کے چند قطرے ٹپکائے اور اسے میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ پھر وہ دوسرے سگریٹ پر بھی یہی عمل کرنے لگا اور اس کے بعد اس نے دونوں سگریٹ سلگا دیئے۔

"یہ استنبول کا خاص تحفہ ہے۔ نشہ آور اشیاء میں سب سے قیمتی چیز دم لگاؤ۔ اور جنت میں چلے جاؤ۔" اس نے کہا۔ میں نے سگریٹ کا ایک کش لیا اور جنت کے بجائے جہنم کے دروازے کھل گئے۔ دماغ روش ہو گیا اور ایک ایک کے چار چار نظر آنے لگے۔

☆ ☆ ☆

نشہ دور کرنے والی گولی کا اثر پہلے ہی زائل ہو چکا تھا۔ اس لئے اس عجیب سیال نے ذہن پر زبردست ڈنک مارا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ گولی کے بغیر اگر اس کے دو چار کش لے لئے تو پھر سر کے بل زمین پر دوڑتا نظر آؤں گا۔ میں نے ہاتھ روک لیا۔ اس ایک کش نے ہی ذہن کے دروازے کھول دیئے تھے۔ دوسرے کش کے لئے ذرا احتیاط کی ضرورت تھی ورنہ فرشتوں سے جھگڑا ہو جاتا۔ چنانچہ میں نے اپنے جسم کی خفیہ دراز سے نشہ دور کرنے والی گولی نکالی اور پھر چالاکی سے زبان کے نیچے دبالی۔ کیگارو اس دوران کئی کش لے چکا تھا اور اس کے ہونٹوں پر بڑی پرسکون مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ اس نے تحفتاً" یہ قیمتی شے ایک کش دوسروں کو بھی دی' اور دوسروں نے بڑے احترام سے کش لگائے۔!

"ہائے کیگارو ——— رقص و نغمہ ———" ایک ہپی نے بھیک مانگنے والے انداز میں کہا۔

"رقص و نغمہ ———" کیگارو دونوں مٹھیاں بھینچ کر دہاڑا۔ اور ایک لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی۔ لوگ ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر کسی کونے سے گٹار کی آواز ابھری۔ اور کیگارو اس طرف مڑ گیا۔ لیکن گٹار بجانے والا کچھ لوگوں کی آڑ میں روپوش تھا۔ "سامنے آؤ۔" کیگارو دہاڑا۔ اس کی دہاڑ ہاتھی کی چنگھاڑ سے کسی طور کم نہیں تھی۔!

اور پھر ایک بانس لچکتا ہوا باہر نکل آیا۔ اس کا قد بہت لمبا تھا اور جسم نہ ہونے کے برابر تھا۔ گردن کے اوپر صرف ایک ڈاڑھی اور سر کے بال نظر آتے تھے۔ ایسا لگتا تھا' جیسے باقی کچھ موجود ہی نہ ہو۔ اس نے میلے سے رنگ کی پتلون پہن رکھی تھی' لیکن پچھلے حصے میں ایک سرخ پیوند جگمگا رہا تھا۔ جس کے بہت سے ٹانکے ادھڑ گئے تھے۔ اوپری جسم پر کسی نیک خاتون کا بلاؤز تھا جس میں باڈی کا ابھار نمایاں تھا اور اس کا جھول نظر آ رہا تھا۔ بہرحال اس کے پورے حلئے میں سب سے نمایاں اس کا قیمتی گٹار تھا۔ جس پر وہ ایک دھن بجا رہا تھا۔

"ہائے ——— ظالم ——— مار ڈالا ———!" کیگارو دھن پر مست ہوتے ہوئے بولا۔ اس کا سگریٹ ختم ہونے کو تھا اور پھر کسی اور کونے سے ایک خوبصورت آواز ابھری۔

"ہرے کرشن ——— ہرے رام ——— ہرے کرشن ہرے رام۔!" آخر میں کئی آوازیں شامل ہو گئیں۔ دیں۔

پانچ چھ لڑکیاں تھیں۔ سامنے کی سمت پر لمبے اخروٹی بالوں والی اداس سی لڑکی بیٹھی تھی اور اس کے گرد اور لڑکیاں تھیں۔ "تم بھی سامنے آؤ میری جان ———!" کیگارو نے مست ہو کر اٹھتے ہوئے کہا۔ لیکن لڑکی وہیں بیٹھی رہی البتہ اس کی آواز بلند ہو گئی تھی۔

"ہرے کرشن ہرے رام ———!" پھر کہیں سے نرسنگھا پھونکا گیا۔ لڑکی اطالوی زبان میں ایک گیت گا رہی تھی۔ جس کے بول بہت حسین تھے۔ اور بانس کا ہپی' یا ہپی نما بانس گٹار بجا رہا تھا۔ بلاشبہ خوبصورت گٹار بجانے والا پہلی بار نظر آیا تھا۔ لڑکیاں اور مرد رقص کرنے لگے اور ان میں دیو

کیگارو بھی تھا۔ اس کی خوفناک اچھل کود بہت عجیب تھی۔ لیکن یہاں موجود لوگوں کو کسی عجیب چیز پر کیا حیرت ہو سکتی تھی۔ وہ سب بھی مست تھے۔ گٹار بجانے والا قیامت ڈھاتا رہا اور ہپی رقص کرتے رہے۔ پھر نغمہ ختم ہو گیا۔ اور گٹار کے سروں نے دم توڑ دیا۔ چاروں طرف سے تالیاں گونجنے لگیں۔ لڑکیوں نے بانس کو گھیر لیا۔ وہ اس سے ایک اور نغمے کی فرمائش کر رہی تھیں اور بانس لچک لچک کر نخرے کر رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"قدردان لڑکیو ——— میں بھوکا ہوں۔ مجھے کھانا دو ——— میں پیاسا ہوں۔ مجھے پلاؤ ——— اپنے ہونٹوں سے' آنکھوں سے اور پیالوں سے۔ تب میں اپنے نغمے کو تمہارے سامنے بکھیر دوں گا اور تم میری طرح سیر ہو جاؤ گی۔"

اور ان جملوں کے اختتام کے ساتھ ہی بانس کی خاطر مدارات ہونے لگی۔ تحفوں میں عجیب عجیب چیزیں آنے لگیں۔ بسکٹ' پنیر' خشک ڈبل روٹی اور بانس کے سامنے ڈھیر لگ گیا تھا۔ تب اس نے نزاکت سے ان میں سے چند چیزیں اٹھالیں۔ "بس۔ یہ میرے لئے کافی ہے۔ باقی جو کچھ ہے میری طرف سے سب کھاؤ۔!" اور یہ حکم بھی مانا گیا۔ لوٹ مار مچ گئی۔ اور اس بے تکی غذا کو تبرک کی حیثیت سے کھایا گیا۔ لوٹ مار کرنے والوں میں کیگارو بھی تھا۔ اور لوٹے ہوئے مال میں سے کچھ' اس نے مجھے بھی پیش کیا۔ یہ خشک پنیر کے چند ٹکڑے اور سوکھی ڈبل روٹی تھی۔

"کھاؤ فریڈرک' میرے دوست۔ یہ فنکار کا عطیہ ہے۔ فنکار جو دوسروں کے لئے جیتا ہے۔ جس کی روح آہستہ آہستہ سلگتی رہتی ہے' لیکن اس کے لطیف دھوئیں سے سب لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ بھول جاؤ کہ اس میں فنکار کا کرب گھلا ہوا ہے۔ کھاؤ یہ وقت کی سب سے قیمتی غذا ہے۔"

"شکریہ کیگارو ——— غالباً تمہیں یہ نغمے بہت پسند آئے ہیں۔؟"

"ہاں۔ بے حد ——— لیکن کیا تم نے انہیں پسند نہیں کیا میرے دوست!"

"تم سے کسی طور کم نہیں ——— کیونکہ میں ان کی روح سے واقف ہوں۔ اس کی انگلیوں میں بے پناہ حسن چھپا ہوا ہے۔ میں اس کے نغموں سے عقیدت کے طور پر خود بھی اسے گٹار پر ایک نغمہ سناؤں گا۔"

"تم ———!" کیگارو اچھل پڑا۔ "ونڈر فل ——— کیا تم گٹار نواز ہو۔!"

"اس کے مقابلے میں کچھ نہیں ——— لیکن میں تمہیں چند نغمے ضرور سناؤں گا۔"

"ضرور ———!" کیگارو اچھل کر بولا ——— اور پھر اس نے زور سے ہانگ لگائی۔ "آئن بلیک ——— آئن بگ ——— گٹار دو۔ میرا دوست بھی فنکار ہے اور تم جانتے ہو کہ میں معمولی لوگوں سے دوستی نہیں کرتا۔!"

وہ ساتھ لایا ہوا تبرک چھوڑ کر بھاگا اور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے اس گندے عطیے کو ایک طرف ڈال دیا۔ اور دوسرے لوگوں کی طرف دیکھنے لگا! بانس کا پیٹ پھول گیا تھا۔ جو کچھ اس کے پیٹ میں گیا تھا وہ صاف نظر آیا تھا۔ کیگارو کی چنگھاڑ اس کے کانوں تک بھی پہنچی تھی اور اب وہ میری طرف متوجہ تھا۔ اس کی گہری آنکھیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر وہ مسکراتا ہوا میری طرف بڑھا۔ لڑکیوں کا غول بھی اس کے پیچھے تھا۔

"کیا تم گٹار بجاؤ گے۔؟" اس نے میرے قریب پہنچ کر کہا۔ انداز میں تمسخر تھا۔ لیکن میں نے اس تمسخر

کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔
"ہاں ——— یہ میرے دوست کیگارو کی خواہش ہے۔"
"لیکن تمہیں وعدہ کرنا ہو گا۔ تم گٹار کے تاروں پر نغموں کی توہین نہیں کرو گے۔ میں فنکار ہوں
کے جسم کی دھجیاں کر دو' اسے دکھ نہ ہو گا' لیکن اس کے سامنے فن کی توہین کرو گے تو وہ زندہ نہ رہ سکے
"میں وعدہ کرتا ہوں کہ فن کی توہین نہیں کروں گا۔!" میں مسکراتے ہوئے اس کا یہ وار بھی سہ گیا
"اپنے ہاتھ آگے بڑھاؤ۔!" اس نے درویشانہ انداز میں کہا۔
"پہلے میری ایک بات کان میں سن لو۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔
"ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ میں تمہارے ہاتھوں کی بناوٹ دیکھنا چاہتا ہوں اس کے بعد ہی میں تمہیں
سامنے گٹار چھونے کی اجازت دے سکتا ہوں۔" درویش نے کہا۔ "اس سے پہلے میری بات کان میں
لو ———!" میں نے لجاجت سے کہا اور اس نے گردن ہلاتے ہوئے کان میری طرف بڑھایا۔ "اے
فنکار۔ تیرے جسم میں صرف چوبیس پسلیاں ہیں۔ زیادہ بلند ہونے کی کوشش مت کرو ورنہ ان تمام پسلیاں
یکجا کر دوں گا۔" میں نے سرگوشی سے کہا اور وہ پیچھے ہٹ کر میری شکل دیکھنے لگا۔
اس سے قبل کہ وہ کچھ بولے' کیگارو ہاتھ میں گٹار لٹکائے آتا نظر آیا' بڑا خوبصورت اور قیمتی
تھا۔ اس کے پیچھے ہی آئن بگ بھی تھا۔ کیگارو نے بڑے ڈرامائی انداز میں گٹار' میری طرف
لیکن بانس نے آگے بڑھ کر کہا۔
"میں احتجاج کرتا ہوں۔ میرے سامنے میرے فن کی توہین نہ کی جائے۔" اس نے دونوں
اٹھائے۔
"تیرے فن کی توہین کہاں ہو رہی ہے فنکار۔!" کیگارو نے حیرت سے کہا۔ "پہلے ثبوت
جائے کہ یہ اچھا فنکار ہے۔!"
"یہ ثبوت تو گٹار کے سر ہی دے سکیں گے میرے دوست۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"نہیں ——— نہیں ——— آہ نہیں ——— میرے دل کو زخمی نہ کیا جائے۔ میرے فن
نہ اڑایا جائے۔ میں تمہیں نغموں سے مالا مال کر دوں گا ساتھیو۔ تم انہیں اس ظلم سے روکو۔" اس
دوسروں کی طرف دیکھ کر کہا۔
"اس سے گٹار چھین لو۔ اسے فنکار کا دل توڑنے سے روک دو۔!" بہت سی آوازیں ابھریں
میری طرف تھا۔
"اور جو آواز میری آواز سے اونچی ابھری۔ میں اس کی گردن توڑنے میں حق بجانب ہوں
کیگارو نے خونخوار لہجے میں کہا۔ اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر اپنے بازوؤں کی مچھلیاں دکھائیں۔
ہوئے جھینگے ایک دوسرے میں دبک گئے۔ فنکار کو گھیرے کھڑی لڑکیاں گھبرا کر پیچھے ہٹ گئیں۔
میں نے گٹار گردن میں ڈال لیا۔ اب ان لوگوں کا موڈ بنانے کی ایک ہی صورت تھی اور وہ تھی
میری پت رکھیو بھلا۔" اور میں نے فوراً یہ آفاقی نغمہ شروع کر دیا' جو دلوں کو موہ لینے میں یکتا ہے۔
سازوں کا حسن نگاہوں میں آتا ہے۔ اور نغمے کی اٹھان نے چہروں پر حیرت پیدا کر دی۔ وہ بھی کھڑے
جو اس سے قبل نہ اٹھے تھے۔ ان پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ ان کے جسم ساکت تھے۔ لیکن

رہی تھی۔ در حقیقت یہ روح کا نغمہ تھا۔!
خود کیگارو' پتھر کا پہاڑ' میری نگاہوں کے سامنے منہ پھاڑے کھڑا تھا۔ آئن بگ بھی اس کے قریب
ود تھا۔ اور نغمہ بہہ رہا تھا۔ کائنات رک گئی تھی اور جب تک نغمہ جاری رہا۔ سانسیں رکی رہیں۔ صرف
ں کی حرکت زندگی کا احساس باقی رکھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے گٹار بند کر دیا۔ اور پھر زندگی
وشی سے' دبے پاؤں لوٹ آئے۔ گہری گہری سانسیں سنائی دینے لگیں اور سب سے پہلی آواز بانس نما
اتی فنکار کی تھی۔ وہ میرے قریب آیا۔ جھکا ——— اور اس نے اپنا گٹار میرے قدموں میں رکھ دیا۔!
"ہائے فنکار ——— تو کہاں سے آیا ہے۔؟" ایک چھپکلی روتی ہوئی آواز میں بولی۔ اور اچھل کر میری
دن میں جھول گئی۔ اس نے جلدی جلدی میرے دو تین بوسے لے ڈالے کہ اسے خطرہ تھا کہ اسے اٹھا کر
پھینک دیا جائے لڑکیوں نے اب بانس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور میرے گرد جمع ہو گئی تھیں۔
"ہٹ جاؤ۔ اس کے قریب سے ہٹ جاؤ ———" کیگارو کی آواز نے پھر ان کے حواس درست
دیئے اور وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگیں۔ کیگارو نے عقیدت سے مجھے گود میں اٹھا لیا۔"
سمان کا خواب ہے فنکار ——— تو عظیم ہے۔ تیرے ہاتھوں میں نجات کا راستہ ہے۔" اس نے مجھے
چتے ہوئے کہا۔ اور مجھے اپنی نجات قریب نظر آنے لگی۔ تب آئن بگ آگے بڑھ کر بولا "در حقیقت تیرا
روح کی زندگی ہے فریڈرک ——— مجھے نہیں معلوم تھا کہ کیگارو ایک ایسا ہیرا ساتھ لایا ہے۔
ی خواہش ہے کہ اس ہیرے کو خود سے جدا نہ ہونے دوں۔"
"ایک اور نغمہ فنکار ——— ایک اور نغمہ ———" بے خود لوگ دور دور سے درخواست کر رہے
ے۔ کیگارو نے فخر بھری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔ پھر مسکرایا اور آخر گرجتی ہوئی آواز میں بولا۔
"ہاں ——— ایک اور نغمہ ——— میرے دوست ایک اور نغمہ ——— جو روح کو نشے میں ڈبو
ے۔ جو آسمان کی بلندیوں کو قریب لے آئے۔ تاکہ ہمیں اسے چھونے میں دشواری نہ ہو۔"
میں نے پھر گٹار سنبھال لیا۔ اس بار بھی میں نے ان لوگوں کی عقل سے بالاتر بات کی تھی۔ یہ ہیر تھی جو
اس سے پہلے کبھی گٹار پر نہ بجائی گئی ہو گی' یہ میرے دیس کی کہانی تھی۔ اور ہیر بجاتے ہوئے میں خود بھی غم
میں ڈوب گیا ایک بار پھر وطن کی سوندھی مٹی کی دلنواز خوشبو میرے نتھنوں کو چھونے لگی' مجھے ایسا لگا جیسے
ری ماں میرے الجھے ہوئے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی ہو مجھے ماں کے میلے آنچل کی مہک خوب یاد تھی'
ڈنڈیوں پر رنگین لاچے باندھے ہوئے کنواریاں رقص کر رہی تھیں۔ جہلم کی لہروں کی شر شر کانوں میں
رت گھول رہی تھی۔ متضاد کیفیتیں تھیں۔ دل میں بڑا درد تھا۔ جیسے کسی کا کچھ چھن جائے۔ آنکھیں
دکا بوجھ نہ سنبھال سکیں اور چھلک اٹھیں۔
اور جب مجھے چہرے کے بھیگ جانے کا احساس ہوا تو میں نے گھبرا کر گٹار بند کر دیا اور یہ حیرت خیز بات
تھا کہ اس وقت چاروں طرف سکوت تھا۔ آوارہ گرد ——— زندگی سے دور لوگ' زندگی کے قریب آگئے
تھے۔ وہ دور کی دنیا سے چند لمحات کے لئے رابطہ توڑ چکے تھے' قریب تھے' بالکل قریب' سہمے ہوئے تھے۔
وقت جاننے کی کوشش کر رہے تھے' لیکن صرف چند لمحات کیلئے۔ اس کے بعد وہ بے قابو ہو گئے۔ انہیں
کیگارو کا خوف بھی نہیں رہا۔ وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ ڈاڑھی والے بدبودار ہونٹوں نے میرے گالوں کے
بوسے لئے۔ ہاتھوں کے بوسے لئے۔ نرم و نازک ہونٹوں نے میری آنکھوں کے بوسے لئے۔ ہاتھوں کے

بوسے لئے۔ جو وہاں تک پہنچ گیا۔ جسے جو کچھ مل گیا' اس نے حاصل کیا۔ کیگارو کی دہاڑیں بھی
روک سکیں۔ وہ میرے فن کی بھرپور داد دے رہے تھے۔!

بمشکل تمام کیگارو مجھے نکال کر لے گیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ آئن بگ بھی اس کے ساتھ تھا۔
آئن بگ کے آفس میں لے آیا۔ آئن بگ نے بڑے احترام سے مجھے کرسی پیش کی تھی۔!

"بلاشک ——— تو گٹار بجانے میں یکتا ہے فریڈرک ——— تیرا ثانی نہ ہو گا۔" کیگارو

"شکریہ کیگارو۔!" آئن بگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا ——— ؟" میں نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"گٹار کے ساتھ اپنی انگلیاں بھی مجھے دے دو۔ ورنہ پھر یہ میرے پاس کس کام کا ——— اگر ا
تاروں کو یہی نغمے نہ ملے تو اس کی شکل مکروہ ہو جائے گی۔"

"اوہ ———!" میں ہنسنے لگا۔

"اسے میری عقیدت سمجھ کر قبول کرو فنکار۔" آئن بگ نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے
دی۔ "اگر تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو' تو میں پوری زندگی تمہاری خدمت کروں گا!"

"ہوا کو قید کرنا چاہتے ہو آئن بگ ——— ہم تو جھونکے ہیں۔ کبھی کہیں۔ کبھی کہیں۔؟"
فلسفیانہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک کہتے ہو فنکار ——— بہرحال تمہارا فن عظیم ہے۔"

"شکریہ ——— اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔" جاؤ ——— سارڈی کے ساتھ آرام کرو۔
وقوف طویل نیند سو رہی ہے۔ اور سونے والے کچھ نہیں پاتے' وہ ان نغموں سے محروم رہی۔"

سارڈی کا نام سن کر میرا دم نکل گیا تھا۔ لیکن بہرحال اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔ چنانچہ میں ا
کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھولا' دیوی اسی طرح سو رہی تھی۔ ویسے کیگارو نے مجھے ا
ساتھ رہنے کی آزادی دے دی تھی۔ اور اب تو ماحول بھی میرے حق میں سازگار ہو گیا تھا۔

میں لیٹ گیا۔ درحقیقت شدید تھکن تھی اس لئے نیند جلد ہی آ گئی۔ نہ جانے کب تک سوتا ر
سارڈی نے ہی مجھے جگایا تھا۔ لیکن آنکھ کھلنے کے بعد جو پوزیشن میں نے دیکھی وہ سخت خوفناک تھی۔
میرے اوپر سوار تھی' اس نے دونوں ہاتھ میرے جسم کے دونوں طرف رکھے ہوئے تھے اور گھٹنوں
کھڑی تھی۔ گویا اگر وہ ہاتھوں اور پیروں کی طاقت چھوڑ دے اور میرے جسم پر آ جائے تو ——— نوا
کی کہانی اسی وقت ختم ہو جائے۔

"اٹھو گے نہیں ڈارلنگ ——— سورج چڑھ آیا ہے۔!" اس نے میرے منہ پر ہونٹ رگڑتے
کہا۔

"سورج چڑھ آیا ہے۔؟" میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ میں اسے سورج سمجھنے کے لئے تیار نہ
کیونکہ اس وقت تو وہ چڑھ آئی تھی۔

"ہاں' کب تک سوتے رہو گے؟"

"اوہ ——— ہاں ——— کیگارو کہاں۔!" میں نے اس کے نیچے سے' احتیاط سے کھسکتے
کہا۔

"مجھے کیا معلوم کہاں ہے۔ کہیں آنکھیں بند کئے۔ ٹانگیں پھیلائے پڑا ہو گا۔!" "مجھے اس سے ملنا ہے۔!"

"ابھی نہیں ——— میں بھی چلوں گی!"

"ٹھیک ہے۔ چلو دونوں چلتے ہیں۔!" میں نے اس کے ہاتھ کے ستون کی رکاوٹ سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے گردن ہلائی۔ اور بالآخر میں سارڈی کے سائبان سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ارادے اس وقت بھی خطرناک تھے۔ بہرحال وہ بھی سیدھی ہو گئی۔

"یہ گٹار کہاں سے آیا۔؟" اس نے پوچھا۔

"آئن بگ نے تحفہ دیا ہے۔"

"اوہ ——— بگ ——— عمدہ آدمی ہے۔ کیا تم گٹار بجانا جانتے ہو۔؟"

"ہاں ——— تھوڑا بہت۔!"

"کسی وقت سنوں گی۔ مجھے پسند ہے۔"

"بھوک لگ رہی ہے۔ آؤ ناشتہ تلاش کریں۔!" میں نے کہا۔

"اوہ ——— ڈارلنگ ——— تمہارے لئے ناشتہ میں تیار کرتی ہوں۔ ایک منٹ رک جاؤ۔" اس نے کہا اور اپنے سامان کی طرف چل پڑی۔ پھر اس نے وہی نلکی اور گولیاں نکالیں اور میرے فرشتے کوچ کر گئے۔ میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"سارڈی۔ سارڈی۔" میں نے اسے آواز دی۔

"کیا بات ہے ڈارلنگ۔؟"

"سنو ——— میں ابھی ناشتہ نہیں کروں گا' پہلے مجھے باتھ روم وغیرہ جانا ہے۔!" "اوہ ———!" وہ رک گئی۔ "اوکے ڈارلنگ۔ جاؤ ——— ہو آؤ ——— میں تمہارے لئے تیار کرتی ہوں۔ میں تو آنکھ کھلتے ہی دو گولیوں کا ناشتہ کر چکی ہوں!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں دل ہی دل میں اسے گالیاں دیتا ہوا باہر نکل آیا۔!

ضروریات سے فرصت پا کر میں واپس آ گیا۔ سوچ رہا تھا' کہ آئن بگ کے کمرے کی طرف جاؤں' کیگارو وہیں ہو گا' چنانچہ میں آئن بگ کی طرف چل پڑا۔ لیکن ابھی اس کے کمرے سے دور ہی تھا کہ اچانک میں نے تین آدمیوں کو دیکھا۔ ان میں ایک دراز قامت سکھ تھا' جو عمدہ سوٹ اور نفیس پگڑی میں تھا۔ اس کے پیچھے دو خطرناک شکل سکھ تھے۔!

میری چھٹی حس نے مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کی اور میں ٹھٹھک کر رک گیا۔ میں ایک ایسی جگہ چھپ گیا جہاں سے وہ مجھے نہ دیکھ سکیں۔ وہ آئن بگ کے آفس کے دروازے پر رکے تھے۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر بجلی کی سی پھرتی سے آئن بگ کے دفتر کی عقبی سمت پہنچ گیا' جہاں ایک کھڑکی موجود تھی۔ کھڑکی میں شیشے نہیں تھے۔ لیکن اس کے کواڑ کھلے ہوئے تھے جن سے میں دوسری طرف کی آوازیں بخوبی سن سکتا تھا۔ میں نے ان آوازوں پر کان لگا دیئے آئن بگ کی حیرت بھری آواز ابھری تھی۔

"ارے ——— مسٹر ہربنس۔ آپ ——— زہے نصیب' آپ نے یہاں تک آنے کی زحمت کی۔ مجھے یاد کر لیا ہوتا۔"

"ہربنس ـــــ! تو میرے احساسات نے مجھے دھوکا نہیں دیا تھا۔؟" میں نے دل میں سوچا۔ "ہربنس ـــــ!" میرے ہونٹ ٹیڑھے ہو گئے۔

"میں خود دیکھنے چلا آیا آئن بگ۔ کہ تم ہمارے دوست رہے ہو یا نہیں۔" سردار کی آواز میں بڑی گونج تھی۔

"دوست نہیں جناب ـــــ غلام کہیں۔ آئن بگ نے خود کو ہمیشہ آپ کا غلام سمجھا ہے۔" "لیکن ہم نے تمہیں ہمیشہ دوستی دی ہے۔"

"میں اس عنایت کا معترف ہوں جناب۔"

"ہماری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی بگ۔؟"

"کبھی نہیں ـــــ یہ آپ ہی کی عنایت ہے کہ میں اپنا یہ چھوٹا سا اڈہ چلا رہا ہوں۔" "اور ہماری یہ خواہش ہے کہ یہ عنایت برقرار رہے۔"

"میری بھی دلی خواہش ہے جناب۔" آئن بگ نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"ہم نے آج تک تمہیں دیا ہے بگ۔ تم سے کچھ مانگا نہیں۔"

"بگ آپ کے اشارے پر جان بھی دے سکتا ہے۔"

"کیا ہم آزمائیں۔؟" ہربنس نے پوچھا۔

"میری دلی خواہش ہے۔"

"تو پھر تمہاری یہ خواہش ابھی اور اسی وقت پوری ہو رہی ہے بگ۔ ہم یہاں تم سے کچھ مانگنے آئے ہیں۔"

"حکم دیں مسٹر ہربنس۔" بگ نے مستعدی سے کہا۔

"ہمیں یقین ہے کہ تم ہمارے دشمن سے ناواقف ہو۔ ورنہ تم اسے خود گرفتار کر کے ہمارے سامنے پیش کر دیتے۔!"

"آپ کا دشمن۔؟" آئن بگ حیرت سے بولا۔

"ہاں۔ جو تمہاری پناہ میں ہے۔"

"میری پناہ میں ـــــ؟ آپ کا دشمن۔؟ یقیناً میں اس سے ناواقف ہوں۔ ورنہ اسے گولی مار کر اس کی لاش آپ کے سامنے پیش کر دیتا۔"

"میں یقین کرتا ہوں۔" ہربنس نے کہا۔

"مجھے اس کے بارے میں بتائیے مسٹر ہربنس۔ باقی فرض میرا ہے۔"

"تمہارے ہاں اس کا نام فریڈرک ہے۔ لیکن اس کی اصلیت کیا ہے' تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ وہ پاکستانی باشندہ ہے' پنجاب کے ایک خوبصورت علاقے کا خطرناک آدمی۔! جس کی حقیقت ابھی مشتبہ ہے' لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کا تعلق غلام پارٹی سے ہے اور یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ غلام پارٹی روز بروز پھیلتی جا رہی ہے۔ بہت سے لوگ اس کے بارے میں پریشانی سے سوچنے لگے ہیں۔ لیکن اس شخص سے میری سخت دشمنی ہے اور ایک خاص بات میں تمہیں اور بتاؤں۔ جس سے تم اس کی حیثیت سے صحیح طور پر واقف ہو سکو۔ ایران میں ٹھاکر گروہ کو اسی نے گرفتار کرایا ہے۔!"

"فریڈرک ـــــ" آئن بگ کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا تھا۔

"میں نہیں کہہ سکتا بگ ـــــ کہ یہ یہاں کس ادارے سے آیا ہے بہرحال بے حد چالاک آدمی ہے اور جو کچھ بھی کرتا ہو گا بڑی ہوشیاری سے کرتا ہو گا۔"

"لیکن مسٹر ہربنس ـــــ وہ تو بے حد نفیس آدمی ہے' وہ ـــــ وہ تو۔"

"ہر چالاک اور خطرناک آدمی اپنی شخصیت پر لبادے ڈال لیتا ہے' تم مجھے بتاؤ۔ کیا وہ انقرہ سے نہیں آیا؟"

"ہاں ـــــ یہ درست ہے۔"

"وہاں اس نے میرے کئی آدمیوں کو ختم کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ ایران اور ترکی کی سرحد پر اس نے اتنا بڑا ذخیرہ پکڑایا ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ اور خاص بات یہ ہے کہ خود بہت بڑا ذخیرہ لے کر انقرہ میں آیا ہوا ہے' جس کو اس نے نہایت اطمینان سے ٹھکانے لگا دیا ہے۔!"

"یہ سب اسی شخص فریڈرک نے کیا ہے۔؟"

"ہاں۔ اسی شخص نے۔!" ہربنس اپنے لہجے پر زور دے کر بولا۔

"آپ کو یقین ہے۔؟" آئن بگ اب بھی شک وشبہے میں تھا۔

"تم جانتے ہو میں فضول وقت برباد نہیں کرتا۔ واگورو کی قسم یہ وہی ہے۔" "آپ کو اس کے بارے میں علم کیسے ہوا۔؟"

"اس کے ایک خاص فن سے ـــــ ہم نے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ بجانے کا ماہر ہے اور کل اس نے دو پاکستانی دھنیں بجائی تھیں۔ دونوں مقبول ترین دھنیں ہیں۔ میرا آدمی یہاں موجود تھا اسی نے مجھے اطلاع دی۔" مارے گئے بیٹا نواز۔ شیخی خوری لے ڈوبی۔ نہ گٹار بجاتا نہ راز کھلتا۔ لیکن بہرحال ایک فائدہ ضرور ہوا تھا۔ ہربنس سامنے آگیا تھا۔ اور اب اس سے براہ راست ٹکرانے کا موقع بھی مل سکتا تھا۔!

"پھر میرے لئے کیا حکم ہے مسٹر ہربنس؟؟"

"وہ اس وقت کہاں ہے؟؟"

"ایک کمرے میں سو رہا ہے۔"

"ابھی تمہارے پاس رہے گا۔؟"

"ہاں ـــــ دراصل وہ میرے ایک دوست کے ساتھ آیا ہے۔ کیگارو بھی اسے چاہتا ہے اور وہ خطرناک آدمی ہے۔"

"کیگارو کون ہے۔؟"

"ایک طاقتور فرانسیسی۔"

"اسے آمادہ کر لو ـــــ ہم اسے بڑی رقم دیں گے۔ صرف اسے گرفتار کر کے میرے پاس پہنچا دو۔! میں اسے قتل کر دیتا۔ لیکن قتل کرنے سے قبل میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی اصلیت کیا ہے۔ وہ کس کے لئے کام کر رہا ہے' یا صرف اپنا کام کرتا ہے۔ یا کچھ اور چکر ہے۔"

"اگر کیگارو آمادہ ہو جائے تو پھر اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔"

"اُسے آمادہ کرنا تمہارا کام ہے۔ جو مانگے دے دینا۔ میرے حساب میں۔ لیکن بہرحال تمہیں
ہے۔"

"بہت بہتر جناب ——— گو وہ ایک عمدہ آدمی ہے۔ میں بھی اسے پسند کرنے لگا تھا۔ لیکن
حکم سے سرتابی بھی نہیں کر سکتا۔ ٹھیک ہے جناب۔ میں کسی نہ کسی طرح اسے آپ تک پہنچا دوں
"تھینک یو آئن بگ ——— میں تمہیں بہت سی آسانیاں فراہم کردوں گا! اب میں چلتا ہوں
اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ اور وہاں سے ہٹ گیا۔ ایک بار پھر میں نے ایک آڑ سے
دیکھا۔ اور گردن ہلائی۔ ٹھیک ہے' ڈیر ہربنس' تمہیں اپنا مقابل نرم چارہ نہیں ملے گا! دانتوں پسینے
گے۔!

ہربنس نکل گیا۔ اور اب مجھے کیگارو کی تلاش تھی۔ سارڈی کا خیال درست نکلا۔ کیگا
درخت کے نیچے اوندھا پڑا تھا۔ لیکن میں اس کے قریب نہیں گیا۔ میری نگاہیں آئن بگ کو تلاش
تھیں۔ اور دور سے آئن بگ مجھے نظر آگیا۔ وہ بھی کیگارو کو تلاش کر رہا تھا۔ تب اس نے بھی
کو دیکھ لیا۔ اور میں وہاں سے ہٹ گیا۔ میں ان دونوں کی گفتگو سننے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرنا چاہتا
بگ کیگارو کے نزدیک پہنچ کر اسے جگانے لگا! اور کیگارو اٹھ گیا۔ وہ دونوں گفتگو کر رہے
کیگارو نے گردن ہلائی اور پھر وہ بھی شاید رفع حاجت کے لئے چلا گیا!

مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ چنانچہ میں خوراک کی تلاش میں نکل گیا۔ جس کا آئن بگ کے
معقول انتظام تھا۔ میرے مداح مجھے ملے' اور انہوں نے مجھے گھیر لیا۔ بہرحال دوسروں کی جیب سے
چائے پی' بسکٹ وغیرہ کھائے اور پھر بمشکل ان سے پیچھا چھڑا کر دوبارہ آئن بگ کے دفتر کی طرف چل
میں نے وہ وہی عقبی سمت اختیار کی۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا کیگارو بھی شاید ابھی ابھی
ہوا تھا۔ اور وہ دونوں خاموشی سے ناشتہ کر رہے تھے۔ "سارڈی اور فریڈرک کے لئے بھی ناشتہ
بگ۔" کیگارو نے کہا۔ "کیا وہ دونوں ابھی تک کمرے میں ہیں؟" آئن بگ نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم ——— لیکن اندر ہی ہوں گے۔؟"

"ابھی ان دونوں کے لئے ناشتہ پہنچ جائے گا! لیکن مجھے تم سے ایک خاص بات کرنی ہے کیگا

"کیا بات ہے۔؟" کیگارو نے پوچھا۔

"تم نے مجھے ہمیشہ دوست پایا ہے کیگارو۔ میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ اپنے
تمہیں چند باتیں بتانا چاہتا ہوں۔"

"تم بہت سنجیدہ ہو بگ ——— کیا بات ہے؟"

"استنبول میں منشیات کا شہنشاہ ایک غیر ملکی شخص ہے۔ کیا تمہیں اس کے بارے میں معلوم

"نہیں ———!"

"اس کا نام ہربنس ہے۔ اعلیٰ پیمانے پر اس نے بہت سے ملکوں میں اڈے بنائے ہوئے ہیں
کا سکہ چلتا ہے۔ اعلیٰ حکام سے اس کی خوب بنتی ہے۔ ممکن ہے اس میں سے کسی کو اس کی
معلوم ہو بظاہر وہ ایک تاجر کی حیثیت سے مشہور ہے۔ میرا یہ اڈہ بھی اس کا طفیلی ہے۔ یوں
ایک برانچ ہے۔ سارا مال میں اسی سے لیتا ہوں۔"

"ہوں ——— تو پھر ———؟"

"اس نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے۔ جسے مجھے تمہاری مدد سے انجام دینا ہے۔"

"تو اس میں سنجیدگی کی کیا بات ہے۔؟ میں تیار ہوں۔"

"اس سے قبل میں تم سے کچھ اور معلومات حاصل کروں گا۔"

"ہاں' ہاں۔ کہو ———!" کیگارو نے لاپرواہی سے کہا۔

"فریڈرک سے تمہاری ملاقات کہاں ہوئی؟"

"فریڈرک ——— کیا اس سے کوئی ——— میرا مطلب ہے۔؟" کیگارو چونک پڑا۔ "میرے سوال کا جواب دو کیگارو۔" آئن بگ نے کہا۔

"انقرہ میں ——— ٹرین میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اور سارڈی نے اس کی مدد کی۔ اچھا آدمی ثابت ہوا تو ہم نے دوست بنا لیا۔"

"بس ——— اتنی سی ملاقات ہے۔؟"

"ہاں ——— لیکن گریٹ آدمی ہے۔"

"کیا سارڈی اسے پسند کرتی ہے۔؟"

"مجھے نہیں معلوم ——— اور نہ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"بات فریڈرک ہی کی ہے میرے دوست ——— اس کا نام فریڈرک نہیں ہے۔ وہ ایک ایشیائی ہے اور بے حد خطرناک۔!"

"اوہ ——— اگر ایسا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ ایک خوبصورت فنکار ہے۔ اور فنکار خطرناک نہیں ہو سکتا۔!"

"ہربنس اس کا دشمن ہے۔ وہ ہر قیمت پر اسے گرفتار کرنا چاہتا ہے۔"

"لیکن وہ ہمارا دوست ہے۔ میں اسے پسند کرتا ہوں اور ہربنس سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اسے بخش دو۔!"

"گویا تم میری مجبوریوں کا خیال نہیں کرو گے کیگارو۔" آئن بگ نے کہا۔ اور کیگارو چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ "تمہاری مجبوریاں۔؟"

"ہاں ——— میں ہربنس سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اسے گرفتار کر کے اس کے پاس پہنچا دوں گا اور یہ وعدہ میں نے تمہارے بھروسے پر کیا ہے۔"

"تم وعدہ کر چکے ہو۔؟" "ہاں۔"

"لیکن کیوں۔؟" اس لئے کہ میں ہربنس کا محکوم ہوں۔ یہاں استنبول میں میں اس سے بگاڑ کر نہیں رہ سکتا۔!" آئن بگ نے کہا۔

"لیکن میں تو اس کا محکوم نہیں ہوں۔ میری موجودگی میں وہ فریڈرک کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔" کیگارو نے کہا۔

"تو کیا تم میری مدد نہیں کرو گے کیگارو۔" "ہرگز نہیں۔"

"میں تمہیں ایک معقول رقم پیش کر سکتا ہوں۔"

"تم جانتے ہو میں کنگال نہیں ہوں۔"

"لیکن میرے لئے یہ ضروری ہے کیگارو۔!" آئن بگ نے خشک لہجے میں کہا۔

"گویا ——— تم میری مرضی کے بغیر اسے ہربنس کے حوالے کرو گے۔؟"

"ہاں ——— مجبوریاں کوئی حیثیت رکھتی ہیں۔؟"

"تم اسی قدر مجبور ہو۔؟" اچانک کیگارو کا لہجہ بدل گیا۔

"جس قدر تم سوچ سکتے ہو' اس سے کہیں زیادہ میرے دوست ——— میں تم سے مدد کی درخواست کرتا ہوں کیگارو۔ تم سے بگاڑ کر مجھے خوشی نہ ہو گی اس لئے میری درخواست ہے کہ تم میری مدد کرو۔!"

"ہوں ———!" کیگارو کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر گردن اٹھا کر بولا۔ "میں سارڈی سے مشورہ کروں گا! اگر اس نے اجازت دے دی تو ٹھیک ہے۔"

"یہ معاملہ بہت سنجیدہ ہے کیگارو ——— سارڈی بچی ہے۔ اسے ان معاملات میں نہ گھسیٹو۔ تم اس سے کہہ سکتے ہو کہ فریڈرک ہمیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

اور اس بچی پر مجھے ہنسی آ گئی۔ کیگارو خاموش تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔ "اگر تمہارا اصرار ہے تو ٹھیک ہے بگ۔ ویسے عمدہ آدمی تھا۔ تم اس کے لئے ناشتہ بھجواؤ۔ کافی میں بیہوشی کی دوا ملی ہونی چاہئے۔ سارڈی بھی بیہوش ہو جائے گی تب ہم اسے اٹھا کر ہربنس کے حوالے کر دیں گے۔"

"یہ کام میں بخوبی کر لوں گا۔" بگ خوش ہو کر بولا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن ہربنس سے ایک معقول رقم حاصل کرنا تمہارا کام ہے۔"

"تم فکر مت کرو میرے دوست' مجھے خوشی ہے کہ تم مان گئے۔!" آئن بگ نے کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ کیگارو بھی اس کے جال میں آ گیا۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ میں خود بھی تو مفلوج نہیں ہوں۔ لیکن کرنا کیا چاہئے۔؟ کیا یہاں سے فرار ہو جاؤں۔ اور پھر اپنے آدمیوں سے مدد لوں۔؟ یا پھر ———! اور فوری طور پر دماغ گھوم گیا۔ میں نے ایک نئے انداز میں سوچا۔ کیوں نہ گرفتار ہو کر ہربنس کے پاس پہنچ جاؤں؟ اور پھر وہاں ——— ہربنس سے نپٹ لوں۔ ظاہر ہے وہ تنہا نہ ہو گا۔ اور یہ کام سخت مشکل ہو گا۔ لیکن مشکلات کی پرواہ کون کرے زیادہ سے زیادہ موت آئے گی' جس کے آنے کا نہ مجھے غم تھا نہ خوشی۔ لیکن کم از کم ہربنس کو ہلاک کر دوں گا! یقیناً اس سے عمدہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی۔

میں نے دل میں ٹھان لیا' اور پھر میں تیزی سے سارڈی کی طرف چل پڑا ہتھنی میرے لئے پریشان تھی۔ نہ جانے کیوں اس نے کمرے سے باہر نکلنا پسند نہیں کیا تھا۔ "اوہ' فریڈی ڈارلنگ ——— اتنی دیر لگا دی۔ کہاں چلے گئے تھے۔؟"

"پیٹ میں زیادہ ہی گڑبڑ ہو گئی تھی ڈیر ——— مگر تم باہر کیوں نہیں آئیں؟"

"تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" "تم نے کچھ کھایا۔؟"

"ابھی نہیں ——— بس دو گولیاں اور پی لی ہیں۔" اس نے معصومیت سے جواب دیا اور میں نے دل میں اسے ایک موٹی سی گالی دی۔ اس سے قبل کہ ہمارے درمیان اور کوئی گفتگو ہو' کہ دروازے پر کیگارو کی دہاڑ سنائی دی۔

"ہے ——— فریڈرک۔ ہے سارڈی ——— کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔" اور اجازت طلب کرنے

کے ساتھ ہی وہ اندر گھس آیا۔ "سوری فرینڈز۔ میں ذرا مصروف تھا۔ اور ابھی تم سے کوئی گفتگو نہیں کروں گا کیونکہ مجھے ایک ضروری بات بتانی ہے۔!"

میں چونک پڑا۔ کیا کیگارو ڈبل رول ادا کر رہا ہے۔" کیگارو نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا اور پھر میری طرف مڑ کر بولا۔ "سنو فریڈرک اور سنو سارڈی! ابھی آئن بگ شاید تمہارے لئے ناشتہ لائے۔ باقی چیزیں کھا لینا' لیکن کافی مت پینا کیونکہ اس میں بیہوشی کی دوا شامل ہے۔ آئن بگ ہربنس کی وجہ سے تمہارا دشمن ہو گیا ہے فریڈرک۔ اگر سمجھ سکتے ہو تو سمجھ لو' مجھ سے کوئی سوال مت کرنا' اور ——— سارڈی تم بھی۔ ابھی وقت ہے نہیں۔ میں تمہیں بعد میں بتا دوں گا۔ ہاں تم کافی چالاکی سے پھینک دینا اور پھر تم دونوں بیہوش ہونے کی اداکاری کرنا۔! یہاں آئن بگ کے کافی آدمی موجود ہیں اس لئے ہمیں دقت ہو گی۔ جب وہ تمہیں لے کر ہربنس کے پاس چلیں گے تو میں بھی ساتھ رہوں گا اور پھر ہم دونوں مل کر ان سے نپٹ لیں گے۔ اوکے فریڈرک۔؟" میں سن ہو کر رہ گیا تھا۔ گویا کیگارو درحقیقت ایک مخلص آدمی ہے اور بھیجہ بھی رکھتا ہے۔!

"کیا تم زیادہ نشے میں ہو کیگارو۔ کیا کہہ رہے ہو۔؟ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔" سارڈی نے کہا۔

"فریڈرک خطرے میں ہے سارڈی۔ اور اگر تم حالات جاننے کے چکر میں رہیں تو اسے نقصان پہنچ جائے گا! بعد میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا' اب خاموش رہو۔!" سارڈی نے منہ کھولا۔ اور پھر خاموش ہو گئی۔ لیکن میں پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے جھانک کر دروازے کے باہر دیکھا۔ دور دور تک کوئی نہ تھا۔ چنانچہ میں نے دروازے کے پاس ہی کھڑے ہو کر کہا۔ "شکریہ کیگارو! میں تمہارے خلوص اور دوستی کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ سنو میرے دوست ———! میں نے تمہاری اور بگ کی گفتگو سن لی ہے۔ میں بھی تفصیل تمہیں اطمینان سے بتاؤں گا۔ فی الحال یہ سمجھ لو' کہ ہربنس سے میری واقعی چل رہی ہے' لیکن لکھ لو کہ وہ گدھا بھی میرے ہی ہاتھوں مارا جائے گا۔ اگر تم بگ کی باتوں میں آجاتے کیگارو تو میں دوسرا بندوبست کرتا۔ لیکن اب اگر تم میرے دوست ہو تو میں تمہاری مدد چاہتا ہوں۔!"

"اوہ ——— ڈارلنگ ——— کیسی مدد ——— تم مجھے بتاؤ ——— میں تمہارے لئے پوری دنیا سے ٹکرا جاؤں گی۔!" سارڈی نے کہا۔

"سارڈی کافی پینے کی اداکاری میں کروں گا! تم سرے سے اسے پینا ہی نہیں۔ پھر میں بیہوش ہو جاؤں گا اور تم دونوں بگ کے ساتھیوں میں شامل ہو کر میرے ساتھ چلنا۔ لیکن میں تمہارے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کروں گا کیگارو۔" کیگارو تعجب سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "کیسی تبدیلی۔؟"

"تمہاری دوستی' تمہاری محبت کا شکریہ کیگارو۔ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا کہ تم میرا ساتھ دو۔ لیکن اگر تم میرا ساتھ ہی دینا چاہتے ہو تو تمہیں ایک کام کرنا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"ارے تم بتاؤ میری جان ——— ہم زندگی بھر تمہارا ساتھ دیں گے اور یہ کیگارو ——— یہ میرا بھالو ہے۔ اس کی مجال ہے کہ میری مرضی کے خلاف کام کرے۔" سارڈی چار گولیوں میں چل رہی تھی اور خالی پیٹ تھی۔

"ہاں ہاں ـــــــ تم کام بتاؤ۔ ہم تمہیں ساتھ لے کر استنبول میں داخل ہوئے تھے' ساتھ لے کر یہاں سے نکلیں گے۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں کیگارو۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ آئن بگ کے آدمی مجھے ہربنس کے پاس لے جائیں اور میرا ہربنس سے سامنا ہو جائے۔ سنو ـــــــ میں پورے چار گھنٹے تک بیہوش رہنے کی اداکاری کروں گا' اس کے بعد پندرہ بیس منٹ تک ہربنس سے گفتگو کروں گا۔ اس کے بعد تم اندر داخل ہو جانا ہم اس کے ساتھیوں سے جنگ کریں گے اور وہاں سے نکل آئیں گے۔"

"اور اگر اس کے ساتھیوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو۔؟"

"دیکھ لیں گے۔ بہرحال میرا یہی پروگرام ہے۔"

"اے کیگارو ـــــــ بزدل چوہے۔ آخر تیری قوتیں سو گئیں نا۔ تو آدمیوں کی تعداد سے ڈر رہا ہے۔؟" سارڈی بڑبڑائی۔

"یہ بات نہیں ہے سارڈی۔ میں چاہتا ہوں ہمارا دوست ہر حالت میں محفوظ رہے۔"

"وہ محفوظ رہے گا ـــــــ ہم وہی کریں گے جو وہ کہہ رہا ہے۔" سارڈی نے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــــ میں تیار ہوں۔" کیگارو نے کہا۔ اور میں نے ایک بار پھر ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں باہر چلتا ہوں' میں چاہتا ہوں کہ میری موجودگی میں بگ یہاں نہ آئے' تاکہ اسے کوئی شبہ نہ ہو سکے۔"

"جاؤ ـــــــ لیکن کچھ کھا کر اوندھے مت ہو جانا' جو سارا پروگرام چوپٹ ہو جائے۔" سارڈی نے کہا اور کیگارو گردن ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد سارڈی نے میری طرف دیکھا اور بڑے محبوبانہ انداز میں بولی۔ "تم فکر مت کرو ڈارلنگ' وہی ہو گا جو تم چاہو گے۔ بس ہمارا ساتھ مت چھوڑنا۔ میں اب تمہارے بغیر زندہ نہیں رہوں گی۔" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر میری طرف جھپٹی اور خود مجھے اپنی زندگی خطرے میں نظر آنے لگی' لیکن میں نے خود کو سنبھالے رکھا تھا' اس وقت ان لوگوں سے کام لینا تھا۔ اس لئے انہیں ہر حالت میں برداشت کرنا ضروری تھا۔

سارڈی خونخوار شیرنی کی طرح مجھے بھنبھوڑتی رہی۔ اور جس وقت آئن بگ ایک ملازم کے ساتھ اندر داخل ہوا' اس وقت بھی سارڈی نے مجھے مرغا بنایا ہوا تھا اور میری بری حالت تھی جسے آئن بگ نے بھی دیکھا۔ لیکن بگ کو دیکھ کر سارڈی نے مجھے معاف کر دیا۔

"سوری دوستو ـــــــ مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔ کیگارو کہاں ہے؟"

"تم ہی اسے تلاش کرو بگ ـــــــ دیکھو زندہ ہے یا مر گیا۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں اسے تلاش کر لوں گا! تم لوگ ناشتہ کر لو۔" بگ نے کہا اور ملازم نے ناشتے کی ٹرے اسٹول پر رکھ دی۔

"ٹھیک ہے' کر لیں گے۔ تم اسے تلاش کرو اور اسے اپنے ساتھ ہی کھلا پلا دینا۔ ہمیں فرصت نہیں ہے۔"

"ہاں ـــــــ میں خود تمہاری مصروفیات میں مداخلت نہیں کروں گا!" بگ نے مسکراتے ہوئے کہا اور ملازم کو ساتھ لے کر باہر نکل گیا۔ سارڈی نے آگے بڑھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا اور میری طرف دیکھا۔

"یہ تو اور عمدہ بات ہوئی سارڈی۔ ہمیں کوئی رسک بھی نہیں لینا پڑا۔" میں نے مسرت سے کہا اور ہم ناشتے پر ٹوٹ پڑے۔ عمدہ ناشتہ تھا۔ لیکن افسوس کافی خراب کر دی گئی تھی اس لئے ہم اس عمدہ ناشتے کے ساتھ کافی نہ پی سکے۔ تاہم سارڈی نے باقاعدہ ایک پیالی میں کافی بنائی اور پھر اسے اطمینان سے ضائع کر دیا اور اب میری اداکاری کی باری تھی۔ چند منٹ ہم گفتگو کرتے رہے۔ اس کے بعد سارڈی نے پوچھا۔

"کیا تم تیار ہو ڈارلنگ۔؟"

"ہاں سارڈی۔ میں بالکل تیار ہوں۔"

"یہ قصہ آج ہی ختم ہو جائے گا نا؟" سارڈی نے ٹھنکتے ہوئے کہا۔

"یقیناً ـــــــ بشرطیکہ تم لوگوں نے میری بھرپور مدد کی۔ لیکن تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے۔؟"

"بس ـــــــ دن تو گزر جائے گا' میں چاہتی ہوں ہماری محبت کی کوئی رات ضائع نہ ہو۔ تم نہیں جانتے ڈارلنگ! میں کتنی شدت سے تمہیں چاہنے لگی ہوں۔" "اوہ ـــــــ ہاں ڈیر میں جانتا ہوں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"کیا تمہیں میری محبت پر یقین ہے ڈارلنگ ـــــــ" وہ فوراً جذبات میں آجاتی تھی اور اس کے خوفناک جذبات سے میری روح فنا ہونے لگتی تھی۔

"اب بالکل یقین ہے۔ میں اس کا ثبوت پیش کر دوں گا۔ میں نے اس کے درخت کی شاخوں جیسے موٹے بازوؤں کی زد سے بچنے کے لئے اچھل کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"ایک بوسہ ـــــــ فقط ایک بوسہ۔" اس نے مجبور عاشق کے سے انداز میں کہا۔ "ہمیں ـــــــ اب اپنا کام شروع کر دینا چاہئے سارڈی۔ آئن بگ اپنی کارروائی کا انجام دیکھنے کے لئے آتا ہی ہو گا۔" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ لیکن کمرہ زیادہ عریض نہ تھا۔ دیوار پشت پر آ گئی تھی اس لئے سارڈی نے میری کمر میں ہاتھ ڈال کر مجھے بھینچ دیا' اور بڑے ظالمانہ انداز میں میرے ہونٹ بھنبھوڑ ڈالے۔ عجیب محبوبہ ملی تھی۔ اگر چند روز اس کے ساتھ رہ گیا' تو زندگی بھر کے لئے عورت کے نام سے وحشت زدہ ہو جاؤں گا۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ جلد از جلد ان مخلص لوگوں سے جان بچائی جائے۔ بہرحال میری دعائیں کام آ گئیں۔ وہ مجھ سے جدا ہو گئی۔ اور میں نے سکون کی سانس لی۔

"اوکے سارڈی ـــــــ اب کام شروع کر دیں؟" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ـــــــ" اس نے پژمردہ لہجے میں کہا اور پھر مجھے اٹھا کر ناشتے کی میز پر لے آئی۔ "میں کیگارو کو تلاش کرنے جاتی ہوں' اسے اطلاع دوں گی کہ تم اچانک بیہوش ہو گئے ہو۔!"

"ٹھیک ہے ـــــــ اسی انداز سے یہ بات بگ کے کانوں میں پہنچنی چاہئے۔" اور پھر میں بیہوش ہو کر ایک طرف جھک گیا اور سارڈی مجھے گھورتی ہوئی دروازے سے باہر نکل گئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ سارڈی نے باہر کیا ڈرامہ کیا' لیکن چند منٹ ہی کے بعد آئن بگ اور کیگارو آندھی طوفان کی طرح کمرے میں گھس آئے تھے۔ سارڈی بھی ان کے پیچھے تھی۔ وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"دیکھو تو کیگی ـــــــ اسے کیا ہو گیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد مجھ سے باتیں کر رہا تھا' اچانک لڑھک گیا۔"

آئن بگ مجھے ٹٹولنے لگا! اور پھر اس نے کافی کی پیالیاں دیکھیں! "کیا اس کپ میں تم نے کافی پی لی۔؟" بالآخر اس نے پوچھا۔

"کافی ——— نہیں۔ مجھے کافی پسند نہیں۔ میں کافی نہیں پیتی ——— البتہ اس نے پی تھی۔!"

"اوہ ———!" آئن بگ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور کیگارو بول اٹھا۔

"ہمیں سارڈی کو حالات سے باخبر رکھنا چاہئے بگ۔ بہرحال وہ میری بہن ہے اور مجھے اس کے لو اعتماد ہے۔" بگ نے اسے چونک کر دیکھا۔ لیکن کیگارو اس کی طرف دیکھے بغیر سارڈی سے درا صل فریڈرک کو جان بوجھ کر بے ہوش کیا گیا ہے سارڈی۔؟"

"اوہ ——— کیوں کیگی۔؟"

"وہ ایک خطرناک آدمی ہے۔ ہمارے دشمنوں سے تعلق رکھتا ہے' اور اس کے دشمنوں کو ا ضرورت ہے۔ ہم اسے ان کے حوالے کریں گے' اور اس کے عوض ہمیں ایک معقول رقم ملے گی۔"

"ونڈر فل ———!" سارڈی نے حیرت کا اظہار کیا۔ "رقم کتنی ہو گی؟"

"جتنی تمہیں ضرورت ہو بے بی ——— تم فکر مت کرو۔" بگ جلدی سے بول پڑا۔ سارڈ اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کیا تھا اس سے اسے بڑا اطمینان نصیب ہوا تھا۔

"تب ٹھیک ہے۔ مجھے رقم کی ضرورت ہے۔ اگر میں اسے قتل کر دوں تو کیا مجھے اور زیادہ رقم ل گی۔!"

"اوہ ——— نہیں بے بی ——— ہم اسے قتل نہیں کریں گے۔ یہ کام تو اس کے دشمن ک گے۔ تمہاری ضرورت بہرحال پوری ہو جائے گی۔" آئن بگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ ——— تب ٹھیک ہے۔" سارڈی نے اطمینان سے کہا۔ پھر بولی۔ "اب ہم اس کا کیا گے۔؟"

"اسے اس کے دشمنوں کے پاس پہنچانا ہے۔"

"او کے ———!" سارڈی نے کہا اور جھک کر مجھے بازوؤں میں اٹھا لیا۔

"اوہ ——— تم رہنے دو بے بی ——— یہ کام ہم کریں گے۔" بگ نے کہا اور پھر ہنستے ہ کیگارو سے بولا۔ "تمہاری بہن تم سے زیادہ مستعد ہے۔" کیگارو بھی ہنسنے لگا تھا۔

بہرحال مجھے ہربنس تک پہنچانے کے لئے معقول بندوبست کیا گیا اور پھر ایک بند گاڑی مجھے لے ا پڑی۔ طویل عرصے تک مصنوعی طور پر بیہوش پڑے رہنا خاصا مشکل کام تھا۔ لیکن میں تو اب مشکلا عادی تھا اور خود پر جبر کرنا خوب جانتا تھا۔ اس لئے میں نے کامیاب اداکاری کی۔ راستے میں کیگار سادگی سے آئن بگ سے گفتگو کرتا جا رہا تھا۔

"ہمیں اسے کہاں پہنچانا ہے۔؟"

"رمپو ——— ہل اسٹیشن رمپو ——— بنگلہ نمبر سات ——— وہی ہربنس کی قیامگاہ ہے۔ منا کا بہت بڑا اسٹور۔ وہاں سے پورے ترکی کو مال سپلائی ہوتا ہے۔"

"ہوں ———!" کیگارو نے سنجیدگی سے کہا اور میں نے دل ہی دل میں کیگارو کا ز شکریہ ادا کیا جس نے میرے لئے بہت بڑی آسانی فراہم کر دی تھی۔ بہرحال ویگن دوڑتی رہی۔ بلا

بیا ایک گھنٹے کا سفر ہو گا۔ بڑے صبر سے کام لینا پڑا تھا۔ پھر ویگن مکان کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی پھر وہ رک گئی۔ دروازہ کھلا اور بگ نیچے اتر گیا!

"مسٹر ہربنس ——— موجود ہیں۔؟"

"نہیں مسٹر بگ ——— وہ کسی کام سے گئے ہوئے ہیں۔"

"شکار آ گیا ہے۔!"

"ہاں ——— ہمیں اس کے بارے میں ہدایت ملی ہے۔ لیکن تم نے بہت پھرتی سے کام کر لیا ——— چلو اسے اندر پہنچا دیں۔ مگر تمہارے ساتھ اور کون ہے؟"

"میرے مددگار۔"

"یقیناً قابل اعتماد لوگ ہوں گے۔"

"یہ کام تمہارے سوچنے کا نہیں ہے۔" بگ نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور سوال کرنے والا خاموش ہو یا۔ پھر شاید کوئی اسٹریچر لایا گیا تھا ——— مجھے اٹھا کر اسٹریچر پر ڈالا گیا۔ اور پھر اندر لے جایا گیا۔ سارڈی اور ب وغیرہ کے بارے میں اس کے بعد کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ وہ لوگ مجھے لئے ہوئے اندر آ گئے تھے۔ اور پھر ٹریچر سے مجھے بستر پر منتقل کر دیا گیا۔ بہت سے لوگ میرے نزدیک موجود تھے اور اس وقت سب سے عمدہ اکاری کی ضرورت تھی۔ اگر مصنوعی بیہوشی کا راز کھل جاتا تو خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ کیونکہ بہت نگاہیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"یہ تو بالکل غیر ملکی معلوم ہوتا ہے۔؟" کسی نے اردو میں کہا۔

"میک اپ بھی ہو سکتا ہے۔"

"گویا یہی نہیں ہے۔؟"

"ہاں ——— ڈاڑھی مصنوعی بھی ہو سکتی ہے۔"

"دیکھو ———" کسی نے کہا اور پھر بڑے اطمینان سے میرے چہرے سے ڈاڑھی اور مصنوعی بالوں وگ اتار دی گئی۔ سب کے منہ سے حیرت کی آوازیں نکل گئی تھیں۔

"اوہ ——— کافی ہینڈسم ہے۔"

"صورت سے کس قدر شریف نظر آتا ہے۔"

"یقین نہیں آتا کہ اس شخص نے ٹھاکر کو گرفتار کرا دیا۔ ٹھاکر میں بس اتنی ہی جان تھی ایسے لونڈوں مار کھا جاتا۔!"

"یہ بات نہیں ——— خیال ہے کہ اس کی پشت پر غلام سیٹھ کا گروہ ہے۔"

"مگر اس نے تو آبکاری سے مدد لی تھی۔"

"چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔" میرے بارے میں تبصرے ہوتے رہے اور میں دل ہی دل میں لراتا رہا۔ ویسے میری تلاشی لے کر اسلحے وغیرہ کے بارے میں اطمینان کر لیا گیا تھا' لیکن میں نے ایسی کوئی نہیں رکھی تھی' جس سے ان لوگوں کو کوئی شبہ ہوتا۔ کافی دیر تک وہ میرے نزدیک جمع رہے' پھر دروازہ لا اور کوئی اندر داخل ہو گیا۔

"ٹھیک ہے ——— تم اس کی دیکھ بھال کرو۔ ہوش میں آ جائے تو اطلاع دینا۔ ہیل تم اس کے ہاتھ پاؤں

باندھ دو۔!"

چمڑے کے تسموں سے میرے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے کس دیئے گئے' اور اس کے بعد سب با
گئے۔ لیکن پھر بھی کمرے میں کوئی موجود تھا۔ وہ جسے میری نگرانی کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ نریما۔۔ کسی لڑکی کا نام بھی ہو سکتا ہے۔! لیکن آنکھیں کھول کر دیکھنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ کافی دیر تک م
رہا۔ نگرانی کرنے والا بھی شاید افیونی تھا۔ ایسا دم سادھ کر بیٹھا تھا کہ بس۔ ہلنے جلنے تک کی آواز نہیں تھی' اور جب یہ سکوت ناقابل برداشت ہو گیا تو میں نے ڈرتے ڈرتے آنکھوں میں باریک سی جھری پ
میری نگرانی کرنے والا میرے بالکل قریب تھا۔ شاید بستر کے نزدیک کرسی ڈال لی گئی تھی لیکن اس بار
جھری سے صرف اس کا ہیولہ ہی نظر آ سکتا تھا۔ میں اس کا چہرہ وغیرہ دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے
ہمت کی۔!

اور اب میں اسے بخوبی دیکھ سکتا تھا دبلے پتلے جسم کی چیچک رو اور بدشکل لڑکی تھی' لباس بھی بد
کا استعمال کیا گیا تھا۔ آنکھیں چھوٹی اور غم آلود تھیں۔ وہ میری طرف ہی دیکھ رہی تھی۔ پھر اس
آنکھیں کھلنے کا احساس ہو گیا۔ اور وہ مضطربانہ انداز میں کھڑی ہو گئی۔ دونوں ہاتھ میری مسہری پر ر
میرے طرف جھک آئی۔

"کیا۔۔۔۔۔ کیا تم ہوش میں ہو۔۔؟" اس نے دبی دبی آواز میں پوچھا۔ یہ سرگوشی کیا معنی رکھ
میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ لڑکی نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ "سنو۔۔۔۔۔ کیا تم ہوش میں
میں اپنے ذہن میں فیصلے کر رہا تھا۔ بہر حال اس وقت اس کمرے میں اور کوئی موجود نہیں تھا اگر اس
جال ڈالا جائے تو ممکن ہے کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے۔ چنانچہ میں نے آنکھیں کھول دیں۔!
میرے سینے سے ہاتھ ہٹا لیا تھا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔!

"تم۔۔۔۔۔ تم کون ہو۔۔۔۔۔ میں کہاں ہوں۔۔؟" میں نے کمزور آواز میں پوچھا۔

"تم خطرات میں گھرے ہوئے ہو۔ تم۔۔۔۔۔ نہیں جانتے۔۔۔۔۔ تمہارے دوستوں نے
کیا ہے۔ تم زبردست خطرے میں گھرے ہوئے ہو۔" لڑکی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"یہ کونسی جگہ ہے۔ تم کون ہو۔۔؟"

"میں کوئی نہیں ہوں۔ یہ رمپو ہے۔ ہل اسٹیشن رمپو۔۔۔۔۔ بنگلہ نمبر سات۔" لڑکی نے جوا

"اگر میں خطرے میں ہوں تو تم مجھے اس سے آگاہ کیوں کر رہی ہو۔۔؟"

"میں۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ سنو۔ اگر میں تمہارے ہاتھ پاؤں آزاد کر دوں تو کیا تم خاموشی سے نکل جاؤ گے۔۔؟"

"اور تم۔۔۔۔۔؟" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں۔۔۔۔۔ میں کچھ نہیں۔۔۔۔۔ بس میں۔ میں۔۔۔۔"

"تمہارا نام کیا ہے۔۔؟" میں لڑکی کی نفسیات سے کسی حد تک آگاہ ہوتا جا رہا تھا۔

"نریما۔۔۔۔۔!" اس نے تذبذب سے جواب دیا۔

"تمہاری اس ہمدردی کا شکریہ۔۔۔۔۔ لیکن میں اپنی زندگی کے لئے تمہاری زندگی خطر
ڈال سکتا۔"

"مجھے اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ چاہے جس وقت ختم ہو جائے۔ اگر میری وجہ سے تمہاری زندگی بچ جائے تو اس سے بڑی خوشی مجھے کبھی نہیں مل سکتی۔ زندگی میں ایک بار خوش ہونے کا موقع ملا ہے۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔"

کوئی درد بھری کہانی۔ دکھ بھری زندگی۔۔۔۔۔ اس دنیا میں اس کے سوا رکھا ہی کیا ہے۔ لیکن میرے لئے کام ہونے والا تھا۔ ایسی شکل میں اس لڑکی کو کیوں الجھایا جائے۔ بیکار ہے۔ ہاں اگر اس سے کچھ اور مفید معلومات حاصل ہو سکیں تو وہ اہمیت رکھتی تھیں۔ "شاید تم بہت دکھی ہو نریما۔؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ مجھے کوئی دکھ نہیں ہے۔ کوئی خوشی بھی نہیں ہے۔ میں زندگی کے اس ناکارہ بوجھ کو گھسیٹ رہی ہوں۔ ابھی تک موقع ہی نہیں مل سکا کہ خود کو کسی کے لئے قربان کر دوں۔ تم اگر پسند کرو تو۔۔۔۔"

"میرے ہاتھ پاؤں کھول دو نریما۔ لیکن تسمے اس انداز میں پڑے رہنے دو کہ انہیں اندازہ نہ ہو سکے۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ جیسا تم کہو۔" اس نے کہا اور پھر اس نے وہی کیا جو میں نے کہا تھا۔! ایک بات آپ نے بھی محسوس کی ہو گی۔ مجھے زندگی کے ہزار ہا دکھ ملے۔ بڑی بڑی پریشانیوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن عورت کا میری زندگی میں بہت بڑا دخل ہے۔ عورت کی وجہ سے میں نے بے پناہ کامیابیاں حاصل کیں۔ تھوڑے ہی عرصے میں بے شمار عورتیں مجھ سے ٹکرائیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ مجھے دھوکہ دینے کے باوجود میرے لئے نقصان دہ نہ ثابت ہو سکیں۔ ممکن ہے اس بات کو مبالغہ سمجھا جائے۔ لیکن اپنی اس کہانی کو میں فخر کے جذبات کے ساتھ نہیں بیان کر رہا۔ بلکہ جب اپنی سوانح حیات لکھنے کے بارے میں سوچا۔ تو سب سے پہلے یہ فیصلہ کیا کہ خود پر کوئی ملمع نہ رہنے دوں گا۔ اور پوری ایمانداری کے ساتھ وہ واقعات بیان کروں گا جو میرے اوپر بیتے ہیں۔ ایک انسان جسے معاشرے نے باعزت زندگی بخش دی ہے۔ خود کو رسوا کرنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن اس گھناؤنی زندگی کے ایک ایک پہلو کو بے نقاب کر کے جو سکون مجھے ملا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے میں نے اپنے دل سے ساری غلاظت نکال پھینکی ہو۔ میں نے اپنے اندر چھپی ہوئی گندگی کے سارے ڈھیر کو نکال کر آپ کے سامنے ڈال دیا ہے۔ اور کوئی ایسا کانٹا نہیں رہنے دیا جو میرے ضمیر کو داغدار رکھے۔!

"میں تمہارے اس احسان کا بدلہ نہیں دے سکتا نریما۔ سوائے اس کے کہ اگر زندگی باقی بچ گئی تو تمہیں اپنی محسنہ کی حیثیت سے یاد رکھوں گا۔" اور میرے الفاظ سے نریما کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں ایک اداس سی شمع جل اٹھی۔ اس کا کانپتا ہوا سیاہ ہاتھ میری طرف بڑھا اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا۔۔۔۔۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کیا یاد رکھے جانے کے قابل ہوں؟؟"

"محسنوں کو بھولنے والے ناسپاس ہوتے ہیں۔ میں اسے اپنی خوش بختی سمجھتا ہوں کہ تم مجھے مل گئیں۔ دشمنوں کے درمیان ایک دوست کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا اندازہ شاید تمہیں نہ ہو سکے۔" میں نے اس کے ہاتھ کو گرفت میں لے لیا۔ اور اس نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اس کی آنکھوں سے نہ جانے کیا جھانک رہا تھا۔! اور میں اس کی کیفیات کو کھلی کتاب کی مانند پڑھ رہا تھا۔ بدصورت لڑکی تھی۔ کسی کی توجہ کا مرکز نہ رہی ہو گی۔ لیکن جوانی کی طلب اس میں بھی ہو گی اور ٹھکرائی جانے والی جوانی یاس کا شکار نہ ہو تو کیا کرے۔ رہا میرا سوال تو میں تو ایک کاروباری عاشق تھا۔ محبت کے بہت سے ناٹک رچا چکا تھا۔ جب سارڈی

جیسی دیوانی جارحانہ انداز میں مجھ سے اظہار عشق کر سکتی ہے تو اس سیاہ رو حسینہ کے دل میں کچھ کنول کھ
دیئے جاتے تو کیا حرج تھا۔

"کاش ـــــ میں تمہاری زندگی بچا سکوں۔؟" اس نے کہا۔

"اگر میں نہ بھی بچ سکا زیما۔ تب بھی تمہارا احسان اپنی جگہ ہے' جسے میں مرنے کے بعد بھی فرامو
نہ کر سکوں گا!" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر کھینچ لیا۔ اور اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آ
نمودار ہو گئے۔ میں نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھاما' اپنے چہرے کے مقابل کیا اور پھر اپ
ہونٹوں پر جھکا لیا۔ جب میں نے اس کے جوان ہونٹوں کا بوسہ لیا تو وہ اور حیرت میں مبتلا ہو گئی۔ میں
اسے سینے سے بھینچ لیا تھا!

"تمہیں میرے بارے میں کیا معلوم ہے زیما۔؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہربنس نے انہیں تمہارے بارے میں اطلاع دی تھی۔ کہا تھا بگ تمہیں لے آئے گا۔ تمہارا نام
ہے نا۔؟"

"ہاں ـــــ! کیا ہربنس موجود نہیں ہے۔؟"

"آتا ہو گا۔ اس نے ہدایت کر دی تھی کہ بگ جب بھی تمہیں لے کر آئے اسے اطلاع دے
جائے۔"

"فون پر ـــــ؟"

"ہاں ـــــ!"

"ہربنس یہاں نہیں رہتا۔؟"

"نہیں ـــــ!"

"کیا تم مجھے بتا سکو گی زیما' وہ کہاں رہتا ہے۔؟"

"عام حالات میں اس کی رہائش گاہ تقسیم چوک پر ایک کوٹھی میں ہے لیکن اس کے دوسرے بہت
ٹھکانے ہیں۔"

"مجھے ان ٹھکانوں کے پتے بتاؤ گی زیما ـــــ؟" میں نے لجاجت سے کہا اور اس کی آنکھوں کو
لیا۔ وہ بدستور میرے سینے پر پڑی ہوئی تھی اور اس کے انداز سے ایسا لگ رہا تھا جیسے پوری زندگی میں
پہلی بار کسی کی اپنائیت' کسی کا پیار ملا ہو۔ اور اس پیار پر وہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو گئی تھی۔
ساعت خاموش رہی اور پھر اس نے کئی جگہوں کے نام اور پتے بتائے۔ ان میں دو نائٹ کلب' تین ہوٹ
شامل تھے۔ میں نے حتیٰ الامکان ان پتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ اور پھر میں اس سے اظہار محب
رہا۔ جو ایک حد سے آگے نہ بڑھ سکا! ہربنس ابھی تک نہیں آیا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد چند
کمرے میں آئے۔ زیما قدموں کی چاپ سنتے ہی کرسی پر جا بیٹھی تھی۔! میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"کیا حال ہے زیما۔ اسے ہوش آیا۔؟"

"ابھی نہیں۔"

"اچھا ہے جتنی دیر بے ہوش رہے۔ مسٹر ہربنس ایک ضروری کام میں الجھ گئے ہیں۔ ذرا دیر سے
گے۔ تاہم انہوں نے ہدایت کر دی ہے کہ اس کی نگرانی کی جائے۔"

"تم لوگ بے فکر رہو۔ جب اسے ہوش آئے گا تو میں تمہیں اطلاع دے دوں گی۔" زیما نے کہا اور
وہ گردن ہلاتے ہوئے باہر چلے گئے۔ میں دل ہی دل میں وقت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ سارڈی اور کیگارو کو میں
نے چار گھنٹے کا وقت دیا تھا۔ اگر اس دوران ہربنس نہ آیا تو۔؟ یہ سوال خاصا پریشان کن تھا۔ زیما پھر میرے
پاس آ گئی۔

"کیا سوچ رہے ہو۔؟" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"یہاں کتنے آدمی ہوں گے زیما۔؟"

"اس وقت آٹھ ـــــ شام کو زیادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں تمہیں ایسے ہی فرار کرا سکتی ہوں۔ تم
اٹھ کیوں نہیں جاتے۔؟"

"میں نہتا ہوں زیما۔"

"میں تمہیں پستول فراہم کر سکتی ہوں۔!" زیما نے جواب دیا اور پھر تیزی سے اٹھ گئی۔ میں خشک
ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ غیر متوقع طور پر مجھے بہت اچھا مددگار مل گیا تھا۔ اور میں اس کے بارے میں
سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ اپنی زندگی کے لئے میں کوئی روگ نہیں پال سکتا تھا۔ لیکن کسی کی ہمدردی کا جواب
دینا تو ضروری ہے۔"

زیما واپس آ گئی۔ اس نے ایک بھرا ہوا پستول میرے حوالے کر دیا۔ "میں کس زبان سے تمہارا شکریہ
ادا کروں۔؟"

"نہیں نواز ـــــ میں یہ سب کچھ اپنے لئے کر رہی ہوں۔ پوری زندگی مجھے کوئی اچھا کام کرنے کا
موقع نہیں مل سکا۔ البتہ دل میں خواہش ضرور تھی۔"

"میں تمہارے لئے کیا کروں زیما ـــــ مجھے بتاؤ۔ میں تمہارے لئے کیا کروں؟"

"کیا تمہارے دل میں میرے لئے یہ سوال ابھرا ہے۔؟"

"ہاں ـــــ میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ تمہارے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو سنو ـــــ تمہارے ذہن میں پیدا ہونے والی ہمدردی میرے لئے سب کچھ ہے۔ اس کے علاوہ
مجھے کسی اور شے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اس سے آگے کچھ نہ کہنا۔!" اس نے جواب دیا اور میں حیرت
سے اسے دیکھنے لگا! یہ لڑکی تو در حقیقت بے حد الجھی ہوئی تھی۔ ابھی میں اس کے بارے میں زیادہ سوچ بھی
نہ سکا تھا کہ ـــــ اچانک باہر ہنگامہ ہو گیا۔

اوہ ـــــ اوہ ـــــ کیگارو نے جلد بازی سے کام لیا۔ وہ صبر نہ کر سکا۔ کیگارو کی دہاڑ
صاف سنائی دی تھی' اور اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں کی آوازیں شامل تھیں۔ میں پھرتی سے اٹھ گیا۔
زیما بھی دروازہ کھول کر باہر دوڑ گئی تھی۔ میں بھی باہر نکل آیا۔ تب میں نے باہر کا منظر دیکھا۔ کیگارو
اور سارڈی چار آدمیوں سے الجھے ہوئے تھے۔ سارڈی نے دو آدمیوں کی گردنیں بغل میں دبائی ہوئی تھیں
اور انہیں چکر دے رہی تھی۔ دوسری طرف کیگارو نے اپنے شکاروں کو فٹ بال بنا رکھا تھا۔ وہ بھی کافی
طاقتور اور تن و توش کے مالک تھے لیکن مقابلے پر بڑے بے ڈھب لوگ تھے۔

پھر باقی لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ یہ جنگ بے مقصد تھی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ آفاقی جوڑا
کہاں سے گھس آیا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔ وہ پوری قوت سے جنگ کر رہے تھے۔ نئے آنے والوں

کے ہاتھوں میں اسٹکیں تھیں جو وہ کیگارو اور سارڈی پر برسا رہے تھے۔ اور کیگارو کے ہاتھ اس کی وجہ سے سست ہونے لگے تھے۔

پھر ایک خطرناک مرحلہ آگیا۔ ان میں سے ایک کو عقل آگئی اور وہ پستول لے آیا۔ "خبردار۔۔۔ الگ ہٹ جاؤ' ورنہ گولی مار دوں گا۔" اس نے دہاڑ کر کہا۔ اور کیگارو رک گیا۔ یوں بھی وہ اسٹکوں سے کافی زخمی ہو گیا تھا۔ لیکن سارڈی شیرنی تھی۔ اس نے غراتے ہوئے پستول والے پر حملہ کر دیا۔ لیکن۔۔۔۔ دوسرے لمحے پستول سے فائر ہوا اور گولی نے سارڈی کی پیشانی میں سوراخ کر دیا۔ یہ صورت حال غیر متوقع تھی۔ کیگارو نے سارڈی کو گرتے دیکھا تو اسے بھی جوش آگیا۔ اور جوش سے ہر نقصان ہوتا ہے۔ دو گولیاں اس کے سینے میں گھس گئیں۔ لیکن اس نے پستول والے کو پکڑ لیا تھا اور پھر اس نے اسے زمین سے بلند کر کے نیچے دے مارا۔ دوسرے لوگوں نے پھر کیگارو پر اسٹکیں برسانا شروع کر دی تھیں۔ صورت حال بگڑ چکی تھی' اب اپنے دوستوں کی مدد کرنا بھی میرے بس سے باہر ہو گیا تھا' چنانچہ میں نے عقل سے کام لیتے ہوئے فرار ہونے کا پروگرام بنا لیا' اور دوسرے لمحے میں بھاگ نکلا۔۔۔۔ وہ لوگ زخمی کیگارو سے بھی اسی قدر خوفزدہ تھے کہ میری طرف کسی نے توجہ نہیں دی اور میں آسانی سے باہر نکل گیا۔ دل کے ایک گوشے میں احساس تھا کہ دونوں سادہ لوح میری وجہ سے مارے گئے۔ لیکن حالات ایسے تھے کہ میں ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ عمارت کے پورٹیکو میں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر کار اسٹارٹ کر کے باہر لانے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی۔

میں پوری رفتار سے چل پڑا۔ سڑک کا کوئی تعین نہیں تھا۔ بس چل رہا تھا اور میری نگاہیں کسی پبلک کال بوتھ کو تلاش کر رہی تھیں۔ اور میری ضرورت پوری ہو گئی۔ عمارت سے تقریباً چار میل نکلنے کے بعد ایک سڑک کے کنارے کال بوتھ نظر آگیا۔ میں نے اس کے قریب کار روک دی اور بوتھ میں داخل ہو گیا۔ میری نگاہیں نزدیکی پولیس اسٹیشن کے نمبر تلاش کر رہی تھیں جو ہر علاقے کے کال بوتھ میں پرنٹ ہوتے ہیں۔ ضروری نمبروں میں مجھے پولیس اسٹیشن کے نمبر مل گئے اور دوسرے لمحے میں نے جیب سے رومال نکال کر ریسیور پکڑا اور ناخون سے نمبر ڈائل کرنے لگا تاکہ میری انگلیوں کے نشانات نہ مل سکیں۔

"ہیلو۔" چند ساعت کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"پولیس اسٹیشن۔؟" میں نے لہجہ بگاڑ کر انگریزی میں کہا۔

"ہاں۔۔۔۔ فرمائیے۔"

"نوٹ کریں۔۔۔۔ رمپوہل اسٹیشن۔ بنگلہ نمبر سات۔ یہ منشیات کی تجارت کا بہت بڑا اڈا ہے۔ یہاں رہنے والے آپس میں جھگڑ پڑے ہیں۔ آزادانہ گولیاں چلی ہیں اور کئی قتل ہو گئے ہیں۔ اگر آپ جلدی کریں' تو بہت کچھ مل سکتا ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔ آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔ آپ کون ہیں۔ براہ کرم ہمارا انتظار کریں۔" دوسری طرف سے درخواست کی گئی۔ لیکن میں نے فون بند کر دیا۔ باہر نکلا رومال سے بوتھ ہینڈل صاف کیا اور پھر کار میں آبیٹھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ پولیس اسٹیشن کس طرف ہے۔ اور پولیس کون سے راستے سے آئے گی۔ بہرا حال مجھے یہاں سے بھی دور نکل جانا چاہئے تھا۔ چنانچہ میں نے کار کی رفتار پھر بڑھا دی۔ سڑک کے کنارے کئی قسم کے کارخانے تھے۔ ان کے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے پولیس کار کے سائرن سنائی دیے

بر میں نے رفتار پر کنٹرول کر لیا۔ دو پولیس کاریں میرے سامنے سے ہی گزری تھیں۔ میں نے چہرہ اس طرح آڑ میں کر لیا کہ مجھے دیکھا نہ جا سکے۔

جو کچھ ہوا غیر متوقع ہی تھا۔ سارڈی شاید صحیح وقت کا اندازہ نہیں کر سکی تھی۔ ہربنس پھر بچ گیا تھا۔ لیکن بچ کر جائے گا کہاں۔ میں اس کے سارے اڈوں کے نام پتوں سے واقف ہو گیا تھا۔ کافی لمبے سفر کے بعد میں ایک بارونق جگہ پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے کار ایک فٹ پاتھ کے کنارے چھوڑ دی۔ لیکن کار کے ہینڈل' لیور اور اسٹیئرنگ سے میں ہاتھوں کے نشانات مٹانا نہیں بھولا تھا۔ میں نے ہربنس پر ایک اور کاری ضرب لگائی تھی' لیکن ابھی میرا دل نہیں بھرا تھا۔ میں فوری اقدام کرنے کا قائل تھا۔ چنانچہ اس بار میں ایک اور پبلک کال بوتھ میں داخل ہوا۔ اب مجھے کسی قدر اطمینان تھا۔ اس لئے میں نے سکون سے کال بوتھ کے اندر ضروری نمبروں کا چارٹ دیکھا۔ اس بار میں نے اسپیشل پولیس ڈپارٹمنٹ کا فون کیا تھا۔ جو فوراً ہی ریسیو کر لیا گیا۔ پولیس کا عملہ کافی مستعد معلوم ہوتا تھا۔!

"ہیلو۔۔۔۔ اسپیشل پولیس ڈیپارٹمنٹ؟"

"فرمائیے جناب۔؟"

"ہل اسٹیشن رمپو پولیس اسٹیشن کو میں نے ابھی کچھ مفید معلومات فراہم کی ہیں۔ کیا آپ بھی کچھ خصوصی معلومات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں؟

"کس قسم کی معلومات ہیں جناب۔۔۔۔؟ اگر وہ قانون کے مفاد میں ہیں تو ہم خیر مقدم کریں گے۔"

"میں منشیات کے ایک گروہ کے جال کو توڑنا چاہتا ہوں۔ اس کا سربراہ ایک غیر ملکی شخص ہربنس ہے جو ایک تاجر کی حیثیت سے یہاں مقیم ہے۔ اس کی رہائش گاہ تقسیم چوک کی ایک کوٹھی میں ہے آپ اسے وہاں تلاش کر سکتے ہیں اور اگر آپ میری بتائی ہوئی جگہوں پر چھاپے ماریں تو آپ کو بہت کچھ مل سکتا ہے۔"

"اگر آپ قانون کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو پھر خوفزدہ کیوں ہیں۔ پولیس آفس میں تشریف لے آئیے۔"

"براہ کرم ان جگہوں کے پتے نوٹ کریں۔ اس سلسلے میں' میں بعد میں گفتگو کروں گا۔!"

"جی۔۔۔۔!" دوسری طرف سے کہا گیا اور میں نے وہ تمام پتے دوہرا دیئے جن کے بارے میں نریما نے بتایا تھا۔ دوسری طرف سے شکریہ ادا کیا گیا تھا۔

"میرا خیال ہے آپ نے اپنے ذرائع سے اس بوتھ کا پتہ چلانے کی کوشش کی ہو گی جہاں سے میں بول رہا ہوں۔ لیکن بدقسمتی سے میں آپ سے نہ مل سکوں گا یوں سمجھ لیں میں بھی اسی گروہ کا ایک ٹوٹا ہوا شخص ہوں۔ مجھے اپنی زندگی بچانا بھی ضروری ہے۔ اس لئے۔۔۔۔ خدا حافظ۔!" میں نے فون بند کر دیا اور حسب معمول احتیاطی تدابیر کر کے وہاں سے چل پڑا۔! اب میں کسی حد تک مطمئن تھا۔ اس وقت میں اصلی حال میں تھا۔ لیکن مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں تھی۔ کوئی سامان پاس نہ تھا' یہاں تک کہ پاسپورٹ وغیرہ بھی نہیں تھا۔ جیب میں چند سکوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ اس لئے ذرا غور و خوض سے کام لیتا تھا۔ اس وقت استنبول میں مجھے کسی اڈے کی تلاش تھی۔ میرے پاس پتے موجود تھے۔ چنانچہ' تھوڑی دور چلنے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس سے پار جلوۂ استقلال چلنے کے لئے کہا۔ اور ٹیکسی چل پڑی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک خوبصورت شاہراہ پر پہنچ گیا۔!

یہ استنبول کی مصروف ترین شاہراہ ہے۔ یورپ کا حسن بکھرا پڑا تھا' ہزاروں ملکی اور غیر ملکی نظر آرہے

تھے۔ عمدہ سجی ہوئی دوکانیں' سینما۔ ریستوران اسٹورز وغیرہ ـــــــ مجھے گولڈن اسٹورز کی تلاش تھ
کا سنہرا نیون سائن دور سے ہی نظر آگیا۔ جیب سے ساری ریزگاری جمع کی اور ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھ
اس نے مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" ڈرائیور نے گردن جھٹکی اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل
میں نے دور دور تک نگاہ دوڑائی' سب اپنی اپنی دھن میں مست تھے۔ کسی کی توجہ میری طرف نہیں
اردگرد سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے گولڈن اسٹورز کا رخ کیا۔ سونے کے زیورات کا شاندار اسٹ
بے شمار ملازم کام کر رہے تھے۔ اعلیٰ درجے کی خواتین خرید و فروخت میں مصروف تھیں۔ اس عور
میں میرے داخلے کو حیرت سے دیکھا گیا۔ اور پھر ایک ملازم میرے قریب پہنچ گیا۔

"فرمائیے جناب۔؟"

"اوہ ـــــــ معاف کیجئے۔ مجھے ایک قیمتی ہیرا فروخت کرنا ہے۔ کیا میں یوسف کمالی سے ملاق
سکتا ہوں۔؟"

"ہیرا آپ کے پاس موجود ہے۔؟"

"ہاں ـــــــ!"

"آپ اس کے مالک ہونے کے کاغذات رکھتے ہیں؟"

"یقیناً ـــــــ!" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ کا نام ـــــــ کیا آپ کے پاس کارڈ موجود ہے؟"

"نہیں ـــــــ بس آپ میرا نام نواز اصغر بتا دیں۔ انقرہ سے آیا ہوں۔"

"براہ کرم انتظار فرمائیے۔!" ملازم نے کہا اور ایک خوبصورت کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ جس پ
کے ایئر ٹائٹ دروازے لگے ہوئے تھے' وہ کیبن میں داخل ہو گیا۔ اور میں کیبن کے قریب پہنچ
کرنے لگا۔ چند ساعت کے بعد اچانک دروازہ کھلا اور ملازم کے آگے ایک وجیہہ شخص نظر آیا' ج
نہایت نفیس اور بے داغ سوٹ پہنا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس کی نگاہ میرے اوپر پڑی
میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"مسٹر نواز اصغر ـــــــ" اس نے جھک کر پوچھا۔

"خادم ہی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شرمندہ ہوں۔ ملازم بے گناہ ہے۔" اس نے معذرت آمیز انداز میں کہا اور بے تکلفی سے
پکڑ کر کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن میں اس کی چالاکی پر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ ہاتھ پکڑنے
اس نے میری کلائی دیکھنا چاہی تھی۔ لیکن گروہ کے نشان پر ٹیپ چڑھا ہوا تھا۔ اندر داخل ہو کر میں
کی شکل دیکھی۔

"میرا خیال ہے میں صحیح جگہ آیا ہوں۔؟"

"شاید ـــــــ!" اس نے زیر لب کہا اور اپنی کلائی میرے سامنے کر دی۔ میں نے اس کی کلائی
کا نشان دیکھ لیا تھا۔

"شکریہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی کلائی پر سے بھی ٹیپ چھڑا لیا۔

"اوہ ـــــــ اب مجھے بھی آپ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔" اس نے بھی کھل کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ـــــــ میں نے آپ کی بے چینی محسوس کر لی تھی۔ اس وقت جب آپ نے دوستانہ انداز میں
میری کلائی پکڑی تھی اور آپ نے اس پر نشان نہیں پایا تھا۔"

یوسف کمالی نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "ہاں میں نے خود کو ہی چالاک سمجھا تھا۔ حالانکہ سلیمان بے
نے مجھے آپ کے بارے میں پوری رپورٹ دے دی تھی۔"

"خوب آدمی ہے سلیمان بے۔"

"آپ نے کہاں قیام کیا مسٹر نواز اصغر۔ ہم تو آپ کو اسٹیشن پر بھی نہیں تلاش کر سکے تھے۔"

"لمبی کہانی ہے۔ تفصیل سے سناؤں گا۔ فی الحال مجھے کرنسی اور سامان کی ضرورت ہے۔"

"براہ کرم فہرست بتا دیں۔" اس نے مستعدی سے کہا اور کاغذ پنسل سنبھال لی۔ میں نے بے تکلفی سے
اپنی ضرورت کا سامان نوٹ کرایا۔ اس نے پوری تفصیل' میرے لباس کا ناپ وغیرہ نوٹ کر کے گھنٹی
بجائی اور فہرست ایک ملازم کے حوالے کر دی۔ "آپ کے لئے کیا منگواؤں۔؟"

"کافی ـــــــ اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں۔"

اس نے دوبارہ گھنٹی بجائی اور نئے آنے والے ملازم کو ہدایات دے دیں۔ میں پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔ اور
پھر ہم اس وقت تک خاموش رہے جب تک ملازم کافی وغیرہ نہ لے آیا۔ میں نے ڈرائی فروٹس میں سے کچھ
لیا' اور یوسف کمالی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں استنبول میں آپ کے قیام کے بارے میں جاننے کا خواہش مند ہوں۔" اس نے کہا۔

"دراصل ـــــــ کچھ کام میں اپنے لئے خود تلاش کر لیتا ہوں۔ آپ کو ان کی مختصر تفصیل بتاؤں گا۔
پہلے یہ بتائیں کہ مقامی طور پر آپ کا کاروبار کیسا چل رہا ہے۔"

"مقامی طور پر تو ہم کچھ نہیں کر پا رہے۔ سخت مقابلہ ہے۔ ہم وہ آسانیاں فراہم نہیں کر سکے ہیں جو
ہربنس کو حاصل ہیں۔"

"ہربنس کے علاوہ اور کوئی حریف۔؟"

"نہیں ـــــــ باقی لوگ تو چھوٹے چھوٹے پیمانے پر کام کرتے ہیں۔ ان سے بھی معقول آمدنی ہو
سکتی ہے۔ لیکن وہ سب ہربنس سے مال لیتے ہیں۔ چنانچہ پورے ترکی میں ہم ہربنس سے دبے ہوئے ہیں۔
مجبوراً غلام سیٹھ نے مقامی سیل تقریباً بند کر دی ہے۔ بس چند اڈے ہیں جو ہمارا مال لیتے ہیں۔"

"ہوں ـــــــ!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بہرحال میں آپ کو ان دنوں کی تفصیل تو ابھی
نہیں بتاؤں گا' ہاں ـــــــ ایک خوشخبری ضرور سناؤں گا۔"

"اوہ ـــــــ کیا۔؟ براہ کرم جلدی سنا دیں۔ بہت عرصے سے کوئی خوشخبری نہیں سنی ہے۔"

"میں نے ہربنس کو تباہ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔"

"ارے ـــــــ!" یوسف کمالی نے حیرت سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔ پھر تشویشناک انداز میں
بولا۔ "لیکن مسٹر نواز اصغر ـــــــ کام بہت مشکل ہے۔ وہ یہاں بہت مضبوط ہے۔"

"میں مضبوط لوگوں سے ہی ٹکرانے کا عادی ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"ہم آپ کی کامیابی کے منتظر رہیں گے۔ لیکن کیا اس سلسلے میں غلام سیٹھ سے گفتگو ہوئی ہے۔؟ میرا

مطلب ہے کہ کیا انہوں نے اجازت دے دی ہے۔؟"

"ایک طرح سے یہ ذاتی معاملہ سمجھ لو۔ اور میں ذاتی معاملات میں کسی کی اجازت کی ضرورت ن سمجھتا۔"

میرے الفاظ پر کمالی کچھ دیر تک سوچتا رہا اور کافی کے گھونٹ پیتا رہا۔ پھر بولا۔ "بہرحال ' ہر بنس سے بھی شدید نفرت کرتا ہوں۔ اگر آپ پسند کریں تو ذاتی طور پر میں بھی آپ کے ساتھ کام کرنے کو تیار ہو لیکن ایک شرط ہے۔ کامیابی ' یا ناکامی کی صورت میں آپ تمام ذمہ داری قبول کریں گے۔ میرے پاس بہترین لڑکے موجود ہیں جو مقامی غنڈے ہیں۔"

"شکریہ مسٹر کمالی ——— کل صبح کے اخبارات پڑھنے کے بعد ہی اس بارے میں فیصلہ کریں۔"

"کل صبح کے اخبارات!؟"

"ہاں ——— فی الحال اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکوں گا۔"

"بہت سخت ہیں آپ ——— اب تو خواب آور گولیاں لے کر ہی سونا پڑے گا۔ ورنہ صبح ہونا ہو جائے گی۔" یوسف کمالی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔!" میں نے آہستہ سے کہا۔ اور پھر بولا "میں کسی عمدہ سے ہوٹل میں قیام کرنا ہوں۔ کیا آپ میری رہنمائی کریں گے؟"

"ہلٹن ہوٹل ——— عمدہ ہوٹلوں میں سے ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنا ٹیلیفون نمبر دے دیں۔ وہاں سے فون کروں گا۔"

"ہاں ——— ہاں ——— یقیناً۔" یوسف کمالی نے کہا اور اپنا کارڈ نکال کر میرے حوالے کر لیکن میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں۔ میں نے کئی بار اس کا فون نمبر دوہرایا اسے ذہن نشین کرنے بعد واپس کر دیا۔ یوسف کمالی کے چہرے پر تحسین کے آثار ابھر آئے تھے۔

"درحقیقت آپ بے حد محتاط انسان ہیں مسٹر نواز۔ آپ کے بارے میں جو کچھ سنا ہے غلط نہیں۔"

"میں جن حالات سے گزر رہا ہوں مسٹر کمالی۔ ان کے تحت آپ لوگوں کی طرف دیکھ بھی نہیں ورنہ آپ بھی خطرے میں پڑ جائیں گے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن بدقسمتی ہے کہ آپ اس سلسلے میں ہمیں خدمت کا موقع نہیں رہے۔"

"میں نے عرض کیا نا۔ ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔ اگر ضرورت ہوتی تو میں آپ کو ضرور تکا دیتا۔"

کافی دیر تک یوسف کمالی سے گفتگو ہوتی رہی۔ پھر میرا مطلوبہ سامان آگیا۔ میں نے سامان سے سلیپنگ سوٹ نکالا۔ شیونگ بکس لے کر میں باتھ روم میں داخل ہو گیا اور پھر گرم پانی کے غسل۔ صرف یہ کہ تھکن نچوڑ دی بلکہ طویل دنوں کا بوجھ بھی ذہن سے اتار دیا اور میں نے خود کو غیر معمولی طا چاق و چوبند محسوس کیا۔ پھر نئے سوٹ نے میری شخصیت بدل دی اور بلاشبہ میں نے خود کو بے حد ا محسوس کیا۔

"اس نئے حلئے میں یوسف کمالی کے سامنے گیا تو اس کی آنکھوں میں بھی تحسین کے آثار ابھر آ

"اچھا مسٹر کمالی ' اجازت دیں۔" میں نے کرنسی نوٹ جیبوں میں ٹھونستے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ مسٹر نواز ——— ویسے میں شدت سے آپ کا منتظر رہوں گا۔ استنبول بے حد حسین جگہ ہے اور یہاں آپ جیسے خوبرو انسانوں کے چاہنے والوں کی تعداد بھی بہت ہے۔"

"یقیناً ——— اگر میں اپنے اس ذاتی مشن میں کامیاب رہا تو آپ کے ساتھ کچھ عمدہ وقت گزرے گا۔" میں نے کہا اور باہر نکل آیا۔ بازار اسی طرح پر رونق تھا۔ میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اسے ہلٹن ہوٹل چلنے کے لئے کہا۔ ہلٹن ہوٹل کا نام ہی مسافر کے معزز ہونے کا ضامن تھا۔ ڈرائیور نے مودبانہ انداز میں ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں ہوٹل ہلٹن کے وسیع و عریض پارکنگ لان میں اتر رہا تھا۔ دراز قامت اور سرخ و سفید اسٹیوارڈز نے مجھے ریسیو کیا۔ اور میرا فینسی سوٹ کیس اٹھا لیا۔ بل ادا کر کے ان کے ساتھ اندر آیا۔ اور پانچویں منزل پر ایک خوبصورت کمرے کا حقدار بن گیا۔!

یہ رات پھر تنہا تھی۔ لیکن جو کچھ ہوا تھا' اس کے بعد تنہائی اور سکون کی نیند ضروری تھی۔ بستر میں لیٹے لیٹے' بہت کچھ سوچتا رہا۔ بھرا ہوا پستول سرہانے رکھ لیا تھا۔ ان دنوں زیادہ ہی خطرہ تھا۔ بہرحال نیند کی دیوی نامہرباں نہ تھی۔ رات سکون کی آغوش میں گزری۔ ماحول بدل جانے سے طبیعت پر خوشگوار اثر پڑا تھا۔ شیو کیا' غسل کیا اور عمدہ لباس پہن کر بیرے کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔!

بیرا آیا تو اس کے ہاتھوں میں اخبارات کا ڈھیر تھا۔ شاید اخبارات مسافروں کو فراہم کئے جاتے تھے۔ بیرے کو ناشتے کا آرڈر دے کر میں اخبارات پر ٹوٹ پڑا۔ اور پہلے ہی اخبار کی سرخی دیکھ کر روح جھوم اٹھی۔ سرخی تھی۔

"ایک غیر ملکی تاجر کی پر اسرار سرگرمیاں کھل گئیں۔ تاجر منشیات کا بہت بڑا اسمگلر ہے۔" میں نے جلدی جلدی پوری خبر پڑھنا شروع کی۔

"گزرا ہوا دن پولیس اور اسپیشل پولیس کے علاوہ آبکاری والوں کا بھی مصروف ترین دن رہا۔ انہوں نے استنبول میں منشیات کے اڈوں پر چھاپے مارے اور کروڑوں روپے کی ناجائز منشیات قبضے میں کر لیں۔ یہ کاروبار ایک غیر ملکی شخص کی زیر سرپرستی چل رہا تھا' جس کا نام پولیس نے صیغہ راز میں رکھا ہے۔ یہ تاجر بڑے حلقوں میں کافی نیک نام سمجھا جاتا تھا اور اس کے اوپر بڑا اعتماد کیا جاتا تھا۔ لیکن اس کی قلعی اس وقت کھلی جب ہل اسٹیشن رمپو کے پولیس اسٹیشن کو کسی نامعلوم شخص نے فون کر کے بتایا کہ بنگلہ نمبر سات منشیات کا ایک بہت بڑا اڈہ ہے۔ اسمگلروں اور منشیات فروشوں میں چل گئی ہے اور اس وقت اس بنگلے میں کئی لاشیں موجود ہیں۔ پولیس نے نامعلوم مخبر سے مزید مدد چاہی' لیکن اس نے فون بند کر دیا۔ بہرحال پولیس نے فوری طور پر عمارت پر ریڈ کیا' اور مخبر کی اطلاعات درست ثابت ہوئیں۔ بنگلے میں چھ لاشیں دریافت ہوئیں' جن میں کوئی مقامی نہیں تھا۔ پولیس نے لاشوں کو قبضے میں کرنے کے بعد عمارت کی تلاشی لی۔ تو عمارت کے تہہ خانوں سے اسے منشیات کے عظیم الشان ذخیرے دستیاب ہوئے' جن سے اس غیر ملکی تاجر کی شخصیت پر روشنی پڑی۔ نامعلوم مخبر نے ایک اور کارنامہ انجام دیا' اس نے اسپیشل پولیس ہیڈ کوارٹر کو فون کر کے منشیات کے اڈوں کی فہرست بتائی اور کہا اگر فوری طور پر چھاپے مارے جائیں تو بہت کچھ مل سکتا ہے اور اس کی یہ اطلاع بھی درست ثابت ہوئی۔ اس نے کہا کہ وہ اس گروہ سے برگشتہ کوئی شخص ہے۔ اس کے بتائے ہوئے اڈوں سے نہایت قیمتی منشیات دریافت ہوئی ہیں۔ درجنوں افراد کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ لیکن

اس گروہ کا سرغنہ غیر ملکی تاجر ہنوز مفرور ہے۔ پولیس نے ناکہ بندی کر دی ہے تاکہ وہ استنبول سے [نہ نکل] سکے۔ امید ہے کہ اسے جلد گرفتار کر لیا جائے گا۔"

پوری خبر پڑھنے کے بعد میرا دل چاہا کہ میں خوشی سے رقص کرنے لگوں۔ لیکن بیرا ناشتہ لے [آیا۔] بیرے کو بھاری ٹپ دے کر میں نے اپنی خوشی کا اظہار کیا اور پھر ناشتے پر ٹوٹ پڑا۔ ناشتے سے فارغ ہو[نے کے] بعد میں نے فون پر یوسف کمالی کے نمبر ڈائل کئے۔!

"ہیلو ـــــــ یوسف کمالی۔!"

"خاوم ـــــــ!" میں نے کہا۔

"اوہ ـــــــ اوہ ـــــــ میں ایک گھنٹے سے فون کے پاس بیٹھا آپ کے فون کا انتظار کر رہا [تھا۔] کرم جلدی بتایئے۔ جلدی بتایئے کیا یہ سب کچھ۔؟"

"آپ کے خادم کی کاوش ہے مسٹر کمالی۔"

"اور آپ اسے ذاتی کام کہہ رہے تھے۔؟"

"ہاں مسٹر کمالی۔ اس کی ہدایت نہیں ملی تھی۔ بس ذاتی طور پر اس نے میری توہین کی تھی۔ [مجھے] سمجھ کر میرے خلاف کچھ کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"کمال ہے ـــــــ کیا اس کارنامے کا کوئی جواب ہے۔؟"

"میں ابھی کوئی داد وصول نہیں کروں گا مسٹر کمالی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"وہ ابھی آزاد ہے۔"

"اوہ ـــــــ تو کیا...؟"

"ہاں ـــــــ اس کے بعد میں آپ سے ملاقات کر کے درخواست کروں گا، کہ مجھے استنبو[ل کی] رنگینیوں سے روشناس کرائیں۔" میں نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ [شاید] کمالی کو اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لئے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ "ہیلو۔!" میں نے ہی اسے [مخاطب] کیا۔

"بہرحال میں آپ کیلئے نیک تمناؤں کے اظہار کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں۔" کمالی نے ایک [گہری] سانس لے کر کہا۔

"اوکے ـــــــ ضرورت کے وقت آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا!" میں نے [ـــ] فون بند کر دیا۔ میں نے اسے اپنے کمرے وغیرہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ فون بند کرنے کے بعد [میں] نے صوفے پر پاؤں پھیلا دیئے، میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ استنبول کی [پولیس] ہربنس کو تلاش کر رہی ہے، اس لئے وہ کسی ایسی جگہ تو روپوش نہ ہوا ہو گا کہ مجھ جیسے اجنبی کے تلاش [کرنے] سے مل جائے۔ بہرحال، اگر پولیس اُسے تلاش کر کے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے، تب [دوسری] بات ہے، میرا انتقام تو پورا ہو جاتا ہے تاہم میں اپنے طور پر اسے تلاش ضرور کروں گا۔ اس کے [لئے] زندگی کی بازی لگانی پڑے گی۔ وہ اس طرح کہ میں عام پبلک مقامات، منشیات کے اڈوں پر گھوموں ـــــــ ظاہر ہے ہربنس بھی تو انتقام کی آگ میں جل رہا ہو گا۔ وہ مجھے دیکھ کر قابو میں نہ [رہ سکے]

گا اور پھر دونوں میں سے جو بھی کامیاب ہو جائے!

یہ فیصلہ کر کے میں مطمئن ہو گیا۔ پھر میں نے بیرے کو بلایا۔ بھاری ٹپ سے بیرا ضرورت سے زیادہ مستعد ہو گیا تھا۔ میں نے اس سے استنبول کے نقشے کی خواہش ظاہر کی اور اس نے پندرہ منٹ میں نقشہ میرے سامنے پیش کر دیا۔ ایک گھنٹے تک میں نقشے کو غور سے دیکھتا رہا اور پھر میں نے اسے تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ پستول چیک کیا اور اسے بھی لباس میں چھپا لیا اور پھر اطمینان سے باہر نکل آیا!

مینار عیسیٰ کے پاس سے گزرتے ہوئے میں نے ٹیکسی روکی۔ جس نے مجھے آیا صوفیہ پہنچا دیا۔ آیا صوفیہ کی قدیم دیوار کے سائے میں چلتا ہوا میں آگے بڑھتا رہا اور ہپڈ روم پہنچ گیا۔ رومی کھیلوں کا وسیع میدان نگاہوں کے سامنے تھا۔ تاریخ نگاہوں میں گھوم گئی۔ آیا صوفیہ کی عمارت کے اس طرف سلطان احمد مسجد نظر آرہی تھی اور بیچ کے میدان میں پرانے قسطنطنیہ کی یادگاریں آج بھی آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ ۲۳۴ میں بازنطائن رومیوں نے فتح کیا تھا اور اس کا نام رومی شہنشاہ کانسطنطائن کے نام پر قسطنطنیہ رکھ دیا گیا۔ اور پھر یہاں رومی تہذیب پھیلتی چلی گئی۔ کانسنطائن نے یہاں نیا روم تعمیر کیا وسیع میدان کے دونوں طرف بلند و بالا مجسمے تعمیر کئے گئے۔ یہاں پر پیرس کی ہیلن تھی۔ ایک طرف ابو الہول کے آٹھ مجسمے کھڑے تھے۔ دوسری طرف مادہ بھیڑیا کا مجسمہ موجود تھا۔

آیا صوفیہ کی عمارت اندر سے دیکھی، اور پھر وہاں سے نکل آیا۔ اس وقت مقصد یہ نہیں تھا کہ استنبول کی سیر کی جائے۔ ابھی تو ایک اہم فریضہ باقی تھا جس سے نپٹنا بے حد ضروری تھا۔ استنبول کی تاریخ معلوم کرنے کے لئے تو کافی فرصت مل سکتی تھی۔ بشرطیکہ زندگی ساتھ دے سکے۔!

پورا دن آوارہ گردی میں گزرا، کہاں کہاں نہ گیا۔ دوسرے دن بھی یہی کیفیت رہی۔ تیسرے دن کسی حد تک بیزاری کا احساس ہوا۔ وجہ شاید یہی تھی کہ بڑے خشک دن گزر رہے تھے اور کام کی دھن میں باقی چیزوں کی طرف سے دھیان چھوڑ دیا تھا۔ حالانکہ قدم قدم پر استنبول کی رنگینیاں آواز دے رہی تھیں۔ لیکن میں نے ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لی تھیں، کسی حد تک تو خود پر کنٹرول رہا، اخبار روزانہ پڑھ رہا تھا غیر ملکی تاجر کی تلاش میں چھاپے پر چھاپے پڑ رہے تھے، لیکن ابھی تک وہ ہاتھ نہیں لگا تھا۔ پولیس نے پورے یقین سے کہا تھا کہ اسے استنبول سے باہر نہیں نکلنے دیا گیا ہے۔

تیسرے دن یونہی آیا صوفیہ کی طرف جا نکلا۔ آج میرا رخ مینار سوزیدہ کی طرف ہو گیا۔ اس کے ساتھ ایک جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔ یہاں ایک ٹکٹ گھر بھی تھا۔ میں نے دو لیرے کا ایک ٹکٹ خریدا۔ اور جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ دروازے کے ساتھ ہی لکڑی کی سیڑھی نیچے جاتی تھی۔ یہ کانسطنطائن کے آبی محل کا راستہ تھا۔ نیم تاریکی میں ماحول بڑا پر اسرار تھا۔ میں نیچے اترتا رہا، اور تھوڑی دیر کے بعد میں کانسطنطائن کے آبی محل کے سامنے کھڑا تھا۔ تین سو چھتیس مرمریں یونانی ستون جو کمر کمر تک گہرے پانی میں کھڑے تھے۔ محل کی چھت سے پانی کی بوندیں رس رہی تھیں۔ سیڑھیوں کے قریب چند ستونوں پر روشنی کے بلب روشن تھے۔ روشنی کی لہروں پر پانی میں کودتی مچھلیاں نظر آرہی تھیں اس کے قریب ہی وہ آبی جزیرہ تھا جسے میں جیمز بانڈ کی فلم "فرام رشیا ودلو" میں دیکھ چکا تھا۔ اس ماحول نے ذہن میں عجیب سے خیالات بیدار کر دیئے۔

لیکن پھر میرے عقب سے ایک آواز ابھری اور اچانک ذہن کے تار جھنجھنا گئے۔ "آؤ ـــــــ واپس

چلیں۔!" اور یہ آواز میری سماعت کیلئے اجنبی نہیں تھی۔ لیکن میں اعصاب پر قابو رکھتا تھا۔ میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا واپس چلنے کا مطلب تھا کہ باہر ——— اور میں نے ان لوگوں کو گزر جانے دیا۔ جو واپس جارہے تھے۔!

جب وہ واپس جانے لگے تو میں نے انہیں دیکھا۔ ایک طویل القامت مرد تھا۔ اور دوسری کوئی عورت ——— یا لڑکی ——— دبلی پتی سی۔! میں ان دونوں کے عقب میں چل دیا۔ اور پھر جب وہ جھونپڑی سے باہر نکل گئے تو میں بھی نکل کر روشنی میں آگیا۔ آنکھوں میں چکاچوند تھی، لیکن ان لوگوں کو تلاش کرنا ضروری تھا۔

اور میں نے اس جوڑے کو تلاش کرلیا۔ لیکن وہ آواز ——— وہ آواز، میں نے غور سے مرد کو دیکھا طویل القامت اور خوبرو انسان تھا۔ شاید مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے سوچا۔ لیکن لڑکی پر نگاہ پڑتے ہی ایک بار پھر دل دھک سے ہو گیا۔ یہ ——— سو فیصدی نریما تھی۔!

ہاں نریما ——— لیکن وہ طویل القامت ——— اور پھر میں نے اسے نریما سے جدا ہوتے دیکھا۔ ایک سبز رنگ کی پیکارڈ کھڑی تھی۔ طویل القامت پیکارڈ میں جا بیٹھا اور پیکارڈ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے نریما کی طرف دیکھا۔ نریما کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھ رہی تھی۔ میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس کی پشت میری طرف تھی۔

"نریما ———!" میں نے اسے آہستہ سے آواز دی۔ اور وہ اچھل پڑی۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔!

"تم ——— تم ———!" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"وہ چلا گیا نریما ———" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"مگر ——— مگر تم خطرے میں ہو۔!" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہمیشہ سے ہوں۔ لیکن تمہیں کسی کا انتظار ہے؟"

"ہاں ———!"

"کس کا ———؟"

اس نے ایک بار پھر سہمی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ اور بولی "سنو ——— مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دے دو۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد ایک خطرناک آدمی مجھ سے ملنے آئے گا۔ میں اس سے گفتگو کرنے کے بعد فارغ ہوں گی۔"

"ٹھیک ہے ڈارلنگ ——— تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" میں نے کہا اور جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ایک طرف بڑھ گیا۔ لیکن میں نریما سے زیادہ دور نہیں گیا تھا ——— اچانک مجھے کامیابی قریب محسوس ہونے لگی تھی۔ نریما کی موجودگی کا مطلب تھا کہ ہربنس بھی کہیں قریب ہی موجود ہے۔ تقریباً پندرہ منٹ گزر گئے۔ نریما بے چینی سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گئی۔

"ہیلو ———!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایسا لگتا ہے، جیسے وہ نہیں آئے گا۔"

"ہوں۔ گویا فری ہو۔؟"

"ہاں ——— لیکن یہاں سے چلو۔ کسی مناسب جگہ چلتے ہیں۔" نریما نے کہا اور میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر آگے بڑھ گیا۔ نریما کا ہاتھ برف کی طرح سرد تھا۔ اس کا بدن بھی ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

"نریما ———! تمہارے ساتھ وہ دراز قامت کون تھا۔؟"

"وہ ——— وہ ———" نریما نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کر دیا تھا۔ ٹیکسی ہمارے نزدیک آکر رک گئی۔ "وہ ——— وہ ہربنس تھا۔" نریما نے ایک دم کہا۔ اور ایک بار پھر میرے ذہن کے تار ہل گئے۔!

☆ ☆ ☆

"ہربنس" میرے منہ سے سرسراہٹ نکلی۔ میں نے عجیب سی نگاہوں سے نریما کو دیکھا، نریما کا چہرہ اب سپاٹ ہو گیا تھا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر میں نے نریما کی طرف دیکھا۔ "کہاں۔؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"جہاں دل چاہے چلو۔ میں کافی دیر کے لئے فری ہوں۔" وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔

ہوٹل ہلٹن۔" میں نے ڈرائیور سے کہا۔ اور ڈرائیور نے رفتار تیز کر دی۔ راستے میں گفتگو کرنا احتیاط کے خلاف تھا۔ چنانچہ ہم نے اس وقت تک کی خاموشی اختیار کی جب تک ٹیکسی ہلٹن کے پارکنگ لان میں نہ داخل ہو گئی میں نے بل ادا کیا اور پھر نریما کے ساتھ نہایت سکون سے اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ گو میرے اندر اضطراب کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ لیکن میں نے اب شدید سے شدید حالات میں بھی پُرسکون رہنا سیکھ لیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔ نریما نے کمرے کی سجاوٹ یا دوسری چیزوں پر غور نہیں کیا تھا۔ وہ بس خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ "کیا پیو گی نریما۔؟"

"کافی۔؟" اس نے پھنسی آواز میں کہا۔ اور میں نے ٹیلی فون اٹھا کر روم سروس کو کافی کا آرڈر دے دیا۔

"کیا بات ہے نریما۔ بہت نروس ہو۔؟"

"نروس۔؟ شاید ——— ممکن ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں۔؟"

"حالات کا اندازہ تم خود نہیں لگا سکتے نواز۔؟"

"تمہیں وہاں کس سے ملنا تھا۔؟"

"بہمن سے۔ مقامی یہودی ہے۔ بظاہر مچھلیوں کی تجارت کرتا ہے۔ لیکن بھاری رقومات لے کر ضرورت مندوں کو اسمگل بھی کر دیتا ہے۔"

"اوہ۔ تو ہربنس یہاں سے نکل جانا چاہتا ہے۔؟" میں نے بات سمجھتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے یہاں اس کی پوزیشن بہت خراب ہو گئی ہے۔"

"لیکن اس کا چہرہ۔؟"

"اس نے داڑھی مونچھیں صاف کرا دی ہیں، کیس ترشوا دیئے ہیں۔ تم نے دیکھا، تم خود اسے نہیں پہچان سکے۔ آج بھی وہ سڑکوں پر تمہاری تلاش میں سرگرداں ہے۔"

"میری تلاش میں؟"

"ہاں۔ یہاں سے جانے سے قبل وہ تمہیں ہلاک کر دینا چاہتا ہے۔"

"خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ مسکرائے کیوں۔"

"کیونکہ میں نے بھی کچھ ایسا ہی پروگرام بنا رکھا ہے۔!" میں بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور نریما صوفے کی پشت سے ٹک کر آنکھیں بند کر لیں پھر جب بیرے نے دروازے پر دستک دی تو وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ بیرا کافی لے آیا تھا۔ میں نے خود نریما کے لئے کافی بنائی۔ ایک کپ اپنے اور دوسرا اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے جلدی سے گرم گرم کافی کی پیالی منہ سے لگائی اور کئی گھونٹ بھر لئے' جبکہ کافی خوب گرم تھی لیکن اس کے چہرے سے کسی قسم کی تکلیف کے آثار نہیں ابھرے تھے' بلکہ وہ اسی طرح پر اضطراب نظر آ رہی تھی' عجیب پراسرار لڑکی تھی۔ وہ خاموشی سے کافی پیتی رہی۔

"نریما۔؟" میں نے اسے آہستہ سے آواز دی۔

"ہوں۔!" وہ چونک پڑی۔

"میں تم سے بہت سی باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم اپنی کیفیت درست کرنے کی کوشش کرو تو میں تمہارا شکرگزار رہوں گا۔!"

"میں ٹھیک ہوں۔" اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میرے چند سوالوں کے جواب دو گی نریما۔؟"

"ہاں ضرور۔" اس نے پوری توجہ سے کہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کے اندر کوئی نئی قوت ابھر آئی ہو۔ اب وہ کافی حد تک سنبھل گئی تھی۔

"اس وقت تم اس عمارت سے کیسے نکلیں' جب وہاں ہنگامہ ہوا تھا اور پولیس نے ریڈ کیا تھا۔؟"

"ہربنس نکال کر لایا تھا' وہ ہنگامے کے بعد وہاں پہنچا تھا۔ لیکن اسے وہاں سے کچھ نکالنے کا موقع نہیں مل سکا تھا کیونکہ پولیس پہنچ گئی تھی۔ تب وہ میرا ہاتھ پکڑ کر چور دروازے سے نکل بھاگا تھا۔ پہلے وہ اپنے دوسرے ٹھکانے پر پہنچا' لیکن پھر وہاں سے بھی چل دیا۔ یہاں اس کی کئی خفیہ رہائش گاہیں بھی موجود ہیں لیکن اب وہ ان میں سے کسی کی طرف سے مطمئن نہیں رہا ہے۔ اس لئے اس نے ایک جگہ بتائی ہے۔!"

"کہاں۔؟" میں نے بے ساختہ پوچھا۔

"شہزادوں کے آخری جزیرے میں۔"

"اوہ۔ کیا تم مجھے اس کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ گی نریما۔؟"

"بتا دوں گی۔ ایسی جلدی کیا ہے۔" اس نے کافی کا ایک اور گھونٹ لیتے ہوئے کہا اور میں اس کی شکل دیکھتا رہا۔ نریما کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہو گئی تھی۔ وہ کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "ہربنس نے مجھ سے اس پورے ہنگامے کی تفصیل معلوم کی اور میں نے اسے خوب بے وقوف بنایا۔ وہ آج بھی مجھے اپنا ہمدرد اور وفادار سمجھتا ہے۔ لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ مجھے تمہاری تلاش تھی۔"

"میری تلاش۔! کیوں نریما؟"

"تاکہ تمہیں آخری کامیابی سے ہمکنار کرا دوں۔ ہربنس کے تابوت میں آخری کیل گاڑ دوں۔"

"اوہ۔ کیا تمہیں ہربنس سے نفرت ہے۔؟"

"ہاں۔ بے پناہ۔ اس کی وجہ نہیں بتاؤں گی۔ درخواست کروں گی کہ اس کے بارے میں مت پوچھنا۔"

"ہوں۔ ہربنس نے مجھے تلاش کرنے کا کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ اس کی ذہنی کیفیت اعتدال پر نہیں ہے۔ اس کا سب کچھ برباد ہو چکا ہے۔ یہاں اس کا سب سے بڑا اسٹیشن تھا۔ وہ یہاں سے ہی جیت رہا تھا۔ دوسری جگہوں پر اس کی پوزیشن کمزور ہے۔ اب اس کے پاس کچھ بھی نہیں رہ گیا ہے۔ وہ اب تک یہاں سے نکل گیا ہوتا' لیکن اسی لئے رکا ہوا ہے' کہ تم اسے مل جاؤ۔!"

"خوب۔ کیا تم مجھے اب بھی نہیں بتاؤ گی نریما' کہ وہ شہزادوں کے جزیرے میں کس جگہ مقیم ہے۔؟"

"متولی کے چھوٹے سے مکان میں۔ جزیرے کے آخری سرے پر ہے لیکن وہ وہاں رات کو بارہ بجے کے بعد ہی پہنچتا ہے۔؟"

"کیا متولی اس کا آدمی ہے۔؟"

"نہیں۔ ہربنس نے اسے بہت بڑی رقم دی ہے۔ اس نے متولی سے جھوٹ بولا ہے' وہ سیدھا سادا آدمی ہے۔"

"شکریہ نریما۔ بس ایک بات اور۔"

"پوچھو نواز۔ جو دل چاہے پوچھو۔"

"وہ کہاں جانا چاہتا ہے۔؟"

"وینس۔ وہاں سے پیرس جانے کے انتظامات کرے گا۔!"

"بہمن سے اس کی بات چیت ہوئی تھی۔؟"

"ہاں۔ فون پر ـــــــ بہمن نے کہا تھا کہ ممکن ہے وہ اس وقت وہاں پہنچے' ہم اس کی تلاش میں آئے تھے' لیکن ہربنس کو کچھ اور بھی کام تھے۔ اس نے مجھے اختیار دیا تھا کہ میں بہمن سے بات کر لوں۔ وہ کچھ بھی مانگے تیار ہو جاؤں۔ لیکن اس نے کہہ دیا تھا کہ اگر بہمن پندرہ منٹ کے اندر وہاں پہنچ جائے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میں اس کا انتظار نہ کروں۔"

"اوہ۔ اس کے بعد تمہیں کہاں جانا تھا۔؟"

"کہہ چکی ہوں۔ رات کے بارہ بجے تک فری ہوں۔ بارہ بجے سے پہلے شہزادوں کے جزیرے پہنچ جانا ہے۔"

"ممکن ہے ہربنس خود ہی بہمن سے مل لے۔"

"ہاں۔ ممکن ہے۔"

"گویا وقت ضائع کرنا فضول ہے۔!"

"لیکن تم کیا کرو گے۔؟"

"وہی۔ جو ہربنس کرنا چاہتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا' اور نریما نے آنکھیں بند کر لیں۔ "کیا تمہیں اس سے اختلاف ہے نریما۔؟" میں نے پوچھا

"نہیں۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم اپنی حفاظت کا بھی مناسب انتظام کرلینا۔"

"ہربنس کا تمہارے بارے میں کیا خیال ہے۔؟"

"وہ مجھے بھی وینس لے جانا چاہتا ہے۔"

"اگر ہربنس مارا جائے۔ تو تمہارا کیا پروگرام ہوگا نریما۔؟"

"کچھ نہیں۔ ہاں ایک فرض پورا ہوجائے گا۔ اس کے بعد زندگی نے جو بھی راستہ دکھایا' میں اسے خوشی سے قبول کرلوں گی۔"

"فرض۔" میں آہستہ سے بڑبڑایا۔ بہرحال اس سے کچھ پوچھنا فضول تھا اور میں خود بھی ایسی کہانیوں سے بچنا چاہتا تھا' جو مجھے الجھادیں۔ یہ لڑکی میری مدد کر رہی تھی۔ میں اس کی مدد کرنے کو تیار تھا۔ اپنی عنایت کا جو بھی صلہ وصول کرنا چاہے۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں اور میں اسے کچھ نہیں دے سکتا تھا۔!

دفعتاً" نریما نے میری طرف دیکھا۔ اور پھر آہستہ سے بولی "نواز؟"

"ہوں۔!" میں نے توجہ سے کہا۔

"میں۔ میں بہت بدصورت ہوں نا۔؟" نریما نے پوچھا۔ اور میں چونک پڑا۔

"شکل و صورت پر اعتراض' ہمارا حق نہیں ہوتا نریما۔ اس میں انسان کا تو قصور نہیں ہے۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔

"انسان کا کوئی قصور نہیں ہے نا۔؟"

"قطعی نہیں۔"

"پھر مجھے کیوں ٹھکرایا جاتا ہے نواز۔ لوگ میری طرف دیکھ کر ایسی شکل کیوں بنالیتے ہیں' جیسے ان سے کوئی غلطی ہوئی ہو۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔؟" وہ جذباتی انداز میں بولی۔

"ہاں۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے نریما۔"

"نواز۔ اس دن تم نے مجھ سے پیار کیا تھا۔" وہ بے باکی سے بولی۔

"ہاں۔!"

"نواز۔ میں کوئی باکردار لڑکی نہیں ہوں۔ میں اسمگلروں کے ساتھ کام کرتی رہی ہوں۔ میں نے بہت سے برے کام کئے ہیں۔ لیکن میری بدصورتی مجھے کوئی مقام نہیں دے سکی۔ یقین کرو نواز۔ اگر لوگ میری طرف توجہ دیتے اور میرے دل سے یہ خیال نکال دیتے کہ میں ایک ناکارہ شے ہوں تو میں جو کام کر رہی ہوتی' اس میں بھی یکتا ہوتی۔ میرے کام کو سراہا گیا' میری شخصیت کو نظرانداز کردیا گیا۔ کسی نے یہ نہیں سوچا کہ میں عورت بھی ہوں۔ دل نے چاہا کہ عورت کی طلب کسی بھی انداز میں پوری کروں۔ لیکن میں خود یہ حرارت پیدا نہ کرسکی۔ اور ہمیشہ ہارتی رہی۔ اس ہار نے میرے اندر جھنجلاہٹ پیدا کردی۔ مجھے اپنے کردار کے برے ہونے کا احساس ہونے لگا' اور پھر۔ میں پوری دنیا سے بیزار ہوگئی۔ ذہن میں مختلف خیالات آتے ہیں' کبھی دل چاہتا ہے کہ سڑک پر کھڑے ہو کر قتل عام شروع کردوں۔ ہر خوبصورت مرد کو گولی ماردوں۔ کبھی دل چاہتا ہے لوگوں کو بلیک میل کروں۔ میں ایک تھکی ہوئی عورت ہوں نواز۔ میں پیاسی ہوں۔!"

اور میں نے گہری نگاہوں سے نریما کو دیکھا۔ مظلوم لڑکی۔ لیکن میں اس کے لئے کیا کرسکتا تھا۔!

"نواز۔" وہ پھر بولی۔ اور میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا' "ہربنس کی قید میں' جب میں نے تمہاری مدد کرنے کے بارے میں سوچا تھا' تو میرے دل میں خیال تھا کہ میں ایک نیکی کرلوں۔ ممکن ہے دل کو سکون مل جائے میں ہربنس اور اس کے ساتھیوں سے بیزار تھی۔ میں نے تمہاری مدد کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن نواز۔ اس کے بعد تم نے میری سوچ کے دھارے بدل دیئے۔ تم نے مجھے بالکل اسی انداز میں پیار کیا' جیسے تم نے مجھے پسند کرلیا ہو۔ نواز۔ زندگی میں پہلی بار میں نے ایک مرد کی گرمجوشی کی لذت دیکھی' اور وہ لذت' مجھے اس وقت بھی یاد ہے۔ میں ایک لٹی ہوئی لڑکی ہوں۔ زندگی میں' میں نے خوشیاں بہت کم دیکھی ہیں۔ نواز۔ میں کنواری ہوں۔ بالکل کنواری۔ کیا۔ کیا۔ تم مجھے چند لمحات کے لئے اپنا سکتے ہو۔ میری اپنی حیثیت تو آج تک کچھ نہیں رہی ہے نواز۔ میں نے اپنی ذات سے تو کچھ نہیں پایا ہے۔ لیکن آج میرے پاس ایک کارڈ ہے۔ ایک سنہری کارڈ۔ میں اگر اس کی قیمت وصول کرلوں تو تم برا تو نہیں مانو گے۔؟"

میں حیرت سے نریما کو دیکھ رہا تھا۔ اور بلاشبہ اس لڑکی پر بالآخر مجھے ترس آگیا تھا۔ "کیا چاہتی ہو۔ کیا چاہتی ہو نریما۔؟" میں اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"میں کنواری ہوں نواز۔ میں پیاسی ہوں۔" اس نے نڈھال لہجے میں کہا میں نے اس کے دونوں شانے پکڑے اور اسے کھڑا کردیا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ سانس تیز تھی' اور چہرہ جذبات سے تمتما رہا تھا۔

"اگر تم یہ سمجھتی ہو نریما۔ کہ میں تم سے کوئی سودا کر رہا ہوں۔ تو یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔ تم اتنی بری نہیں ہو جتنا خود کو نہ جانے کیوں سمجھنے لگی ہو۔ میں تم سے اس محبت کی کوئی قیمت وصول نہیں کروں گا۔" میں نے اسے کھینچ کر سینے سے لگالیا' پھر میں نے اس کی ٹھوڑی اٹھائی۔ اور اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔!

نریما بے خود ہوگئی تھی۔ اس نے دونوں بانہیں میری گردن میں ڈال دیں۔ اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کے اندر جذباتی ہیجان پیدا ہوگیا تھا۔ میں نے اسے گود میں اٹھایا۔ اور مسہری پر لٹادیا۔ پھر میں نے دروازہ بند کردیا۔ نریما کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سا خوف ابھر آیا تھا۔ وہ کنواری جو تھی۔ کسی مرد نے اس کے کنوارے بدن کو قبول نہیں کیا تھا۔ میں اس کی زندگی کا پہلا مرد تھا۔

جس وقت میں لباس پہن کر مسہری کے برابر والی کرسی پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا' اس وقت بھی وہ جوانی کے پہلے خواب میں کھوئی ہوئی تھی' اس کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ ایک انوکھا سکون' ایک انوکھی طمانیت' اس کے چہرے پر رقصاں تھی۔ جیسے اس نے زندگی کی منزل پالی ہو' جیسے اس نے زندگی کا سفر طے کرلیا ہو۔ اور اب اس کے بعد کوئی اور سفر نہ ہو۔ اس کے بعد اسے کسی اور منزل کی خواہش ہی نہ ہو۔!

یکے بعد دیگرے تین سگریٹیں پھونکنے کے بعد میں نے اسے آواز دی۔ "نریما۔؟" اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وفور مسرت سے چمکتی ہوئی آنکھیں۔ چند ساعت وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر اچانک اسے اپنی برہنگی کا احساس ہوا۔ اس نے جلدی سے ایک چادر کھینچ کر اپنے جسم پر برابر کرلی۔ اور پھر وہ شرمائے ہوئے انداز میں مسکرانے لگی۔

"باتھ روم۔" میں نے کمرے سے ملحقہ باتھ روم کی طرف اشارہ کیا اور اس نے شرما کر چادر چہرے پر ڈھک لی۔ مجھے اس کی یہ ادا بہت پسند آئی تھی۔! نہ جانے مجھے کیا شرارت سوجھی۔ میں خاموشی سے اٹھ گیا۔ اور پھر میں نے اسے اچانک مسہری سے اٹھالیا۔ بہت ہلکی پھلکی تھی۔!

اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اس نے تھوڑی سی جدوجہد بھی کرنے کی کوشش کی۔ لیکن

میرے قوی ہیکل بازوؤں سے نہ نکل سکی اور میں اسے لے کر باتھ میں داخل ہو گیا۔ میں نے باتھ روم کا دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر اسے ٹب میں لٹا کر اس کے جسم سے چادر کھینچ دی۔!

"نواز۔؟" اس نے ایک ادا سے پکارا۔

"آرام سے لیٹی رہو۔ میں سب کچھ کر دوں گا۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس نے اپنے نسوانی حصوں کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔!

چہرہ کیسا بھی ہو۔ لیکن جسمانی طور پر بہرحال وہ عورت تھی' اور دوسری عورتوں سے مختلف نہیں تھی بلکہ اس میں انفرادیت تھی۔ وہ یہ کہ اس کی زندگی کا پہلا مرد تھا۔ ایک بار پھر میرے جذبات بھڑک اٹھے اور میں نے اسے ٹب سے نکال لیا۔ "بس نواز۔ اب نہیں۔" وہ مجھے روکنے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔ اور بالاخر خاموش ہو گئی۔ غسل خانے کے فرش پر ایکبار پھر زندگی کا سب سے لذت آگیں کھیل شروع ہو گیا اور چند لمحات کے بعد وہ اس کھیل میں میری برابر کی شریک بن گئی۔

تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد ہم آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے سامنے فروٹس اور کافی رکھی ہوئی تھی' جس کی ضرورت ہم شدت سے محسوس کر رہے تھے۔! اس بار نریما نے اپنے ہاتھ سے کافی بنائی۔ اس کے چہرے کی کیفیت ہی بدل گئی تھی۔ بدرونقی اور مایوسی کی نقاب نہ جانے کہاں سرک گئی تھی' اور اب وہ کسی قدر دلکش نظر آنے لگی تھی۔!

ایک سرخ رنگ کے سیب کو وہ دانتوں سے کاٹتے ہوئے بولی "اب مجھے اجازت دو نواز۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔"

"پھر کب ملو گی؟"

"رات کو۔ بارہ بجے۔" اس نے سکون سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"پل غلطہ سے جزیروں کے لئے اسٹیمر رات کو دس بجے تک مل جاتے ہیں آخری اسٹیمر دس ساڑھے دس بجے تک روانہ ہوتا ہے۔ ویسے لوگ راتوں کو زیادہ تر اپنے اسٹیمر استعمال کرتے ہیں۔ آخری جزیرہ کم آباد ہے۔ وہاں دو کانیں بھی ہیں سواری بھی مل جاتی ہے۔ کسی ایک آدمی کا وہاں کے ماحول میں ضم ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ بارہ بجے تک کا وقت وہاں کے کسی قہوہ خانے میں گزار سکتے ہو۔ اس کے بعد جزیرے کے بائیں سمت اس سفید عمارت کی طرف چل پڑنا' جو عام آبادی سے ہٹ کر ہے۔ عموماً" لوگ اس طرف پکنک منانے جاتے ہیں۔ اگر کسی سے متولی کا مکان پوچھ لو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اکثر لوگ ضرورتاً" ادھر جاتے ہیں۔"

"اوہ۔!؟"

"ٹھیک بارہ بجے۔ میں انتظار کروں گی۔ دیر نہ ہو۔!"

"نریما۔" میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں میری زندگی۔ جو خوشی تم نے مجھے دی ہے' اس کی تو کوئی قیمت نہیں ہے۔" اس نے دوسرے ہاتھ سے میرا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور میں نے اسے کھینچ کر ایکبار پھر آغوش میں لے لیا۔

"بس۔ بس میرے محبوب۔ بس' مجھے اتنا کچھ مل گیا ہے جو میری بساط سے باہر ہے۔"

"کل کا دن۔ ہماری زندگی میں ایک آزاد دن ہوگا۔ پھر میں تمہارے ساتھ پورے استنبول کی سیر کروں گا نریما۔" میں نے کہا اور اس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا۔

"خدا حافظ۔" اس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ اور باہر نکل گئی۔ میں تھکی تھکی نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہربنس کا ٹھکانہ مل گیا تھا۔ ممکن ہے میں آج ہی کامیاب ہو جاؤں؟ اور پھر اس کے بعد۔ اس کے بعد وہی روز مرہ کی زندگی۔ بہرحال میری زندگی پر جمود نہیں تھا۔ نت نئے ہنگامے سر اٹھاتے رہتے تھے۔ آج یہاں' کل وہاں۔ یہی روانی مجھے زندہ رکھے ہوئے تھی۔ ورنہ میری زندگی میں تو جانے کتنے روگ تھے۔

آپ کیا سمجھتے ہیں۔ کیا کبھی میرا ضمیر نہیں پھڑپھڑاتا تھا۔ میں نے ضمیر کی آواز بند کر دی تھی' اس کی زبان گھٹ گئی تھی۔ لیکن اکثر تنہائیوں میں وہ میری درندگی پر احتجاج کرتا تھا۔ کیا یہ لڑکیاں میری ہمدردی کی مستحق نہیں ہیں؟ کیا انسانیت سے میرا کوئی ناطہ نہیں رہا ہے؟۔ میں ان لڑکیوں کو اپنے اچھے برے مقاصد کے لئے استعمال تو کر سکتا ہوں۔ ان کی جذباتی سادگی سے فائدہ اٹھا کر ان سے کام تو لے سکتا ہوں۔ لیکن ان میں سے کسی مظلوم کو اپنا نہیں سکتا۔ کیوں؟ کیا میں انسان نہیں ہوں۔؟ لیکن اس کا فیصلہ بھی آپ کر سکتے ہیں۔ زمانے نے مجھے انسان کہاں رہنے دیا تھا۔ میری جو پوزیشن ہے۔ وہ خود میری اپنی بنائی ہوئی نہیں ہے۔ میری لاش تو آج بھی کراچی کی نیٹی جیٹی میں موجود ہے۔ جہلم کا اصغر نواز تو بے گور و کفن سمندر پر تیر رہا ہے۔ وہاں سے تو ایک اسمگلر' ایک شاطر دریافت کیا گیا تھا' جسے لا کر اس دنیا میں چھوڑ دیا گیا ہے' جو انسانیت سے دور ہے۔ اور یہ شاطر ——— جب نواز کی بے گور و کفن لاش دیکھتا ہے تو اس کے سینے میں دکھن ضرور ہوتی ہے۔ لیکن اس مردہ نواز میں زندگی پھونکنا اس کے بس سے باہر ہے۔

نریما۔ اس لڑکی کا کیا کرتا ہے۔ یہ تو ان تمام لڑکیوں سے زیادہ مظلوم ہے جو اب تک مجھے مل چکی ہیں۔ یہ تو اپنی کہانی بھی نہیں سنا سکی' اس کا ماضی' اس کی دکھ بھری داستان تو آج تک میری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ بہرحال۔ حالات نے جو کچھ سمجھایا کروں گا۔ وہ تو خوبصورت بھی نہیں ہے۔ خوبصورت لڑکیوں کو زندگی گزارنے میں بہرحال زیادہ دقت نہیں ہوتی۔ نریما کے پاس تو یہ ہتھیار بھی نہیں ہے۔ اور نریما کے خیال سے پیچھا چھڑانے کے لئے ضروری تھا کہ میں تھوڑی دیر آرام کر لوں۔ یوں بھی تھک گیا تھا' اور پھر رات کو کام بھی کرنا تھا۔ نیند کی دیوی مہربان تھی۔!

آنکھ کھلی تو آٹھ بج رہے تھے۔ کمرے کا دروازہ بند تھا' اس لئے بالکل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ گیا۔ بتی جلائی۔ باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا۔ بال سنوارے' لباس پہنا اور خود کو چاق و چوبند کرنے کی کوشش کرنے لگا!

پھر کمرے سے نکل آیا۔ ہوٹل کا ڈائننگ ہال آباد ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ویٹر نے پروگرام کارڈ میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اسے کافی اور کچھ ہلکی پھلکی چیزوں کا آرڈر دے دیا۔ عمدہ پروگرام تھے۔ لیکن مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میرا تو اپنا پروگرام تھا۔ کافی وغیرہ آ گئی۔ ویٹر نے پروگرام کارڈ ہٹا لیا تھا۔ میں پائیاں کھاتے ہوئے کافی پیتا رہا۔ اچٹتی نگاہوں سے میں ہال کا جائزہ بھی لیتا جا رہا تھا۔ بہت سے چہرے نظر آئے' مختلف لوگ۔ مختلف کیفیات' چند لڑکیاں مسکرائیں' لیکن میں انہیں جوابی مسکراہٹ نہ دے سکا۔ اس کی گنجائش ہی کہاں تھی' نو بجے ہلٹن سے نکل آیا۔ ٹیکسی کی اور پل غلطہ کی طرف چل پڑا۔

باسفورس کے ساحل پر وہی گہما گہمی تھی' لوگوں کو وقت کا کوئی احساس نہیں تھا۔ اسٹیمر کے بھونپو۔ پل سے گزرنے والی گاڑیوں کا شور۔ میں بھی ایک اسٹیمر میں داخل ہوگیا۔ اسٹیمر میں درجے تھے۔ میں نے سب سے اچھے درجے کی ایک سیٹ کو پسند کیا اور بیٹھ گیا۔ خوش لباس لوگ رات میں بھی تفریح کرنے جاتے تھے۔ اس وقت بھی لڑکے لڑکیوں کا ایک گروہ میرے ساتھ تھا۔ لڑکیاں پتلونیں پہنے ہوئے بال بکھرائے' جوانی کی تمام ضرورتوں سے لیس۔ اور ان کے ساتھی لڑکے' ان کی اداؤں سے محظوظ۔ خوش و خرم۔ ظاہر ہے یہ کسی نیک کام میں شریک ہونے نہیں جارہے تھے۔ دنیا جاتی ہے۔!

لیکن میں ان سے لاتعلق رہا۔ میں نے ان میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ میری نگاہیں زیادہ تر باہر رہیں' جہاں باسفورس کی لہریں گنگنا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک جزیرہ آیا۔ اسٹیمر ساحل سے لگ گیا۔ کچھ لوگ اتر گئے۔ اور۔ اسٹیمر پھر آگے بڑھ گیا۔ تاریکی میں روشنیاں گھلی ملی بے حد خوبصورت لگ رہی تھیں' اگر ہربنس کے ہاتھوں بچ گیا۔ سکون کی سانس لینے کا موقع ملا۔ تو ان جزیروں کو دن میں دیکھوں گا۔ اسٹیمر کا سفر جاری رہا۔ اور پھر وہ شہزادوں کے آخری جزیرے سے جالگا۔ بلاشبہ یہ جزیرہ دوسرے جزیروں سے بڑا اور گھنا آباد تھا۔ نہ جانے یہ شہزادوں کے جزیرے کیوں کہلاتے تھے۔

ساحل پر اتر کر دوسرے مسافروں کے ساتھ چلتا ہوا میں بھی ڈھلوان سڑک پر آگیا۔ سڑکوں کے کنارے اوپن ایر ریستوران کھلے ہوئے تھے' خوب روشنیاں ہو رہی تھیں۔ ان کے سامنے سفید ڈنر سوٹوں میں ملبوس بیرے' ہاتھ میں مینو کارڈ لئے منتظر تھے۔ بہت سے لوگ ان ریستورانوں میں داخل ہوگئے۔

ڈھلوانوں سے اتر کر میں چوک میں پہنچ گیا' جہاں چند بگھیاں اب بھی کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ ابھی دس بجنے میں چند منٹ باقی تھے' لیکن بارہ بجے سے پہلے میں ایکبار متولی کی عمارت تلاش کرلینا چاہتا تھا۔' اور اس کے لئے بگھی والے سے زیادہ موزوں شخص کون ہوسکتا تھا۔! چنانچہ میں ایک بگھی والے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مستوری سے نیچے اتر آیا تھا۔

میں نے چار لیرے اس کے ہاتھ پر رکھے اور کہا۔ "متولی کی رہائش گاہ پر۔"

"زیادہ دور نہیں ہے۔ کہو تو پہنچا دوں۔"

"پہنچادو۔" میں نے اس کی بگھی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور کوچوان نے بگھی آگے بڑھادی۔ پختہ سڑک پر گھوڑے کے سموں کی تال گونجنے لگی۔ بگھی صاف ستھری اور خوب سجی ہوئی تھی۔ چاروں طرف جھالریں لٹکی ہوئی تھیں اور گھوڑے کے گلے کی گھنٹیاں اس کے قدموں کی تال سے ہم آہنگ تھیں۔ لیکن سفر طویل نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے سڑک کے کنارے بگھی روک لی'

"وہ ڈھلان میں متولی کا مکان موجود ہے۔ بگھی وہاں نہ جاسکے گی ورنہ میں ضرور پہنچادیتا۔"

"ٹھیک ہے دوست۔ کیوں نہ کسی عمدہ سے ریستوران میں چلیں۔"

"ضرور جناب۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔ سیدھے سادے کوچوان نے اس بات پر غور کہاں کیا ہوگا کہ ابھی تو میں متولی کی رہائش گاہ پوچھ رہا تھا اور ابھی ریستوران کی بات کر رہا ہوں۔

روشنیوں کا سفر طے ہونے لگا' کوچوان کی سمجھ میں جو اچھا ریستوران آیا اسی کے سامنے اس نے مجھے اتار دیا۔ اس سے عمدہ ساحلی ریستوران تھے' لیکن میں نے یہاں رکنا مناسب سمجھا۔ ساحلی ریستوران میں دیکھ لئے جانے کا خطرہ تھا میں نے بگھی والے کو پانچ لیرا اور دیئے اور وہ خوش ہو کر بار بار سلام کرنے لگا۔

میں ریستوران میں داخل ہوگیا۔ یہ جگہ بھی اوپن ایر تھی' لیکن یہاں کیبن بنے ہوئے تھے جن پر چقیں بھی موجود تھیں اور دروازوں کے پردے بھی۔ میں نے کیبن میں بیٹھنا ہی پسند کیا۔ باہر بے شمار جوڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ چند لوگ عورت کے بغیر بھی تھے لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی۔ میں نے ایک خالی کیبن کا پردہ سرکایا' اور اندر داخل ہوگیا۔ ایک کرسی پر گر کر میں نے تھکے تھکے انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن بیرے کی آمد نے مجھے آنکھیں کھولنے پر مجبور کردیا اس نے دو کارڈ میرے سامنے رکھ دیئے۔ ایک پر شرابوں کی اقسام اور ان کی قیمت لکھی ہوئی تھی۔ دوسرا کھانے کا مینو تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا' پھر ایک ہلکی شراب کا آرڈر دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے کھانے کے لئے بھی کچھ چیزیں نوٹ کرادی تھیں۔ بیرا باہر نکل گیا اور میں نے کرسی سے ٹک کر آنکھیں بند کرلیں۔ پردہ سرکنے اور کسی کے داخل ہونے کا مجھے احساس بھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن اچانک میرے کانوں میں ایک مترنم آواز ابھری۔ "ہیلو۔" اور میں چونک پڑا۔!

میں نے آنکھیں کھولیں۔ منی اسکرٹ پہنے سڈول بدن اور دراز قامت کی سنہرے بالوں والی حسینہ کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"کیا آپ مجھے بیٹھنے کی اجازت دیں گے۔؟" اس نے شائستگی سے پوچھا۔

"ضرور۔ تشریف رکھئے۔"

وہ بیٹھ گئی۔ "آپ تنہا ہیں؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔!"

"اور آپ کو ساتھی کی ضرورت ہے۔ میرا نام فارعہ ہے۔ سمندر کے کنارے میرا ہٹ موجود ہے جہاں سے سمندر کا بہترین نظارہ ہوتا ہے۔ میرے ہاں ہر سہولت موجود ہے۔ آپ کو بالکل گھر کا سا سکون ملے گا۔" اس نے کہا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا! وہ بھی میری آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ لڑکی خوبصورت اور پرکشش تھی لیکن اس کا اس انداز میں نزول میرے ذہن میں شبہ پیدا کر رہا تھا۔!

اس سے قبل کہ میں کچھ بولتا۔ وہ جلدی سے کہنے لگی۔ "کیا آپ یہاں اجنبی ہیں۔؟"

"یہی سمجھ لیں۔"

"اس ہوٹل کا پتہ آپ کو کس سے معلوم ہوا۔؟"

"کسی سے بھی نہیں۔ بس گھومتا ہوا ادھر آنکلا۔!"

"اوہ۔" اس نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "تو کیا اس کیبن میں بھی آپ یونہی آبیٹھے ہیں۔؟"

"یقیناً" "کیوں۔؟"

"سوری مسٹر۔ آئی ایم ویری سوری۔ لیکن میرا قصور بھی نہیں ہے' یہاں آنے..... والے عموماً" کھلی جگہ پسند کرتے ہیں۔ کیبن میں وہی لوگ آتے ہیں' جو تنہا ہوں اور جنہیں شب بسری کے لئے کسی ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بیرے نے بتایا تھا کہ آپ تنہا ہیں اور کیبن میں ہیں۔ میرا فرض تھا کہ آپ سے معلوم کرلوں سوری مسٹر۔" وہ کرسی کھسکا کر کھڑی ہوگئی۔

"اوہو۔ تو میں نے آپ سے معذرت تو نہیں کی ہے۔ آپ تشریف رکھئے۔" میں نے کہا۔ وہ میری طرف دیکھتی رہی۔ اور پھر بیٹھ گئی۔

"اگر آپ تنہائی ہی چاہتے ہیں تو تکلف نہ کریں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔"

"شکریہ۔" اس نے اپنا خوبصورت پرس میز پر رکھ دیا۔

"کیا پئیں گی آپ۔؟" میں نے پوچھا۔

"آپ جو پلانا پسند کریں۔ ویسے مجھے احساس ہے کہ میں زبردستی کی مہمان ہوں۔!"

"آپ بلاوجہ اداس ہو گئیں۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ یہاں آپ جیسی خاتون سے ملاقات ہو سکتی ہے تو میں سیدھا یہاں آتا۔"

"اوہ۔ شکریہ۔ شکریہ۔" وہ پھر خوش ہو گئی۔ بیرا میرا طلب کردہ سامان لے آیا تھا۔ میں نے فارعہ کے لئے بھی آرڈر دیا۔ اور بیرا واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم شراب کی چسکیاں لے رہے تھے۔

"سیاح ہو۔؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔!"

"کہاں سے آئے ہو۔؟"

"پاکستان سے۔!" میں نے جواب دیا۔ اور اس کے چہرے پر گرمجوشی کے تاثرات پھیل گئے۔

"اوہ۔ پاکستانی ہو۔ پاکستان' جیالوں کا دیس' جو اپنے سے کئی گنا طاقتور دشمن کے ارادے خاک میں ملا دیتا ہے اور انہیں خاک و خون کا غسل دے کر ان کی سرحدوں میں دھکیل دیتا ہے۔ جاپان کے ایک انسان نے جسم سے بم باندھ کر امریکن جہاز تباہ کیا تھا اور وہ تاریخ میں زندہ ہو گیا۔" لیکن پاکستان کا ہر جیالا سینے پر بم باندھ کر دشمن کے ایک ٹینک کو تباہ کرنے کی آرزو رکھتا ہے' کیسے لوگ ہو تم۔ کہاں سے یہ جگر لائے ہو۔؟"

مادر وطن کے بیٹوں کی یہ تعریف سن کر سینہ فخر سے پھول گیا۔ رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ لیکن پھر اپنے کردار کی پستی کا خیال آیا۔ اور دل کٹ کر رہ گیا' کس منہ سے خود کو پاکستانی کہتا ہے۔ کیا وطن کی پیشانی کے داغ بھی خود کو وطن سے منسلک کر سکتے ہیں۔؟ ذہنی کیفیت بدل گئی۔ طبیعت پر اداسی مسلط ہونے لگی۔ بمشکل خود کو سنبھالا۔ بہت اہم کام کرنا تھا۔ اگر کوئی خاص جذبہ طاری ہو گیا تو کام میں مشکلات بھی پیش آ سکتی ہیں؟

فارعہ محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ لیکن وجہ محبت کے میں قابل نہ تھا۔ اس لئے میں اس سے فخر نہ محسوس کر سکا۔ اور شراب کا سہارا لیتا رہا۔ وہ مختلف باتیں کرتی رہی اور میں خود کو دوسرے راستوں پر ڈالنے کی کوشش کرتا رہا۔

"ان جزیروں کو شہزادوں کا جزیرہ کیوں کہا جاتا ہے؟" میں نے فارعہ سے سوال کیا۔

"کسی زمانے میں جب ترک شہزادے محل سرا کی کسی سازش میں ملوث پائے جاتے' یا کسی وجہ سے سلطان کے زیر عتاب آجاتے تو انہیں ان جزیروں میں نظربند کر دیا جاتا تھا۔ اسی نسبت سے انہیں "شہزادوں کے جزیرے" کہا جاتا ہے۔ ویسے اب یہ خالص تفریح گاہیں بن کر رہ گئے ہیں۔ استنبول کی سخت گرمی اور حبس سے گھبرائے ہوئے لوگ ادھر کا رخ کرتے ہیں اور جزیروں پر زندگی رواں دواں ہوتی ہے۔"

"خوب۔!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ فارعہ نے کلائی پر بندھی ہوئی خوبصورت گھڑی دیکھی اور پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں۔"

"اوہ۔!" میں چونک پڑا۔ اور پھر میں نے بیرے کو بلانے کے لئے بیل کا بٹن دبا دیا۔ بیرہ آیا۔ اور میں
طلب کر کے ادا کر دیا۔ فارعہ میرے ساتھ ہی باہر نکل آئی تھی۔ "ایک بات پوچھوں فارعہ۔؟"

"ضرور ڈیر۔!"

"تمہارے ہٹ میں ایک رات قیام کا کیا معاوضہ ہوتا ہے؟"

میرے اس سوال پر وہ اداس ہو گئی۔ "باذوق۔ اور سلیقے کے لوگوں سے ہم معاوضہ طے نہیں کرتے۔
لا انسان بھی ٹکرا جاتے ہیں' بہرحال چونکہ یہ پیشہ ہے' اس لئے ان سے بات کر لینا پڑتی ہے۔ اگر کوئی
کا انسان ہم سے ہماری قیمت پوچھے تو ہم یہ ذمہ داری اسی کے سر ڈال دیتے ہیں وہ ہماری جو قیمت
اسے قبول کر لیتے ہیں۔"

"میں اس سوال پر شرمندہ ہوں فارعہ۔ دراصل اس کی کچھ اور وجہ تھی۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"آج کی رات میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکوں گا۔"

"اوہ۔"

"مجھے کچھ ضروری کام ہیں۔ ہاں۔ لیکن یہ رات بہرحال میری ہے۔ تم نے میرے ساتھ جو وقت گزارا
اس نے مجھے بے حد ذہنی سکون بخشا ہے اور..... اس سکون کے لئے میں کچھ نذرانہ دینا چاہتا ہوں۔"
نے کچھ نوٹ نکالے' اور فارعہ کے ہاتھ سے پرس چھین لیا۔

"مجھے ذلیل نہ کرو دوست۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں تم سے پھر ملاقات کروں گا فارعہ۔" میں نے جواب دیا۔

"کب۔؟"

"بہت جلد۔ اپنے کام سے فراغت پانے کے بعد۔"

"کل۔؟"

"یہ نہیں کہہ سکتا۔ ممکن ہے چند روز گزر جائیں۔ ویسے تمہارے ہٹ کا کیا پتہ ہے۔؟"

"کل اٹھائیس ہٹ ہیں۔ آخری ہٹ میرا ہے۔ اور اس کا نمبر اٹھائیس ہے۔"

"میں آؤں گا فارعہ۔ میں ضرور آؤں گا۔ جس وقت بھی میرے ذہن نے تمہاری طلب محسوس کی۔
خدا حافظ۔" میں نے کہا۔ بارہ بجنے میں اب تھوڑا سا وقت رہ گیا تھا۔ اور میں یہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"خدا حافظ۔" اس نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا۔ اور مڑ کر ایک طرف چل دی۔ میں نے فوراً ذہن اس
طرف سے ہٹا دیا۔ اب میں صرف اپنے کام کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

تفریح پسندوں کا جزیرہ تھا۔ لوگ راتوں کو بھی مصروف رہتے تھے' اس لئے ایک آسانی تھی۔ وہ یہ کہ
بگھی بہ آسانی مل جاتی تھی۔ چنانچہ میں نے ایک بگھی روکی' اور اس میں بیٹھ گیا۔ میں نے اس جگہ کے
بارے کا پتہ بتا دیا' جہاں متولی کی عمارت تھی اور بگھی نے پندرہ بیس منٹ میں مجھے وہاں پہنچا دیا۔ جس وقت
متولی کی عمارت کے نزدیک پہنچا' ٹھیک بارہ بج رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے میرا دل دھڑکا۔ میں ایک
ایک کام کرنے جا رہا تھا۔ وہ کام جو میں نے اب تک نہیں کیا تھا۔ عمارت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کوئی

بیرونی روشنی نہیں تھی۔ تو میں اس جگہ سے واقف نہیں تھا' لیکن بہر حال ان جگہوں کے بارے
لگا سکتا تھا۔ جہاں سے چوروں کی طرح اندر داخل ہوا جا سکے۔ چہار دیواری پھلانگنے میں مجھے کوئی
نہ آئی اور میں عمارت کے عقبی دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے عقبی دروازے کے ہینڈل
دروازہ بند نہیں تھا۔!

شاید نریما نے میرے لئے آسانیاں فراہم کردی تھیں' عمارت کے بارے میں' میں نے انداز
اس میں چار پانچ سے زیادہ کمرے نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے دو کمروں میں نائٹ بلب روشن تھے
متولی کی خواب گاہ ہوگا اور دوسرا ہربنس اور نریما کا۔! میں نے کی ہول سے اندر جھانکا۔ بیڈ پر ایک
تھا۔ اس نے ایک ریشمی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ اس کی پشت نظر آرہی تھی۔ گنجے سر سے میں
لگایا کہ وہ متولی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ تب میں نے آہستہ سے اس کے دروازے کو باہر سے
لیکن میں نے احتیاط نظر انداز نہیں کی تھی۔ دروازے کے ہینڈل کو رومال سے پکڑ کر میں نے کم
انگلیوں کے نشانات نہ رہ جائیں۔!

ادھر سے فارغ ہو کر میں دوسری خواب گاہ پر پہنچا اور یہاں بھی میں نے اسی انداز سے اندر
بستر تھے' جن میں ایک پر نریما سو رہی تھی' اور دوسرے پر یقیناً" ہربنس تھا۔ نریما کی بھی پشت
تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے' ہربنس البتہ منہ ڈھکے سو رہا تھا۔ چھت میں ایک خوبصورت
ہوا تھا۔ لیکن نائٹ بلب ایک لیمپ شیڈ میں جل رہا تھا۔ میں نے دروازے پر زور آزمائی کی اور
گیا۔

کھلا ہوا ہے۔ میرے ذہن نے آواز لگائی۔ نریما نے حتی المقدور میرے لئے آسانیاں فراہم کی
تھیں۔ میں نے دھڑکتے دل سے دروازے کو دھکا دیا۔ اور دروازہ کھل گیا۔ تب میں نے لمبا کلہا
نکال لیا۔ اور اسے مضبوطی سے پکڑ کر ہربنس کے پلنگ کی طرف بڑھا۔ اور پھر میں نے پلنگ میں ایک
ٹھوکر ماری۔!

میرے دانت بھنچے ہوئے تھے اور غیض و غضب سے میری آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔
گہری نیند کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ میری ٹھوکر اسے نہ جگا سکی۔ دوسرے لمحے میں نے اس پر
گھسیٹ دی۔ لیکن چادر گھسیٹتے ہی میرے منہ سے آواز نکل گئی۔ مسہری خالی تھی۔ گدے اور تکیے
انداز میں لپیٹ کر رکھ دیا گیا تھا کہ سوتا ہوا انسان معلوم ہو۔ اور اس بات کا مطلب تھا کہ ہربنس
سے لاعلم نہیں ہے۔ ایک لمحے میں مجھے خطرے کا احساس ہوا اور دوسرے لمحے خطرہ سامنے آ گیا۔

اچانک فانوس روشن ہو گیا تھا۔ اور کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی تھی۔ میں سانپ کی
دروازے پر ہربنس کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا پستول چمک رہا تھا۔

"ہیلو۔" اس نے سرد لہجے میں کہا اور میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا تھا۔ "تمہارا
ہربنس تم جیسے چوہوں کے فریب میں آجائے گا۔" اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔ اس کی
سانپ کی آنکھوں جیسی چمک تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی' ذہن کو سلا دینے والی۔! دشمن سامنے تھا
میں تھا۔ میری پوزیشن خراب تھی' لیکن صرف چند لمحے تردد رہا۔ اور اچانک میرے اندر کا ہزار
آیا۔ میں اس سکھڑے سے کیا مرعوب ہو سکتا تھا۔ مجھے کونسا زندگی سے پیار تھا۔!

"چوہا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے چوہا کہہ رہے ہو ہربنس' تم۔ کیا اس چوہے نے
سارے جال نہیں کتر ڈالے۔؟"

"ہاں۔ کتر ڈالے ہیں۔ لیکن چوہوں کا انجام بھی تمہیں معلوم ہوگا؟"

"بشرطیکہ تم مجھے چوہا ثابت کردو۔" میں نے نریما کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مجھے حیرت تھی کہ وہ ان
حالات میں بھی سو رہی ہے۔ کیا نریما نے غداری کی تھی۔؟ کیا اس نے میری آمد کے بارے میں ہربنس کو بتا
دیا تھا۔ لیکن یہ دو رخی کیوں۔؟ ہربنس شاید میری ذہنی کیفیت کو سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ اس کے ہونٹوں پر زہریلی
مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس لڑکی۔ کو دیکھ رہے ہو' جس نے زندگی بھر میرا نمک کھایا ہے۔ یہ تمہاری کیا مدد کر سکتی ہے؟" اور
اچانک میرے ذہن میں ایک کیل سی چبھ گئی۔! نریما کو کیا ہوا۔؟ ہربنس شاید خیالات پڑھنے کا ماہر معلوم ہوتا
تھا چنانچہ فوراً" بولا۔

"تمہارے خیال میں اس کی غداری کی کیا سزا ہو سکتی ہے۔؟"

"تو۔ تو کیا تم اسے سزا دے چکے ہو۔؟"

"ہاں۔ میں آج کے کام کل پر اٹھا رکھنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"کیا ہوا اسے۔؟" میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر نریما کی طرف دیکھا۔

"کچھ نہیں۔ میرے دوسرے مہرے پٹ گئے تھے۔ میں نے اسے بھی راستے سے ہٹا دیا۔ یہ میری
ضرورت نہیں تھی۔"

"اوہ۔" میں نریما کی طرف لپکا۔ میں نے اسے پلٹ کر دیکھا۔ نریما کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اسے
گردن دبا کر مار دیا گیا تھا۔ ان آنکھوں میں بڑی بے بسی تھی۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ نریما غدار نہیں
تھی۔ اس نے کھلے دل سے میری مدد کی تھی۔ لیکن چالاک ہربنس اس کے فریب میں نہ آسکا۔!

میں نریما کو چھوڑ کر سیدھا ہو گیا۔ ہربنس پوری طرح ہوشیار تھا۔ پستول کا رخ بدستور میری طرف
تھا۔ "تم نے اسے کیوں قتل کر دیا۔؟"

"تم جانتے ہو۔ اس نے میرے خلاف سازش کی تھی۔ کانسطنطائن کے آبی محل سے نکل کر میں تو
چلا گیا تھا۔ یہ وہاں رہی۔ اس کے بعد اس کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ لیکن یہ کئی گھنٹے تک غائب رہی اور پھر
جب واپس آئی تو اس کے چہرے پر ایک انوکھی خوشی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایسی مسرت تھی جو اس سے
پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ مجھے شبہ ہونا لازمی تھا۔ اور پھر میرے دوست' نواز۔ میں نے اس کی
زبان کھلوالی۔ میں نے اس سے معلوم کر لیا کہ یہ تم سے مل چکی ہے۔ اور پھر اندازے قائم کرنا میرے لیے
مشکل نہیں تھے۔ یہ تو ہوئے تمہارے سوالوں کے جواب۔ اب تم میرے چند سوالات کے جواب دو۔!"
اس نے میری طرف دیکھا۔!

نریما مر چکی تھی۔ میری ذہنی کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔ خون کھول رہا تھا۔ موت کی مجھے پرواہ نہیں
تھی۔ لیکن یہ بھی گوارہ نہیں تھا کہ میرا دشمن زندگی کی سانس لیتا رہے اور اپنی کامیابی پر بغلیں بجائے' چنانچہ
میں ہربنس کو گفتگو میں الجھا کر کوئی خطرناک قدم اٹھانے کا خواہش مند تھا۔ لیکن مقابلہ خطرناک دشمن سے تھا
جو آنکھوں سے دل کا حال جان لیتا تھا۔ چنانچہ میں نے چہرے پر کسی قدر سراسیمگی پیدا کرلی' جیسے میں

بدحواس ہوگیا ہوں۔

"کیا تم غلام سیٹھ کے لئے کام کر رہے ہو۔؟" ہربنس نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے انکار مناسب نہ سمجھا۔

"کیا غلام سیٹھ کی ہدایت تھی کہ یہاں کی پولیس کو میرے پیچھے لگا دو؟"

"نہیں۔!" میں نے سکون سے کہا۔ لیکن اس دوران میں ایک پچویشن متعین کر چکا تھا۔ اس کے کوئی ترکیب نہیں تھی۔ حالانکہ میں چاقو پھینک کر مارنے کا ماہر نہیں تھا۔ لیکن دشمن کو قابو میں کر لئے میں اس وقت کوئی کوشش نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے اطمینان سے چاقو اس انداز پکڑ لیا کہ اسے آسانی سے پھینک سکوں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے چہرے کی سراسیمگی برقرار رہنے دی

"ٹھاکر کو بھی تم نے ہی گرفتار کرایا تھا۔؟"

"ہاں۔!"

"مقامی طور پر تمہارا ایکشن کون کنٹرول کر رہا ہے۔؟"

"اس کا نام یوسف کمالی ہے۔"

"یوسف کمالی۔؟"

"ہاں۔ گولڈن اسٹورز کا مالک۔!" میں نے بتایا۔

"گولڈن اسٹورز۔" ہربنس نے پرخیال انداز میں تھوڑی کھجائی، اور میرے لئے یہ بہترین موقع ہربنس کی توجہ تھوڑی سی ہٹی تھی اور دوسرے لمحے چاقو پستول کی گولی کی طرح میرے ہاتھ سے نکلا اس کے ساتھ ہی میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی، ہربنس کو فوراً ہی حماقت کا احساس ہوگیا تھا، چنانچہ ٹریگر کے ساتھ پستول سے گولی نکلی اور دیوار کا پلاستر ادھیڑ گئی۔ ہاں اگر میں اپنی جگہ نہ چھوڑ دیتا تو وہ میرے ہوتی۔ لیکن ہربنس نے میرے چاقو کی طرف توجہ نہیں دی تھی، اس لئے نقصان اٹھا گیا۔ چاقو بغیر کسی نشانے کے پھینکا گیا تھا اس لئے وہ ہربنس کی ران کے جوڑ میں پیوست ہوگیا۔!

بڑی خطرناک جگہ تھی۔ ہربنس نے گرتے گرتے دوسرا فائر کر دیا، گولی میرے بالوں کو چھوتی ہوئی گئی، لیکن اب میں دشمن کو موقع نہیں دینا چاہتا تھا، چنانچہ میں نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ ہربنس نے کی طرح پلٹنے کی کوشش کی تھی، لیکن اس کوشش میں ران میں گھسے ہوئے چاقو کا دستہ زمین سے رگڑ گیا ہربنس وہ پوزیشن نہیں لے سکا جو لینا چاہتا تھا۔ اس کے منہ سے ایک کراہ نکل گئی تھی۔ اور دوسرے میں اس پر چھا چکا تھا۔ میں نے اس کا پستول والا ہاتھ پکڑ لیا اور دو دفعہ اسے زمین پر مارنے سے دو گولیاں چلیں۔ لیکن اس کے ساتھ پستول ہربنس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

گو وہ سخت زخمی تھا، لیکن خوفناک جدوجہد کر رہا تھا۔ اس نے ران میں گھسے ہوئے چاقو کو نکالنے کی کوشش کی۔ لیکن میں اس کے دونوں ہاتھ روکے ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ میں نے ہربنس کو چت کر دیا پھر میں نے چاقو کے دستے پر گھٹنا رکھ کر اسے پوری قوت سے دبا دیا۔ ہربنس کے حلق سے دہاڑ نکلی تھی پھر وہ مسلسل چیخنے لگا، اس نے ہاتھ پاؤں ڈال دیئے تھے۔ اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر میں نے چاقو سے پکڑا اور پوری قوت سے کھینچ کر اسے دوبارہ ہربنس کے دل کے مقام پر پیوست کر دیا۔ ہربنس سے چیخ رہا تھا۔ اور اب اسکی جدوجہد بالکل ختم ہو چکی تھی۔ میں نے چاقو کھینچ کر اس کے لباس سے

دوسری طرف متولی جاگ گیا تھا اور اب بڑی شدومد سے دروازہ پیٹ رہا تھا۔!

میں کھڑا ہوگیا۔ تیز روشنی میں، میں نے اپنے لباس کا جائزہ لیا۔ کوٹ پر خون کے دھبے پڑ گئے تھے۔ پتلون وغیرہ محفوظ تھی اور بہرحال یہ غنیمت تھا، میں نے کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ بظاہر میرا کوئی نشان نہیں تھا۔ چنانچہ میں حسب معمول احتیاط سے دروازہ کھول کر نکل گیا۔ باہر نکل کر میں نے پوری قوت سے چڑھائی کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ رات چونکہ کافی جا چکی تھی، اس لئے دور دور تک انسان کا پتہ نہیں تھا۔

جب میں متولی کے مکان سے کافی دور نکل آیا۔ تو میں نے سکون کی گہری گہری سانسیں لیں۔ میرے دل میں مسرت کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ لیکن کسی گوشے میں ٹیس بھی تھی۔ اس گوشے میں مظلوم نریما تھی، جس نے بہرحال اپنی خوشی پوری کر لی تھی۔ وہ یہی تو چاہتی تھی نا۔ کہ کوئی نیک کام کر کے کسی کی مدد کر کے زندگی کا اختتام کرے۔!

متضاد کیفیتوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ گو میں نے ایک ایسے جرائم پیشہ شخص کو قتل کیا تھا جس کی پولیس کو بھی تلاش تھی۔ لیکن بہرحال قتل، قتل ہوتا ہے مجھے خطرہ تھا کہ میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔ گرفتاری سے بچنے کے لئے مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا تھا۔ میرا کوٹ بھی خون آلود تھا۔ اس خون آلود کوٹ سے چھٹکارہ ضروری تھا۔ اگر جزیرے سے نکل جانے کی کوئی صورت ہوتی تو کیا ہی اچھا تھا۔ لیکن اس وقت ساحل کی طرف جانا خطرناک تھا۔ لوگ باآسانی میرے اوپر شبہ کر سکتے تھے۔

تب اچانک میرے ذہن میں ایک نام ابھرا۔ فارعہ۔ کیا میں یہ رات فارعہ کے ہاں گزار سکتا ہوں۔ اس وقت، اس پورے جزیرے پر وہی میری شناسا تھی اور رات بھر کے لئے مجھے اس کے پاس پناہ مل سکتی تھی۔ حالانکہ وہ خود بھی میرے اوپر شبہ کر سکتی تھی۔ لیکن بہرحال میں اسے سنبھال لوں گا۔

لیکن مسئلہ کوٹ کا تھا۔ اس کا کیا کروں۔؟ میں سوچتا رہا۔ اور پھر ایک احمقانہ کوشش کرنے کے لئے چل پڑا۔ میں نے سمندر تک کا فاصلہ پیدل ہی طے کیا اور اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں ہٹ بکھرے ہوئے تھے۔ سمندر کے کنارے پہنچ کر میں نے کوٹ سے تمام چیزیں نکالیں اور پھر تاریکی میں ہی کوٹ پر سے خون کے دھبے دھونے لگا۔ دھوبی کا کام بھی میں نے خوب ہی کیا۔ نہیں کہہ سکتا تھا، کہ خون کے دھبے پوری طرح دھل گئے ہوتے یا نہیں۔ لیکن میں نے بھرپور کوشش کی تھی۔ اور پھر کسی حد تک مطمئن ہو کر میں نے کوٹ پہنا، تمام چیزیں کوٹ میں رکھیں۔ چاقو جیب سے نکال کر دور سمندر میں اچھال دیا۔ اور پھر سمندر میں کئی قدم آگے بڑھ گیا۔ میرے سارے کپڑے بھیگ گئے تھے۔ کپڑوں میں رکھے نوٹ وغیرہ بھی بھیگ گئے تھے۔ تب میں سمندر سے نکل آیا تھا۔ اور پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہٹوں کے درمیان چل پڑا۔ آخری ہٹ تک پہنچنے کے لئے تقریباً" ایک میل کا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ ہٹ نمبر اٹھائیس کے پاس پہنچ کر میں رک گیا۔!

ہٹ تاریک تھا۔ یقیناً" فارعہ سو چکی ہوگی۔ شاید تنہا۔ گھڑی میں سوا دو بج رہے تھے۔ بہرحال میں نے لرزتا ہوا ہاتھ بڑھایا اور کال بیل بٹن پر انگلی رکھ دی اندر گھنٹی بجنے کی مسلسل آواز گونجنے لگی۔ میں نے بٹن سے انگلی نہیں ہٹائی تھی اور بالآخر ہٹ کے مکین کی نیند ٹوٹ گئی۔ روشنی ہوگئی، اور پھر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

"کون ہے۔؟" اندر سے آواز آئی اور میں نے ایک پرسکون سانس لی۔ فارعہ ہی کی آواز تھی، جسے میں

صاف پہچان لیا!

"دروازہ کھولو فارعہ۔" میں نے کسی قدر نڈھال آواز میں کہا۔ فارعہ نے بھی شاید میری آواز پہچا... اس نے حیرت زدہ انداز میں دروازہ کھول دیا مجھے اس کے سامنے زبردست اداکاری کرنا تھی۔

"تم۔؟" فارعہ کی حیرت زدہ آواز ابھری اور پھر اس نے آگے بڑھ کر جلدی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ "اندر آؤ۔ ارے تمہارا لباس بھیگ رہا ہے۔"

"ہاں فارعہ۔" میں نے ایک طویل سانس چھوڑی۔ اور اندر داخل ہو گیا۔ "مجھے معاف کرنا فار... نے تمہیں اتنی رات گئے پریشان کیا۔ کیا تم تنہا ہو۔؟"

"ہاں۔ یہ رات تمہاری تھی۔ تم نے اسے قبول نہیں کیا۔ لیکن میں ایک دیانت دار دوکاندار... میں نے یہ رات کسی اور کو نہیں دی۔" فارعہ نے جواب دیا۔

"میں خود کو دھوکہ دینے میں ناکام رہا فارعہ۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ میں خود فریبی میں جتلا... سکتا۔ میں ناکام ہو چکا ہوں۔" میں نے نڈھال آواز میں کہا۔ اور فارعہ نے میرا وزن زیادہ سے زیادہ... لے لیا۔ وہ مجھے سہارا دیئے ہوئے اندر لے گئی۔ چھوٹا سا خوبصورت ہٹ تھا۔ کمرے کا قالین میر... ہوئے جوتوں سے خراب ہو رہا تھا' لیکن فارعہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ اس نے میرے شانو... ڈال کر مجھے ایک کرسی پر بٹھا دیا پھر اس نے میرے کوٹ کے بٹن کھولے اور اسے اتار کر سٹینڈ پر لٹکا... کے بعد وہ میرے قدموں کے نزدیک بیٹھ گئی اور میرے جوتوں کے بند کھولنے لگی۔

"فارعہ۔!" میں نے پاؤں سکوڑ کر ہلکا سا احتجاج کیا۔

"اوں ہوں۔" اس نے محبت سے میرے پاؤں پھر آگے کیئے۔ جوتوں کے بند کھول کر اس نے پھر موزے اتارے۔ اور انہیں ایک طرف رکھ دیا۔ "قمیص بھی اتار دو' اور پتلون بھی۔ میں تمہیں ... ہوں۔" اس نے کہا۔ اور پھر ایک الماری سے سفید رنگ کی ریشمی چادر نکال لائی۔ پہلے اس نے میر... کے بٹن کھولے اور پھر قمیص اتار کر چادر میرے شانوں پر ڈال دی۔ میں نے چادر سنبھال کر پتلون... اور وہ تمام کپڑے لے کر باہر چلی گئی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ دل ہی دل میں اپنی اداکاری ... تھا۔ میں اسے متاثر کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

وہ خاصی دیر میں آئی۔ اور جب آئی تو اس کے ہاتھوں میں ایک ٹرے تھی' جس میں عمدہ قسم ک... اور گلاس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک گلاس میں زیادہ اور دوسرے میں کم شراب انڈیلی اور... نزدیک آ گئی اور پھر اس نے زیادہ شراب والا گلاس میری طرف بڑھا دیا۔

"لو۔ تمہیں اس کی ضرورت ہے۔"

"ہاں فارعہ۔ میں خود کو بھول جانا چاہتا ہوں۔" میں نے دکھی آواز میں کہا۔ اتنی دیر میں' میں... سوچ چکا تھا۔ میں نے گلاس خالی کر دیا اور اس نے ناپ کر پھر تھوڑی سی شراب میرے گلاس م... دی۔

"آہستہ آہستہ پیو۔" اس نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ ر... پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "دلوں کا غبار نکال دینے سے غم ہلکا ہو جاتا ہے۔ میں تمہاری کوئی نہیں... تمہارے لئے اجنبی ہوں' لیکن' تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ تمہاری کسی کمزوری سے کبھی فائدہ ا...

...ش نہیں کروں گی۔ مجھے دل کا حال سنا دو۔ مجھے دل کا راز بتا دو۔"

"تم بے حد مہربان ہو فارعہ۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ مجھے اور شراب دو۔" اور اس نے ناپ کر ...وڑی سی شراب میرے گلاس میں انڈیل دی میں نے اس میں سے ایک ہلکی سی چسکی لی۔ اور پھر ہونٹ ...ے ہوئے بولا۔ "ایک عام سی کہانی ہے فارعہ۔ تم پر کوئی تاثر نہیں چھوڑے گی۔ وطن والوں کے ہاتھوں ...ہو گیا ہوں۔ لوگوں نے میرے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ گھر میں میرے لئے کوئی گنجائش ...تھی۔ بہن بھائی سب مجھے بری نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اس نے بھی منہ موڑ لیا' جس کی ...رگوں میں زندگی برقرار رکھے ہوئے تھی۔ وہ بھی دوسروں کے ساتھ مل کر بیدرد بن گئی اور جب زندہ ...کا کوئی سہارا نہ رہا۔ تو زندگی سے منہ موڑنے کا فیصلہ کیا۔ بزدلی نے باز رکھا تو وطن چھوڑ دیا۔ سکون کی ...میں بھٹک رہا ہوں۔ لیکن' سمندر کی آغوش بھی مجھے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔"

"اوہ۔" فارعہ ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ چند ساعت کچھ سوچتی رہی۔ پھر چونک کر بولی۔ "...تو تم نے سمندر میں گھس کر خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔؟"

"...نہ مذاق اڑا رہا تھا۔ اور کچھ نہیں۔"

"اگر تم اتنے دکھی تھے۔ تو تمہیں میری دعوت قبول کر لینا چاہئے تھی۔" فارعہ نے کہا۔

"کیا کرنا چاہئے۔ اس کا صحیح فیصلہ میں آج تک نہیں کر سکا ہوں فارعہ۔ مجھے اور شراب دو۔"

"اب نہیں میری زندگی۔ اب نہیں۔ زیادہ ہو جائے گی۔!" اس نے پیار بھرے انداز میں کہا۔ خود اس ...ل تک صرف ایک پیگ لیا تھا اور پھر اس نے بہ آہستگی گلاس میرے ہاتھ سے لے کر رکھ دیا۔ "میں ...نصیحت تو نہیں کر سکتی میری روح۔ لیکن غموں کو بھول جانا اچھا ہوتا ہے۔ کوشش کرو کہ انہیں اپنے ...ے نوچ پھینکو جو تمہاری زندگی کے درپے ہیں۔ تم انہیں کیوں یاد کرتے ہو جو تمہاری پرواہ نہیں ...۔ آؤ۔ میری آغوش تمہارے لئے کھلی ہے۔ دیکھو میں تمہاری ہوں۔" اس نے مجھے سینے سے بھینچ ...یا کے جوان جسم کی خوشبو میرے ذہن کے سرور کو دوبالا کرنے لگی۔ اس کا حسین انداز درحقیقت مجھے ...کش رہا تھا۔

"فارعہ۔!" میں نے اس کے لباس کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ اس نے لباس اتارنے میں میری بھرپور مدد ...پھر وہ بھی میری چادر میں آ گھسی۔ لیکن چادر ہمارے جسموں کو ڈھانپنے میں ناکام تھی۔ ہم دونوں ایک ...لا نہیں سما سکتے تھے' چنانچہ اس نے روشنی گل کر کے تاریکی کی چادر اوڑھ لی۔ چھوٹی چادر اتار پھینکی ...اس کی انتہائی کوشش تھی کہ مجھے زیادہ سے زیادہ سکون دے اور میں کسی ننھے منے بچے کی طرح اس ...ت پر عمل کر رہا تھا۔!

...یہ رات بھی میرے تجربات میں ایک اضافہ تھی۔ میں نے عورت کا ایک اور روپ دیکھا تھا۔ بلاشبہ ...ا کمال نہیں ہے۔ اس سے لطف اندوز ہونے کے نئے نئے انداز ہیں۔ اس کے پاس صرف جذباتی ...ا تنہا ہے۔ اگر یہ مائل ہو تو ذہن کو بھی وہ سکون بخشتی ہے جو کسی قیمت پر نہیں مل سکتا۔ فارعہ ایک ...لڑکی تھی۔ لیکن کون جانے وہ کون تھی' کون جانے اس کے دردمند دل میں کون کون سے طوفان چھپے ...تھے؟ ایک لمحے کے لئے ضمیر جاگا۔ اس محبت بھری لڑکی کو فریب دینے پر ملامت کی۔ لیکن میں اپنے ...ضمیر سے خوب واقف تھا۔ یہ مجھے ہمیشہ غلط راستوں پر ڈالنے کی کوشش کرتا تھا۔ چنانچہ میں اس سے

ہوشیار رہتا تھا۔ اسکی جو طلب ہوتی' میں اس کے خلاف کرتا اور میں جانتا تھا کہ اسی میں زندگی ہے
اس دشمن کو معلوم تھا کہ اس کے قتل میں میرا ہاتھ نہیں ہے۔ اسے قتل کرنے کی کوشش تو دنیا
پھر جب یہ دنیا سے نہیں نپٹ سکتا تو مجھے کیوں پریشان کرتا ہے۔؟

چنانچہ فارعہ کے سوال پر بھی میں نے اسے ایک زوردار پٹخنی دی۔ احمق کہیں کا۔ ہمیشہ الٹے
دیتا ہے۔ ہربنس ایک مجرم سہی' پولیس کو اس کی تلاش ہے۔ لیکن کسی بھی ملک کا قانون' کسی عام
ہاتھوں' کسی بھی مجرم کو سزا دینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ میری حیثیت ایک قاتل کی ہے!
میرے بارے میں معلوم ہو جائے تو اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ پولیس کو اطلاع دے۔ اگر
پہلو تہی کرے۔ تو پھر وہ بھی مجرم کی ساتھی۔! یہ راز راز ہی رہنا چاہیے۔ میں نے سختی سے ضمیر کی
اور فارعہ کی طرف دیکھا' جس کا خوبصورت بدن تاریکی میں روشنی کر رہا تھا۔ اس کے نقوش پکار
زندگی کا اعلان کر رہے تھے۔ ایک بار پھر جذبات میں ڈوب کر میں نے اسے اپنی آغوش میں گھسیٹ
اس وقت بھی میری ساتھی تھی اور اس نے اس وقت تک گرمجوشی سے منہ نہ موڑا۔ جب تک
نیند سو نہ گیا۔ خوب گہری نیند تھی۔۔۔؟

دن چڑھے آنکھ کھلی۔ ایک لمحے کے لئے تو ماحول کا کوئی احساس نہ رہا۔ لیکن دوسرے لمحے
یاد آ گئی۔ فارعہ یاد آ گئی۔ اس کا بیڈ روم تھا۔ وہ موجود نہیں تھی۔ میں جلدی سے اٹھا اور چادر جسم
گئی۔ دوسرے لمحے میں نے چادر سنبھال لی۔ اور دروازے تک آیا۔!

کچن سے گوشت بھننے کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے سکون کی سانس لی۔ وہ پولیس کو میرے
اطلاع دینے نہیں' ناشتہ تیار کرنے گئی تھی نہ جانے صبح کس وقت وہ میرے نزدیک سے اٹھ کر
گھریلو پن ہے اس لڑکی میں۔ اگر باقاعدہ زندگی رکھتی تو اپنے شوہر کے لئے نعمت ہوتی۔

میں باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن غسل کرتے ہوئے مجھے لباس کا خیال آیا۔ میں نے لباس
نہیں تھا۔ بہرحال یہاں میرے اور فارعہ کے علاوہ کون ہے۔؟ میں نے غسل کیا۔ اور پھر چادر لپیٹ
آیا۔ لیکن کمرے میں فارعہ موجود تھی۔ اور اس کے ہاتھوں میں میرا پریس کیا ہوا سوٹ تھا۔

"ارے۔" میں چونک پڑا۔ میرا کوٹ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ رات کی تاریکی میں' اور سمندر
سے میں نے خون کے دھبے دھوئے تھے۔ نہ جانے وہ پوری طرح صاف بھی ہوئے ہوں گے یا نہیں
کارد عمل میں نے فارعہ کے چہرے پر دیکھا!

لیکن اس کے چہرے پر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ سب ٹھیک ہے
تکلیف کیوں کی فارعہ۔؟" میں نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔
یہ میں جانتی ہوں۔ "تمہیں نہیں بتاؤں گی۔" آؤ ناشتہ تیار ہے۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑا
اور ہم ہٹ کے دوسرے کمرے میں پہنچ گئے جہاں ایک چھوٹی سی ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ لگا ہوا تھا
پہلے میرے لئے کرسی کھینچی اور میرے بیٹھ جانے کے بعد خود دوسری کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی
خاموشی سے ناشتہ شروع کر دیا۔ فارعہ بالکل خاموش تھی البتہ وہ خاص خاص ڈشیں میری طرف
تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔

"اب کیا پروگرام ہے فارعہ۔؟" میں نے پوچھا۔

"میری خواہش ہے تم چند روز میرے ساتھ قیام کرو۔ میں تمہاری زندگی بھر کی ساتھی تو نہیں بن سکتی' چند روز کی ساتھی سہی۔ میں کوشش کروں گی کہ تمہارے ذہن سے اداسی کی تہیں کھرچ دوں۔ تمہیں دنیا کی اصل شکل دکھا دوں تاکہ تم حالات سے متاثر نہ ہوا کرو۔ یہ دنیا صرف اپنے لئے جیتی ہے۔ اسے دوسروں کی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ تم بھی اپنے لئے جیو۔ دوسروں کے لئے جان کھونے سے کیا حاصل۔!"

"تم ٹھیک کہتی ہو فارعہ۔ بس کبھی کبھی درد شدید ہو جاتا ہے۔ ٹیسیں تیز ہو جاتی ہیں تو عقل و ہوش کھو بیٹھتا ہوں۔ ورنہ اس دنیا سے خوب واقف ہوں۔"

"ماضی کا ہر نقش ذہن سے مٹا دو۔ بھول جاؤ کہ کچھ لوگ تمہاری زندگی سے منسلک تھے۔ اس کے بعد کوئی غم نہیں رہے گا!"

"میں کوشش کروں گا فارعہ۔ لیکن اب میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔"

فارعہ میری شکل دیکھتی رہی۔ پھر سپاٹ لہجے میں بولی۔ "اگر تم خود کو بہتر محسوس کرتے ہو تو میں تمہیں نہیں روکوں گی۔ میری اور تمہاری منزل الگ الگ ہے۔ میں تمہارے قدموں سے قدم نہیں ملا سکتی۔ خدا حافظ۔!"

"ناراض ہو گئیں فارعہ۔؟"

"ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ میں نے صرف ایک حقیقت کہی ہے۔"

"خدا حافظ فارعہ۔؟" میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ میری جیب میں بہت سے نوٹ موجود تھے۔ اور ان میں وہ نوٹ بھی شامل تھے جو کل ہوٹل میں' میں نے فارعہ کو دیئے تھے۔

"یہ کیا فارعہ۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"بس کچھ نہیں۔ میں نے تمہیں گاہک نہیں' دوست سمجھا ہے۔"

"شکریہ فارعہ۔ میں تمہیں بحیثیت دوست ہمیشہ یاد رکھوں گا۔!" میں نے کہا اور فارعہ نے گردن ہلا دی۔ تب میں نے جیب سے سارے نوٹ نکالے اور اس کے پیروں کے نزدیک رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک دوست کی گزارش ہے۔"

"یہ کیا۔؟" فارعہ چونک پڑی۔

"میں نے تمہاری دوستی قبول کر لی فارعہ۔ تم ایک دوست کا تحفہ نہ ٹھکراؤ۔" میں نے ملتجی لہجے میں کہا۔

"سنو۔ سنو تو۔ سنو تو۔" فارعہ کی آواز لڑکھڑائی ہوئی تھی' لیکن میں تیزی سے باہر نکل آیا۔ دولت اس کی ضرورت تھی۔ میرا کیا تھا' جتنی چاہتا حاصل کر لیتا۔ یہ تھوڑی سی رقم اس کے کسی کام آ جائے گی۔ اس کی چند ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ میرے پاس اسٹیمر کا اور پھر ٹیکسی کا کرایہ موجود تھا۔ فی الحال مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے تھا۔ چنانچہ میں پیدل ساحل کی طرف چل پڑا۔ لیکن تھوڑی ہی دور چل کر مجھے ٹھٹھکنا پڑا۔ پولیس کے سپاہی چپے چپے پر موجود تھے۔ وہ لوگوں کی نگرانی کر رہے تھے۔ اکثر بھی سیاحوں کو' بھی دوسرے مشتبہ لوگوں کو روک کر وہ ان سے سوالات بھی کر لیتے تھے اور میں اسکی وجہ بخوبی جانتا تھا۔! ہربنس کے قتل کا راز کھل گیا تھا یقیناً" متولی نے اس دوہرے قتل کی اطلاع اسی وقت پولیس کو دے دی

ہوگی' جب وہ کسی نہ کسی طرح دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوا ہوگا۔

لیکن ظاہر ہے پولیس قاتل کا تعین نہیں کر سکی ہوگی۔ جزیرہ تو سیاحوں کی جنت ہے' کسی ایک بارے میں وثوق سے کیا کہا جاسکتا ہے۔ شکر ہے میرے لباس کی حالت مشکوک نہیں تھی' اور اس سلسلے میں فارعہ کا شکر گزار تھا۔ میرا خیال ہے' میری خاندانی شرافت کے کچھ نقوش آج تک میرے چہرے پر ہیں۔ ایک نگاہ میں کوئی میری صورت سے یہ اندازہ نہیں لگا سکتا کہ میں کبھی ایک خطرناک جرائم پیشہ بن چکا ہوں۔ یہ باپ دادا کی نیکیاں تھیں جو چہرے سے چپکی رہ گئی تھیں' ورنہ میں خود کو ان نقوش کا اہل نہیں سمجھتا۔

بہرحال۔ پولیس کے سپاہیوں نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ پولیس اس جگہ بھی موجود تھی۔ لوگ اسٹیمر پر سوار ہو رہے تھے۔ میں نے بھی اسٹیمر میں قدم رکھ دیا۔ اور شکر ہے اس اسٹیمر میں اترنے میں آخری آدمی تھا۔ جگہ پر ہو چکی تھی' چنانچہ اسٹیمر نے بھونپو بجایا اور پھر ساحل چھوڑ دیا۔

میں نے آنکھیں بند کر کے سکون کی سانس لی تھی۔ شہزادوں کے جزیرے سے نکلنے کے بعد اب نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔ اسٹیمر فاصلے طے کرتا رہا۔ اور پھر ساحل پر پہنچ گیا۔ میں نے ایک ٹیکسی روکی اپنے ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ اور اب میرے دل میں سرور کی لہریں گردش کر رہی تھیں۔ میں نے اپنا پورا کر دیا تھا۔ ہربنس میرے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر گیا تھا۔ ہاں اس کامیابی میں' میں بھدے نقوش زیما کو نہ بھول سکوں گا۔ جس نے اپنی زندگی دے کر مجھے کامیابی سے روشناس کرایا تھا۔ اس کے لئے میرا کڑھتا تھا۔! میری نیند تو پوری ہو چکی تھی۔ کوئی کسل بھی نہیں تھی۔ چنانچہ میں ایک آرام کرسی میں دراز کر آئندہ کے پروگرام بنانے لگا۔ مغرور ہربنس نے مجھے چیونٹی سمجھا تھا۔ لیکن میں اس کے لئے پہاڑ ثابت ہوا تھا۔! بظاہر اب میرے لئے استنبول میں کوئی کام نہیں تھا۔ یہاں بہت سے حادثات رونما ہوئے تھے کیگارو اور سارڈی بہرحال میرے ہمدرد' میرے دوست تھے' ان کی موت' زیما کی موت اور پھر ہربنس کی موت اس لحاظ سے استنبول خاصی خطرناک جگہ ثابت ہوئی تھی۔!

لیکن غلام سیٹھ کو یقیناً" میری کوشش پسند آئے گی جو کچھ بھی ہو رہا تھا اور جس انداز میں ہو رہا تھا بہرحال یہ سب کچھ غلام سیٹھ کے لئے بہت سود مند تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اب خود کو یوسف کمالی کے سپرد کردوں۔ میرا ذاتی کام اب کوئی نہیں رہ گیا تھا۔ میں نے بیرے کو بلا کر صبح کے اخبارات طلب کئے۔!

لیکن نیوز سروس اتنی کوئیک نہیں تھی کہ ہربنس کی موت کی خبر صبح کے اخبارات میں چھپ جاتی۔ اخبارات میں ایسی کوئی خبر نہیں ملی۔! تب میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ سامان وغیرہ میں نے رہنے دیا تھا۔ یوں بھی ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ گولڈن اسٹورز کھل چکا ہوگا۔!

ہوٹل سے باہر آکر میں نے ٹیکسی لی اور گولڈن اسٹورز کی طرف چل پڑا تھوڑی دیر کے بعد میں اسٹورز میں داخل ہو رہا تھا۔ یوسف کمالی کی کار باہر ہی کھڑی ہوئی تھی۔ چپراسی چونکہ پہلے بھی ایکبار مجھے دیکھ چکا تھا' اس لئے اس نے جلدی سے میرے لئے دروازہ کھولدیا۔

اندر یوسف کمالی کچھ کاغذات الٹ پلٹ رہا تھا۔ میرے قدموں کی چاپ سنکر اس نے گردن اٹھائی مجھے دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہوگیا۔ اس کے چہرے پر زبردست گرمجوشی کے آثار پھیل گئے تھے۔ اور دونوں ہاتھ پھیلا کر میری طرف لپکا۔!"ذاتی طور پر میں آپ کا بہت بڑا مداح ہوں مسٹر نواز۔ اس لئے

ے معانقہ نہیں معانقہ کروں گا۔" اس نے کہا اور مجھے کھینچ کر سینے سے لگالیا۔ "میں نے بمشکل تمام خود کو روکا ہے۔ ورنہ درجنوں بار خواہش ہوئی کہ آپ سے ملاقات کروں۔ آیئے تشریف رکھیئے۔ آیئے۔" اس نے خود ہی میرے لئے کرسی گھسیٹی اور میں بیٹھ گیا۔

"کیا پسند کریں گے آپ۔؟"

"جو پلادیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ میں آپ کو اناس کی چائے پلواتا ہوں۔" یوسف کمالی نے کہا اور گھنٹی بجا کر اردلی کو بلایا۔ پھر اسے ہدایات دے کر میری طرف متوجہ ہوگیا۔

"خدا کی پناہ آپ نے جس انداز میں ہربنس کو تباہ کیا ہے' میں مقامی باشندہ ہونے کے باوجود' اور اس کے باوجود کہ یہاں میرے ساتھ کچھ خطرناک لوگ بھی موجود ہیں۔ آج تک یہ جرات نہیں کر سکا تھا۔"

"مجھے تو کوئی خاص دقت نہیں ہوئی تھی۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ نہ تو مجھے۔ اور نہ ہی ہربنس کو آپ کے بارے میں اندازہ تھا۔ غلط اندازے کی بنیاد پر وہ پھنس گیا۔ طاقت کا صحیح اندازہ لگانا ضروری ہے۔ لیکن ایک بات میرے ذہن میں الجھ رہی ہے۔"

"کیا۔؟"

"وہ پیپی جوڑا کون تھا۔ بڑے طویل القامت اور تندرست تھے۔ میں نے ان کی لاشوں کی تصویریں دیکھی ہیں؟"

"کیگارو اور سارڈی۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ یہی نام تھے ان کے۔ لیکن۔"

"وہ میرے مددگار تھے۔ بے چارے میری وجہ سے مارے گئے۔ اصل میں میرے اپنے ذرائع تو ہیں نہیں۔ یونہی کچھ لوگ پھنس جاتے ہیں۔ لیکن مجھے ان کی موت کا رنج ہوا ہے۔"

"غلام سیٹھ کو اطلاع دے دی گئی ہے۔"

"کوئی جواب ملا۔؟"

"ابھی تک نہیں۔ میں بھی انتظار میں ہوں۔ لیکن ہربنس سے آپ کا کہاں ٹکراؤ ہوا تھا؟"

"انقرہ میں۔"

"کیا اس نے براہ راست آپ سے بات کی تھی۔؟"

"نہیں۔ لیکن اس کے آدمیوں نے مجھے اسی طرح تلاش کیا تھا' جیسے میں حقیر چوہا ہوں اور آسانی سے مارلیا جاؤں گا۔ سلیمان بے خوفزدہ ہوگیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ہربنس مقامی طور پر بہت طاقتور ہے۔ حکام اس کے قبضے میں ہیں۔ اس لئے وہ میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے بات میری ذات پر آگئی تھی اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ ہربنس کو خود اپنے ہاتھوں سے ہلاک کروں گا! اور کسی دوسرے کو تکلیف نہ دوں گا۔"

"ونڈرفل۔ بہرحال ہربنس اس سے زیادہ کیا ہلاک ہوگا۔ یہاں اس ملک کی بڑی ساکھ تھی۔ وہ ختم ہوگئی۔ اس کا پورا کاروبار تباہ ہوگیا۔ اور اب وہ چوہوں کی طرح بلوں میں گھستا پھر رہا ہے۔ ایک آدمی کی اس سے بڑی موت کیا ہو سکتی ہے۔ آج نہ سہی کل اسے گرفتار کرلیا جائے گا۔ نکاسی کے راستے تو بند کر دیئے

گئے ہیں۔ نہ بھی گرفتار ہو تو اس سے بڑے دکھ کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ اب اس کی کوئی حیثیت نہ رہی۔

"یہ بات نہیں ہے یوسف کمالی۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "میں نے تم سے کہا تھا ہربنس نے میری اپنی حیثیت کو چیلنج کیا تھا۔ اس نے ایک بڑے اسمگلر کی حیثیت سے سوچا۔ اس نے تصور کہ وہ یہاں ایک مضبوط حیثیت رکھتا ہے اور میں اس کے سامنے گردن تک نہیں اٹھا سکتا۔ تب میں فیصلہ کر لیا کہ یہ دنیا اب ہربنس کے لئے موزوں نہیں ہے۔ اسے ہر قیمت پر مرنا چاہئے۔ اس کے کاروبار تباہی تو ایک معمولی جھٹکا تھی۔ وہ وہیں پھنس گیا تھا۔ لیکن بہرحال وہاں سے کسی نہ کسی طرح بچ نکلا۔ میں اسے زیادہ دنوں تک نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ پولیس کی نگاہوں سے اوجھل تھا۔ لیکن میری نگاہوں سے بچ کر کہاں جا سکتا تھا۔"

"کک۔ کیا مطلب۔؟" یوسف کمالی نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں نے اپنا کام ختم کر لیا ہے یوسف کمالی۔"

"کک۔ کیا مطلب۔؟"

"بھئی کام ختم کا مطلب ہے کہ ہربنس کا پتہ صاف۔ میں نے اسے تلاش کر کے قتل کر دیا۔" میں نے کہا اور یوسف کمالی اچھل پڑا۔

"کب۔؟ کہاں۔؟ کس طرح۔؟" اس نے بیک وقت تین سوال کئے۔

"کل رات۔ شہزادوں کے آخری جزیرے میں۔ متولی کے مکان پر۔" میں نے جواب دیا۔

"خ خ خ۔ خدا کی پناہ۔"

"اس نے اپنی قومی حیثیت ختم کرادی تھی یوسف کمالی۔"

"یعنی۔؟"

"ڈاڑھی مونچھیں۔ اور سر کے بال۔ اس کی شکل بالکل بدل گئی ہے' ممکن ہے پولیس اس کی شناخت نہ کر سکی ہو۔ میرا خیال ہے ہمیں پولیس کی مدد کرنا چاہیے۔!"

یوسف کمالی آنکھیں اور منہ پھاڑے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور گردن جھٹکنے لگا۔ اس اثناء میں اردلی اناناس کی چائے لے آیا۔ خاص انداز کی چائے تھی' جو مخصوص طریقے سے بنائی گئی تھی۔ مجھے بہت پسند آئی' اور میں کئی پیالیاں پی گیا۔ یوسف کمالی پر اب بھی سکتہ طاری تھا۔ وہ چائے پی رہا تھا لیکن بالکل خاموش تھا۔!

"تم کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے یوسف کمالی۔؟"

"آپ کے اس زبردست کارنامے کے بارے میں سوچ رہا ہوں مسٹر نواز۔ لگتا ہے آپ غلام بیٹھا کی حیثیت بدل دیں گے۔ آپ نے اس کے راستے کے دو زبردست کانٹے جڑ سے اکھاڑ پھینکے ہیں۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تب یوسف کمالی ہی بولا۔ "میرا خیال ہے اب آپ کا ہلٹن میں قیام کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے' کیا آپ میری میزبانی قبول کریں گے۔"

"ہاں۔ اب میزبانی قبول نہ کرنے کا بھی کوئی جواز نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یوسف کمالی نے انٹر کام آن کر دیا۔

"احمد۔!" اس نے اپنے مینیجر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہلٹن ہوٹل۔ روم نمبر۔ روم نمبر؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"بائیس!" میں نے جواب دیا۔

"روم نمبر بائیس سے مسٹر نواز کا سامان نکلوالو۔ ہوٹل کا بل ادا کر دو۔ اور گولڈ پیلس کے فلیٹ میں ان کی رہائش کا انتظام کر دو۔!"

"اوکے سر۔!" دوسری طرف سے جواب ملا۔ اور پھر اس نے انٹر کام کو آف کر کے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھالیا۔ اور کہیں اور کے نمبر ڈائل کرنے لگا! دوسری طرف سے فون ریسیو ہونے کے بعد اس نے کہا۔

"سمورا۔؟"

"بول رہی ہوں جناب۔"

"گولڈ پیلس کے فلیٹ پر پہنچ جاؤ۔ مسٹر نواز اصغر کا نام سنا ہے؟"

"جی ہاں۔!"

"وہ تمہارے مہمان ہیں۔"

"اوہ۔ ونڈر فل۔ میری خوش قسمتی ہے۔ جناب۔" نسوانی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

"ایسے نہیں۔ بات جب ہے کہ مہمان تمہارے ساتھ خوش بھی رہیں۔"

"میں پوری پوری کوشش کروں گی جناب۔"

"اوکے۔" یوسف کمالی نے کہا' اور پھر اس نے تیسرا فون ہوٹل ہلٹن کو کیا تھا۔ جس میں اس کے مینیجر کو میرا سامان حوالے کرنے کے لئے کہا گیا تھا اس دوران میں خاموشی سے سگریٹ پھونکتا رہا تھا۔ یوسف کمالی نے ریسیور رکھ دیا۔ اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

"استنبول کے شب و روز سمورا کے ساتھ اور خوشگوار ہو جائیں گے مسٹر نواز۔ تھوڑی دیر انتظار کر لیں' اس کے بعد فلیٹ چلیں گے جہاں آپ کا سامان پہنچ چکا ہوگا۔ تب آپ لباس وغیرہ تبدیل کر لیں۔ لنچ سمورا کے ساتھ کسی عمدہ سے ہوٹل میں لیں گے۔ اس کے بعد آپ سمورا کے حوالے۔"

میں نے گردن ہلا دی۔ میں ہربنس کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین تھا' لیکن یوسف کمالی سے زیادہ بے چینی کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم فلیٹ کی طرف چل پڑے۔ کمالی اپنی چھوٹی سی خوبصورت کار خود ڈرائیو کر رہا تھا۔ گولڈ پیلس سنہرے رنگ کی ایک حسین عمارت کا نام تھا۔ بلاشبہ نام سے موزوں عمارت تھی۔ کشادہ فلیٹ تھے۔ فلیٹ نمبر بارہ یوسف کمالی کا تھا۔ اس کا دروازہ آٹومیٹک تھا۔ کمالی نے دروازے کی پلیٹ ہٹا کر دیکھا۔ کوئی اندر آچکا تھا۔ یہ بھی خوبصورت سسٹم تھا۔ مجھے بہت پسند آیا۔ پھر اس نے بٹن دبایا' اور دروازہ کھل گیا۔ اگر کوئی اندر نہ موجود ہوتا تو پھر یہ دروازہ نہیں کھل سکتا تھا' دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی اندر موجود شخص کو آنے والے کی خبر ہو جاتی تھی۔

شانوں سے ٹخنوں تک کے ایک خوبصورت ڈھیلے ڈھالے لباس میں ایک ترکی شہزادی نظر آئی' جو پروقار انداز میں چلتی ہوئی ہماری طرف آرہی تھی' اس کے ہونٹوں پر ایک پرمسرت مسکراہٹ تھی۔ ہمارے قریب پہنچ کر اس نے آنکھیں بند کر کے گردن خم کی۔

"مسٹر نواز اصغر۔" یوسف کمالی نے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا اور پھر لڑکی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "خانم سمورا۔!"

"میں نے بھی مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی اور سمورا کی مسکراہٹ اور گہری ہوگئی۔" "بڑی عظیم شخصیت سے متعارف ہو رہی ہوں۔ گمان بھی نہیں تھا کہ کبھی یہ مرتبہ بھی ملے گا۔" اس نے شیریں آواز میں کہا۔

"محبت ہے آپ کی۔ کہ آپ نے اتنی اہمیت دے دی ہے' ورنہ۔" میں جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔

"یہ بات نہیں ہے مسٹر نواز۔ در حقیقت آپ کی کہانیاں کچھ اس انداز سے کانوں میں پہنچی ہیں۔ کہ آپ ایک آفاقی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ ہر مقامی کارکن ایکبار آپ کو دیکھنے کا خواہشمند ہے۔ مجھے معاف کریں' میں نے آپ کو دیکھا اور محسوس کیا کہ آپ کے اندر تو کوئی خاص بات نہیں ہے۔ آپ بالکل ہم جیسے ہیں۔" یوسف کمالی نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن چند ہی روز میں آپ نے جو گل کھلائے' ان سے اندازہ ہوا کہ آپ ہم جیسے نہیں ہیں۔" میں ہنسنے لگا۔ تب یوسف کمالی سمورا کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

"کیا تم اندازہ لگا سکتی ہو سمورا۔ کہ مسٹر نواز نے استنبول میں کیا طوفان برپا کیا ہے۔"

"جاننے کی خواہشمند ہوں۔" سمورا بولی۔

"اخبارات میں اس پراسرار مخبر کے بارے میں تمہیں معلوم ہے۔ جس نے ہربنس کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی ہے۔"

"ہاں۔ یہ مسٹر نواز کا زبردست کارنامہ ہے۔"

"اب۔ ہربنس کی گردن بھی توڑ دی گئی ہے۔"

"کیا مطلب۔؟" سمورا چونک کر بولی۔

"مطلب کے لئے انتظار کرنا پڑے گا۔ آؤ۔ اب لنچ کی تیاری کرو۔ ہم پیرولے میں لنچ کریں گے۔"

"مسٹر نواز کو اس فلیٹ سے تو روشناس کرادوں۔ انہیں ان کی خواب گاہ تو دکھادوں۔" سمورا بولی۔

"اس کی کیا ضرورت ہے مس سمورا۔ بس ایک مسہری اور بستر درکار ہوگا۔ ہم تو فقیر منش ہیں' جہاں جگہ مل رہی پڑ رہے۔" میں نے کہا۔

"تب پھر آیئے۔ لباس وغیرہ تو تبدیل کرلیں۔"

"سامان آگیا ہے۔؟" یوسف کمالی نے پوچھا۔

"ہاں۔ ابھی تھوڑی دیر قبل۔"

"آیئے۔" میں نے کہا اور سمورا میرے ساتھ چل پڑی۔ اس کی چال بہت دلکش تھی۔ سلک کے خوبصورت لبادے میں وہ بہت دلکش لگ رہی تھی۔

"آپ بے حد پرکشش ہیں مسٹر نواز۔ بہت کم لوگوں میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ دلکش بھی ہوں اور باکمال بھی۔"

"شکریہ سمورا۔ آپ ترکی کی باشندہ ہیں؟"

"یہیں۔ اسی استنبول میں پیدا ہوئی ہوں۔"

"خوب۔ آپ کا حسین پیکر سلطانوں کا عہد یاد دلاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی ترکی شہزادی ماضی کی

چادر اتار کر حال میں داخل ہوگئی ہو۔"

"شکریہ۔ آپ بدلے جلد چکا دینے کے عادی معلوم ہوتے ہیں۔"

"حقیقت چھپانے کا عادی نہیں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ گفتگو کرتے ہوئے ہم ایک خوبصورت بیڈ روم میں داخل ہوگئے۔ ضرورت کی تمام چیزوں سے آراستہ تھا۔ ایک طرف باتھ روم منسلک تھا۔ ایک الماری میں میرا سامان بھی موجود تھا۔ سمورا نے لباس وغیرہ سلیقے سے ہینگروں میں لٹکا دیئے تھے۔ اس نے خود ہی میرے لیے لباس منتخب کیا اور اسے میرے حوالے کرتے ہوئے باتھ روم کی طرف اشارہ کیا۔ میں مسکراتا ہوا باتھ روم میں داخل ہوگیا۔ جہاں شیونگ کا سامان بھی موجود تھا۔ اور پھر جب لباس تبدیل کرکے میں باہر نکلا تو سمورا کو اسی کمرے میں پایا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔

"ارے' آپ ابھی تک یہاں ہیں۔ میں سمجھا آپ کمالی کے پاس ہوں گی۔"

"میزبان میں آپ کی ہوں' کمالی کی نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا دیا۔ ہم دونوں نکل کر ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے جہاں کمالی ایک رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ ہم دونوں کو دیکھ کر اس نے رسالہ رکھ دیا اور پھر اٹھتے ہوئے بولا۔

"کیا آپ حضرات تیار ہیں۔؟"

"بالکل مسٹر کمالی۔"

"تب پھر آیئے۔" وہ کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔ اور ہم فلیٹ سے اتر آئے۔ کمالی نے حسب معمول ڈرائیونگ سنبھال لی۔ میں اور سمورا عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ ایک بک اسٹال پر کار روک کر کمالی نے شام کے اخبارات خریدے اور انہیں دیکھ کر چونک پڑا۔ پھر وہ تیز قدموں سے کار کی طرف بڑھا۔

"مسٹر نواز۔ مسٹر نواز۔" اس نے کسی قدر کانپتی ہوئی آواز میں کہا اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ اس نے کئی اخبار خریدے تھے۔ جو اس نے ہم دونوں کو بھی تقسیم کئے خود بھی ایک اخبار دیکھنے لگا۔!

شام کے تقریباً تمام اخبارات میں ہربنس کی موت کی خبر چھپی تھی اس کی دونوں تصاویر بھی تھیں۔ ایک لاش کی۔ اور دوسری پہلے کی جس میں وہ ڈاڑھی مونچھوں کے ساتھ تھا۔ گویا پولیس نے ہربنس کو باآسانی پہچان لیا۔

اخبارات نے بڑی سنسنی خیز سرخیاں جمائی تھیں۔ میں اخبار کی خبر پڑھنے لگا۔! "پراسرار مخبر نے بالآخر' ہربنس کو قتل کر دیا۔"

اسٹاف رپورٹر۔ شہزادوں کے آخری جزیرے پر بدنام زمانہ اسمگلر ہربنس کو قتل کر دیا گیا۔! ہربنس طویل عرصے سے ایک تاجر کی حیثیت سے حکام کی نگاہوں میں دھول جھونک رہا تھا۔ اس کا اصل کاروبار منشیات کی سمگلنگ تھا۔ اس نے استنبول اور دوسرے شہروں میں منشیات کے اڈے کھول رکھے تھے اور اعلیٰ پیمانے پر لوگوں کو منشیات کا عادی بنانے میں مصروف تھا۔ لیکن بالآخر اس کے گروہ میں پھوٹ پڑ گئی۔ ہل اسٹیشن رمپو کے ایک بنگلے میں ان میں آپس میں جنگ ہوئی' جس کے نتیجے میں کئی اسمگلر مارے گئے' پولیس کو اطلاع دینے والے نے فون پر بتایا تھا کہ وہ ہربنس کے گروہ سے کٹا ہوا ایک شخص ہے۔ مخبر کی اطلاع پر تمام اڈوں پر چھاپے مارے گئے اور زبردست کامیابی... حاصل ہوئی۔ لیکن ہربنس نکل گیا تھا۔ پولیس نے چاروں طرف

ناکہ بندی کر دی تھی۔ لیکن ہربنس کا پتہ نہیں چل سکا۔ اس نے اپنے چہرے کے بال تراش کر صورت لی تھی۔ شہزادوں کے آخری جزیرے کے متولی نے بتایا کہ ہربنس ایک سیاح کی حیثیت سے ایک لڑکی ساتھ ان کے پاس پہنچا' اور ان کے یہاں ٹھہرنے کی درخواست کی۔ متولی نے اسے اپنے ہاں جگہ دے دی انہیں اس جوڑے پر کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن گزشتہ رات تقریباً" ایک بجے اچانک متولی کی آنکھ کھلی انہوں نے چیخ و پکار کی آوازیں سنیں' لیکن جب انہوں نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو ناکام رہے۔ کسی دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا۔ پھر وہ عقبی روشندان کے ذریعے بمشکل باہر نکلے۔ انہوں نے ہربنس کے کمرے میں دیکھا تو وہاں اس کی لاش موجود تھی۔ ہربنس کو چاقو سے ہلاک کیا گیا ہے۔ اسی کمرے میں ایک دوسری لاش موجود تھی جو ہربنس کی ساتھی لڑکی نریما کی لاش ہے۔ لیکن نریما کی گردن پر ہربنس کی انگلیوں کے نشانات پائے گئے ہیں جس سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہربنس نے خود گردن دبا کر نریما کو ہلاک کیا تھا۔ چالاک مخبر کے بارے میں پولیس کا خیال ہے کہ وہ کوئی انتہائی ہوشیار شخص ہے۔ اس نے پہلے بھی اپنی آواز یا انگلیوں کے نشانات نہیں چھوڑے تھے' اور اس بار بھی اس کے بارے میں کوئی نشان نہیں مل سکا۔ پولیس کو مخبر کی تلاش ہے' کیونکہ اس نے ہربنس کی گرفتاری' زندہ یا مردہ کے لئے انعام مقرر کرنے کا اعلان کیا ہے۔!"

میں نے پوری خبر پڑھ کر ایک گہری سانس لی۔ گویا تمام کام بخیر و خوبی ہو گیا۔ پولیس کو یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوئی کہ وہ ہربنس کی لاش ہے۔!

"پولیس نے بھی تمہاری مدح سرائی کی ہے نواز۔" یوسف کمالی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ اپنا انعام وصول کرنے نہیں جائیں گے مسٹر نواز۔؟" سمورا مسکراتے ہوئے بولی۔ اور اچانک چونک کر کہنے لگی۔ "کار تو آگے بڑھایئے کمالی صاحب آپ تو خوشی میں کھانا بھول گئے۔"

"ایں۔ ہاں۔ در حقیقت میں خوشی میں کھانا بھول گیا ہوں۔" یوسف کمالی نے مسکراتے ہوئے کار دوبارہ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ایک عمدہ سے ریستوران کے سامنے ہم کار سے اترے اور ریستوران میں داخل ہو گئے ویٹر کے آرڈر لے جانے تک ہم نے خاموشی اختیار رکھی۔ پھر لمبے چوڑے آرڈر کے سرو ہو جانے کے بعد ہم نے کھانا شروع کر دیا۔!

"اس لنچ کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔" کھانے کے دوران یوسف کمالی نے کہا۔

"کیوں۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس میں آپ کی کامیابی کی خوشی بھی شامل ہو گئی ہے۔"

"اوہ۔" میں مسکرانے لگا۔

"اور کھانے کے بعد میں جلدی سے اجازت طلب کروں گا۔ کیونکہ میری ذمہ داریاں کچھ بڑھ گئی ہیں۔"

"یعنی۔؟"

"یعنی فوری طور پر یہ خبر باہر بھیجنی ہے۔ ہم غلام سیٹھ کو اس خوش خبری سے جلدی سے باخبر کریں گے۔ یہ ہمارے فرائض میں داخل ہے۔" یوسف کمالی نے کہا۔ کھانے کے بعد کافی پیتے ہوئے یوسف کمالی نے بل ادا کر دیا اور بالآخر اٹھتے ہوئے بولا۔ "سمورا۔ بہت خطرناک آدمی کو تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔ خیال رہے اس کی دیکھ بھال میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔"

"آپ بے فکر رہیں مسٹر کمالی۔ میں خطرناک لوگوں کو سنبھالنا خوب جانتی ہوں۔"

"اور ہاں۔ یہ چابی رکھو۔ کار تمہارے استعمال میں رہے گی۔"

"او کے۔ تھینکیو۔" سمورا نے کہا۔ اور پھر یوسف کمالی خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا۔ میں اور سمورا مسکراتے ہوئے کافی پینے لگے۔!

"معلوم کر سکتا ہوں مس سمورا۔ کہ آپ آج تک کتنے خطرناک آدمیوں کو سنبھال چکی ہیں۔"

"آپ کی زبان میں خطرناک کسے کہتے ہیں۔؟"

"جو خطرناک ہو۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بشرطیکہ وہ خطرناک ہو۔ اور آپ جیسے لوگوں کو میں دھن کا پکا سمجھتی ہوں۔ لفظ خطرناک دوسری حیثیت رکھتا ہے اور دھن کا پکا ہونا تو کوئی خطرناک بات نہیں ہے۔"

سمورا بڑی چالاکی سے میرا جواب گول کر گئی۔ اپنی دانست میں اس نے سوچا ہو گا کہ اس نے تیر مار لیا ہے۔ لیکن میری نگاہ میں ایسی لڑکیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ میں انہیں پھونکوں میں اڑا سکتا تھا۔ بے چاری سمورا کی کیا حیثیت تھی۔ تاہم میں خاموش ہو گیا۔ اور پھر ہم نے کافی ختم کر لی۔

"کیا آپ تھکن محسوس کر رہے ہیں مسٹر نواز۔؟"

"کیسی تھکن؟"

"ذہنی تھکن۔ ظاہر ہے ہربنس کے سلسلے میں آپ نے سخت محنت کی ہے۔"

"اوہ۔ نہیں کوئی خاص محنت نہیں کی مس سمورا۔ نہ ہی میں کوئی خاص تھکن محسوس کر رہا ہوں۔"

"اگر ایسی بات ہے تو کوئی پروگرام بنائیں۔"

"ضرور۔!"

"اچھا' استنبول میں آپ نے کیا کیا دیکھا۔؟"

"باقاعدگی سے تو کچھ نہیں دیکھا۔"

"وقت زیادہ نہیں ہے۔ میں آج آپ کو ٹرکس آکیالوجیکل میوزیم دکھانے لے چلوں گی۔ پھر رات کو "میوازن" چلیں گے۔"

"میوازن کیا ہے۔؟"

"وہیں چل کر معلوم ہو تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک طویل سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ آئے۔ سمورا نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ سمورا کے چہرے سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ شاید وہ میری معیت سے بہت خوش تھی۔

ٹوپ کاپی سرای کی فصیل کے اندر ہم نے ٹرکش آکیالوجیکل میوزیم دیکھا اس عمارت میں یونانی عہدہ کے نوادرات رکھے گئے ہیں۔ سکندر اعظم کا خالی تابوت اور اپالو کے اندر کے ستون آج تک یہاں موجود ہیں۔ مجھے قدیم نوادرات سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن سمورا نے کچھ اس طرح ان کی تاریخ بتائی کہ میں ان میں دلچسپی لینے لگا۔

"تم تو یہاں کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو۔ کیا استنبول کے عام افراد کو یہاں کی چیزوں کے
میں اتنا کچھ معلوم ہے۔؟" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"اپنے وطن اور اس کی خصوصیات سے واقف ہونا تو سعادت ہے' غلام سیٹھ کی ملازمت میں آ
قبل میں گائڈ کے فرائض انجام دیتی تھی۔ غیر ملکی سیاحوں کو استنبول کے بارے میں بتاتے ہوئے مجھ
بھی ہوتی تھی' اور وہی میرا روزگار بھی تھا۔"

"اوہ۔ پھر تم اس گروہ میں کیسے داخل ہوئیں۔؟"

"لمبی کہانی ہے۔ یوں سمجھ لو۔ مجھے گروہ کے ایک نوجوان سے محبت ہو گئی۔ وہی مجھے یوسف کے
لے گیا اور یوسف کمالی نے مجھے میری صلاحیتوں کا جائزہ لیتے ہوئے مجھے رکھ لیا۔!"

"خوب۔ اور وہ نوجوان کہاں گیا۔؟"

"ایک مرتبہ پولیس نے مال پکڑ لیا تھا۔ اس نے مقابلہ کیا اور اسے گولی مار دی گئی۔!" سمورا کی
میں ہلکی سی تھرتھراہٹ آئی۔ لیکن وہ ایکدم سنبھل گئی۔ "اور یہ بہت پرانی بات ہے۔"

میں خاموش رہا۔ ہر سینے پر ایک زخم موجود ہے۔ کون ہے' جس کی زندگی صرف مسکراہٹ
چہروں پر دوڑتے ہوئے خون سے دھوکہ تو ہر آنکھ کھا سکتی ہے۔ دلوں تک نگاہ پہنچنا بہت مشکل ہے
تک نگاہ پہنچانا بھی مشکل کام ہے۔ گہرائیوں میں جھانکنا بیسود ہوتا ہے۔ اس سے کیا حاصل۔!

میوزیم سے نکلے تو وقت باقی تھا۔ "کیوں نہ لگے ہاتھوں لیونڈر کا مینار دیکھ لیا جائے۔" سمورا
پیش کی۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔ ایکبار پھر ہم پل غلطہ کی
طے کر رہے تھے۔ پل کے نیچے پانی پر تیرتے ہوئے پلیٹ فارم پر ہم اس اسٹیمر کا انتظار کرنے لگے
باسفورس لے جا سکتا تھا۔ مختلف اسٹال سجے ہوئے تھے۔ جن پر رسالے مٹھائیاں' کباب۔ اور یہاں
خاص مچھلی "سوڈو فش" بک رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر پلیٹ فارم سے آلگا۔ ملاحوں نے تختہ لگا دیا۔ اور ہم تختے سے گزر کر
پہنچ گئے۔ دوسرے مسافر بھی ہمارے پیچھے آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر نے بھونپو بجایا
باسفورس میں تیرنے لگا! اردگرد بے حد چہل پہل تھی۔ متعدد اسٹیمر یورپ اور ایشیا کے پھیرے لگا
تھے۔ مچھیروں کی کشتیاں ڈول رہی تھیں اور پھر ہم اس چھوٹی سی خشک چٹان پر پہنچ گئے جس پر لیونڈر
کھڑا تھا۔

سمندر کے درمیان یہ مینار عجیب معلوم ہوتا تھا۔ میں نے سمورا سے اس کے بارے میں پوچھا
نے بتایا۔ "شہنشاہ کانسطنطائن اپنی خوبصورت بیٹی کو بے پناہ چاہتا تھا' لیکن پادریوں نے بتایا تھا کہ
بیٹی کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہوگی' تب شہنشاہ نے اسے محفوظ رکھنے کے لئے یہ مینار بنایا اور
اس میں منتقل کر دیا۔ شہزادی کی پوری دیکھ بھال ہو رہی تھی' لیکن ایک دن اس نے ایک تیرتی
سے انگوروں کی ایک ٹوکری خرید لی اور کالے انگوروں کے اندر چھپے ہوئے کالے ناگ نے اسے ڈ
سمورا نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور میں دلچسپی سے مینار کی بلندی دیکھنے لگا۔!

☆ ☆ ☆

فلارنس نائیٹ اینگل ہسپتال اور پرانا محلسرا دیکھنے کے بعد سیر و تفریح سے دل بھر گیا۔ اور میں
نے سمورا سے واپسی کی فرمائش کی۔

"ضرور۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "استنبول عظیم پس منظر..... رکھتا ہے۔ لیکن اس کے لیے
ضروری ہے کہ اس پس منظر سے واقفیت حاصل ہو۔ یہاں سینکڑوں قدیم کہانیاں بکھری ہوئی ہیں۔ انسان کا
ترین مشغلہ ہے کہ ان کہانیوں میں گم ہو جائے۔ عجیب ذہنی سرور حاصل ہوتا ہے۔" سمورا نے کہا۔

"ہاں' تاریخ دلکشی رکھتی ہے مس سمورا۔ لیکن ان لوگوں کے لیے جنہیں فرصت نصیب ہو۔ موجودہ
وقت تو نئی کہانیوں میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اور یہ کہانیاں ہمیں خود میں گم کئے ہوئے ہیں۔" میں
نے جواب دیا۔

"ہاں —— آپ کے عملی انسان ہونے سے کون انکار کر سکتا ہے مسٹر نواز۔" سمورا نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

"میں —— اور میرا عمل۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "اس کے بارے میں' میں ہی بخوبی جانتا
ہوں مس سمورا۔ آیئے واپس چلیں۔"

"آیئے۔" سمورا نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا' اور میں اس کے نرم و نازک لمس' اس
کے جسم سے لپٹی ہوئی لطیف خوشبو سے لطف اندوز ہوتا ہوا واپس چل پڑا۔ اسٹیمر کے چھوٹے سے سفر سے
فارغ ہو کر ہم اپنی کار تک واپس آ گئے۔ اور کار ہمیں گولڈن پیلس لے چلی۔ سیر کے دوران اتنا کھا پی چکے تھے
کہ مزید ضرورت نہ رہی تھی۔ سمورا کے استفسار پر میں نے اسے کھانے سے منع کر دیا۔

رات ہو چکی تھی۔ سمورا نے فروٹ باسکٹ لا کر میرے سامنے رکھ دی اور پھر میرے سامنے ایک
صوفے پر دراز ہو گئی۔ میں نے ایک سیب چھیلتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ وہ بھی میری طرف ہی دیکھ رہی
تھی۔ میں مسکرایا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس مسکراہٹ میں ایک سوال

"آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں مس سمورا؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"تب تعرض کیسا؟"

"کچھ ایسے سوال ہوتے ہیں جن سے ہچکچاہٹ ہوتی ہے۔"

"کاروباری فرائض سے قطع نظر۔ کیا میں آپ کے لیے کوئی اہمیت رکھتا ہوں؟"

"ہاں۔ آپ انوکھے کردار کے مالک ہیں۔ آپ میں ایک انفرادیت محسوس ہوتی ہے۔"

"مثلاً؟"

"بے تکلفی۔ اور صاف گوئی کے لیے معذرت خواہ ہوں' جس لائن میں کام کر رہی ہوں' اس میں نیکی
پاکبازی کا اگر کوئی تصور ہے بھی' تو صرف دل کی گہرائیوں میں رہ سکتا ہے —— اگر وہ تصور کبھی اجاگر
ہوتا ہے تو لمحاتی پریشانی دے جاتا ہے' اور پھر اسے تھپک تھپک کر سلا دینا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس کی زندگی میں
سارے مسئلے الجھ جاتے ہیں اور ان کا کوئی دوسرا حل نہیں ہوتا۔ یہاں بھی میرا واسطہ گروہ کے بہت سے

لوگوں سے پڑتا ہے۔ اس فلیٹ میں، میں نے کچھ دوسرے لوگوں کی میزبانی بھی کی ہے۔ لیکن ہماری لا
لوگ، عموماً اختصار پسند ہوتے ہیں۔ اگر الفاظ کے غلاف استعمال نہ کئے جائیں تو یوں سمجھیں کہ ا
فطرت میں وحشت ہوتی ہے فنون لطیفہ یا تکلفات کی تہذیب سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔
راست اپنی ہر ضرورت کا اظہار کر دیتے ہیں ان کے علم میں یہ بات آجائے کہ ایک عورت ان کی
سے دور نہیں ہے۔ تو وہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اظہار طلب کر دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ممکن ہے آپ
ہو کہ میں آپ کے لیے قابل حصول ہوں، لیکن سیر کے دوران آپ صرف ایک دوست رہے۔
آپ کے کسی انداز میں وحشت نہیں پائی۔ یہ چیز آپ کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔"

"شکریہ مس سمورا۔۔۔۔۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "بہرحال کوئی انسان ضرورتوں
نہیں ہوتا۔ لیکن بعض ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں، جن میں دوسرے کی رغبت شامل ہو تبھی ٹھیک رہتا
ورنہ.....۔"

اور سمورا مسکرانے لگی۔ اس کی آنکھوں میں شوخی ابھر آئی تھی۔ چند منٹ وہ گردن جھکائے
رہی۔ پھر بولی۔ "پیتے ہیں مسٹر نواز؟"

"ہاں۔ پیتا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تب میں انتظام کرتی ہوں۔" اس نے کہا اور اٹھ گئی۔ میں نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ
نہایت موزوں و متناسب جسم کی مالک تھی میں لباس کے اندر پوشیدہ رعنائیوں کا تصور کرنے لگا اور دہ
گئی۔ نہ جانے میری زندگی میں اس کا کیا نمبر تھا اور نمبر یاد رکھنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ میری زندگی
اپنی کب ہے۔ اور اب تو یہ سب سوچنا فضول ہے، حماقت ہے۔ گوشت اور ہڈیوں کا یہ ناکارہ ڈھیر نہ
کیوں وجود میں آیا ہے۔ حالات کے سہارے اسے نہ جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں جسمانی ضرو
اس میں تحریک پیدا کرتی رہتی ہیں۔ اور پھر یہ ایک دن۔۔۔۔۔ خاموشی سے۔۔۔۔۔ خاموشی اپنا لیتا
بیکار۔۔۔۔۔ بکواس۔۔۔۔۔ زندگی کوئی چیز نہیں ہے۔ سانسوں کا کوئی وجود نہیں ہے، پودے ہیں
اگ آتے ہیں۔۔۔۔۔ فنا ہو جاتے ہیں۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔۔۔ کیا میں ان فضول خیالات کو ذہن سے نکالنے میں کامیاب
ہوں؟ ہونا چاہیے۔ یہ ضروری ہے۔ نہ جانے سمورا کہاں گئی۔ یہ خیالات مجھے پریشان کر دیں گے
تنہائی سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ میں تنہا نہیں رہنا چاہتا۔ میں گھبرا کر اٹھ گیا۔

اور پھر میں کمرے سے نکل آیا۔ مجھے سمورا کی تلاش تھی۔ میں خوفزدہ کر دینے والے خیالات
چھڑانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے تیزی سے کمروں میں جھانکا۔ اور۔ ایک کمرے میں سمورا نظر آگئی
نیا لباس تبدیل کرنے کے لیے۔ پرانا لباس اتار دیا تھا۔ وہ سائفن سے اپنے جسم پر سینٹ کی پھوار
تھی۔ اس نے سنہرے بال کھول دیئے تھے اور یہ بال اس کی سرخ و سفید پشت کے خم کو چھپا
کوشش کر رہے تھے۔ اس کے ابھرے ہوئے کولہوں کا درمیانی خم بے حد حسین اور کشش انگیز تھا
کسا ہوا جسم سامنے سے آئینے میں نظر آ رہا تھا۔

میں اندر داخل ہو گیا۔۔۔۔۔ اور وہ اچھل پڑی۔۔۔۔۔ دوسرے لمحے وہ جلدی سے کمر
اس نے امداد طلب نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا تھا۔ قریب ہی ایک چھوٹے سے تولیے کے علا

نظر نہیں آیا۔ اس نے جلدی سے تولیہ اپنے زیریں جسم پر ڈھانپ لیا۔ ایک ہاتھ سے تولیہ سنبھال کر اس نے
دوسرا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا۔

"سوری سمورا۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ میں دوسرے انسانوں سے مختلف نہیں ہوں۔ تمہارا خیال
درست نہ تھا۔۔۔۔۔ تم فریب میں مبتلا تھیں۔ سب یکساں ہوتے ہیں، لوگوں نے خود بخود اپنی قسمیں مقرر
کر لی ہیں، حالانکہ سب کی قسم ایک ہی ہوتی ہے۔ میں تنہائی برداشت نہیں کر سکتا سمورا۔ مجھے تنہائی سے
خوف معلوم ہونے لگا تو۔۔۔۔۔ میں تمہیں تلاش کرتا ہوا یہاں نکل آیا۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں
کہا۔ اور سمورا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ چند ساعت دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔

"بس میں آنے ہی والی تھی مسٹر نواز۔ تشریف رکھئے۔۔۔۔۔ میں لباس پہن لوں۔"

"لباس مت پہنو سمورا۔ پلیز۔ لباس مت پہنو۔" میں نے دیوانگی سے کہا۔ اور تھکے تھکے سے انداز
میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سمورا مجھے دیکھتی رہی۔ پھر وہ تولیہ سے جسم کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے
ہوئے ایک طرف بڑھی، اور اس نے تیز روشنی آف کر دی۔ اندھیرا چھا گیا، لیکن تاریکی میں بھی سمورا کے
جسم کی چمک برقرار تھی۔ تب اس نے انتہائی گہرا نیلا بلب روشن کر دیا۔ کمرے میں گہری نیلی تاریکی پھیل گئی،
ہاں اسے مکمل روشنی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ لیکن وہ آنکھوں کو بے حد بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ تب اس نے
تولیہ جسم سے علیحدہ کر دیا۔ اس نے میری خواہش کا احترام کیا تھا۔

میں صوفے سے ٹک گیا۔ سمورا ایک الماری کی طرف بڑھی اور اسے کھول لیا۔ اس کی پشت میری
سمت تھی۔ سنہرے بال نیلاہٹ قبول کر چکے تھے۔ چمکدار جوان جسم پر نیلاہٹیں لوٹ رہی تھیں۔ اس رومان
انگیز منظر نے میرے ذہن کو بڑا سکون بخشا۔ سمورا نے شراب کی بوتلوں سے ایک ٹرالی سجائی۔ گلاس اور
سائفن رکھے، اور پھر ٹرالی ڈھکیلتی ہوئی میری طرف بڑھی۔ تھوڑی سی جھکی، ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے وہ
میرے نزدیک آگئی۔ میں پسندیدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بھی ایک نازک سی
مسکراہٹ تھی۔ نہ جانے کاروباری، یا پھر حقیقی۔

اور سچی بات تو یہ ہے کہ اب مجھے یہ سب کچھ جاننے کی حاجت بھی نہیں تھی۔ میرے اردگرد
مصنوعیت کے اتنے بھنور تھے کہ اب ان سے نکلنا اجنبی معلوم ہوتا تھا۔

سمورا نے گلاس پر کئے۔ اس وقت سچ مچ مدہوش ہونے کو دل چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے پانی بھی نہ
ملانے دیا۔ اور گلاس خالی کر دیا۔ سمورا دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے دوسری بار گلاس بھرا
اور میں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن سمورا نے اسے پیچھے کھینچ لیا تھا۔ "ڈارلنگ۔" اس نے ناز سے
کہا۔

"کیوں سمورا؟ پینے دو۔" اس نے کہا۔

"نہیں ڈارلنگ۔ ایسے نہیں۔ پانی ملاؤ۔ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گی۔"

"مجھے گم ہونے دو سمورا۔ زخموں میں ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔" میں نے نڈھال انداز میں کہا۔

"زخم کہاں نہیں ہوتے ڈارلنگ۔ انہیں نظرانداز کر دو۔" اس نے میرے گلاس میں پانی ملاتے ہوئے
کہا اور پھر گلاس میرے ہاتھ میں تھما دیا۔

"ٹھیک کہا ہے تم نے سمورا۔ زخم کہاں نہیں ہوتے۔ اور۔ انہیں نظرانداز کر دینا ہی بہتر ہے۔ کیا تم

بھی زخمی ہو سمورا؟"

"زخم کہاں نہیں ہوتے نواز۔"

"کیا تم مجھے اپنے زخموں کی کہانی سناؤ گی؟"

"کچھ سنا چکی ہوں۔ کچھ باقی ہے۔ جانے دو' کہانیوں میں کیا رکھا ہے۔ مجھے دیکھو——— کیا میں تم شگفتہ نہیں نظر آتی۔ زخموں پر اتنی تہیں جماؤ کہ مندمل معلوم ہوں۔ یہی بہتر ہے۔ مسکراتے رہو۔!"

"میرے نزدیک آجاؤ سمورا۔ ہم اپنا درد ایک دوسرے میں گم کر دیں آؤ سمورا۔ اور نزدیک آجاؤ" اور وہ میرے اور نزدیک آگئی! جام ٹکراتے رہے۔ دل ٹکراتے رہے' اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنا اپنا بھول گئے۔

وجہ کچھ بھی ہو۔ دوسری صبح طبیعت پر بڑی شگفتگی تھی۔ سمورا میرے بستر پر موجود نہیں تھی۔ میرے جاگنے کے چند ہی لمحات کے بعد اس نے دروازے سے اندر جھانکا۔

"جاگ گئے حضور۔" وہ اندر آتے ہوئے بولی۔ بڑی نکھری نکھری تھی۔ سنہرے بال سینے پر پڑے خوبصورت فراک میں ملبوس تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"باتھ روم۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تم ایسی صاف ستھری۔ ایسی نکھری نکھری لگ رہی ہو۔ کہ چاہنے کے باوجود۔ اپنے بازوؤں میں نہ لے سکتا' مبادا میلی نہ ہو جاؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شرمندہ کر رہے ہو۔" اس نے دونوں بازو پھیلائے اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی اس سپردگی اپنائیت نے بے خودی طاری کردی اور میں نے اسے کس لیا۔

"باتھ روم۔" اس نے سر میں آواز لگائی۔ آنکھوں سے شوخی ٹپک رہی تھی۔

"بہتر ہے۔" میں نے سعادت مندی سے کہا' اور پھر باتھ روم میں چلا گیا——— میرا لباس تیار تھا شیونگ کا سامان موجود تھا۔ شیو کیا' غسل کیا۔ لباس تبدیل کیا' اور باہر نکل آیا۔ وہ ایک رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی "ارے۔ تم یہاں موجود ہو؟"

"ناشتہ تیار ہے——— آیئے۔" اس نے دروازے کی طرف رخ کر کے جھکتے ہوئے کہا اور میں مسکراتا ہوا اس کے ساتھ چل پڑا۔ دوسرے کمرے میں ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ موجود تھا۔ اس نے میرے لیے کرسی کھینچی اور پھر خود بھی میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"یہ سب تم نے تیار کیا ہے؟" میں نے بھری ہوئی میز دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں——— اگر فرصت ملتی ہے تو عمدہ عمدہ چیزیں پکانا میرا محبوب مشغلہ ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر کسی قدر آزردہ لہجے میں بولی "اسی سے گھریلو زندگی کا کسی قدر لطف مل جاتا ہے۔"

"خوب——— پاکستانی کھانے پکانا جانتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے شرمندگی سے گردن ہلائی۔

"میں پکانا سکھا سکتا ہوں۔" نہ جانے میں نے کس موڈ میں کہا۔ لیکن وہ خوش ہو گئی۔

"سچ۔ میں تمہاری بہت احسان مند ہوں گی۔"

"تب——— آج کا دن کچن میں گزاریں گے۔" میں نے کہا۔ اور پھر ہم دونوں خوشی خوشی ناشتہ کرنے لگے۔

"کیا تمہیں کھانے پکانے آتے ہیں؟" اس نے ناشتے کے دوران پوچھا۔

"نہیں۔"

"پھر؟" وہ پریشان ہو کر بولی۔

"پھر بھی میں پکالوں گا۔ میں تمہیں اپنے دیس کا ایک کلاسیکی کھانا پکا کر کھلاؤں گا۔ لیکن ہمیں اس کے لیے بازار سے سامان خریدنا پڑے گا۔"

"ہاں۔ ہاں۔ ہم بازار چلیں گے۔ کیا کیا خریدنا پڑے گا؟"

"بس۔ بازار چل کر بتاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔ ناشتے کے بعد ہم بازار جانے کی تیاری کرنے لگے' اور پھر چل پڑے۔ سب سے پہلے میں سبزی مارکیٹ گیا۔ مارکیٹ میں سرسوں کا ساگ تلاش کرنے میں بہت دقت ہوئی——— صرف ایک جگہ دستیاب ہو سکا۔ یہاں بھی نہ جانے کس مقصد کے تحت مل گیا تھا۔ ساگ خریدنے کے بعد کچھ دوسری چیزیں خریدیں اور پھر میں نے سمورا کو مکئی کے آٹے کے بارے میں سمجھایا۔

"میرا خیال ہے وہ کسی بیکری سے مل جائے گا! بیکری والے کارن کیک بناتے ہیں۔" سمورا نے کہا——— اور ہم مکئی کے آٹے کی تلاش میں چل پڑے۔ کیا نعمت ہوتی ہے گھریلو قسم کی زندگی۔ اس کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں' جن سے میری طرح گھر چھن گیا ہو۔ وہ طویل عرصے تک دربدر رہے ہوں——— مکئی کا آٹا اور دوسرے لوازمات لے کر ہم فلیٹ واپس آگئے اور پھر کچن میں آکر میں سمورا کے ساتھ مل کر پکانے لگا! اس دوران میری الجھنیں منوں مٹی کے نیچے دفن ہو گئی تھیں——— ایک عجیب سی سرمستی' ایک انوکھی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ دل بہت سی آرزوئیں کر رہا تھا۔ انوکھے خیالات پیدا ہو رہے تھے۔

سرسوں کا ساگ' پنجاب دیس کے سیدھے سادے لوگوں کی مانند سیدھی سادی ترکاری' جسے پکانے میں کوئی جتن نہیں کرنے پڑتے۔ میں نے بڑے اہتمام سے ساگ پکایا۔ پھر عجیب ڈیزائن کی روٹیاں پکائی گئیں۔ دوپہر کا کھانا تیار ہو گیا۔ اس کے بعد سمورا نے کچھ خصوصی ترکی ڈشز تیار کیں اور ہم لوگ لنچ کے وقت تک کچن میں مصروف رہے۔

"بس۔ اب تم چلو ڈیئر۔ میں کھانا لگانے کا انتظام کرتی ہوں۔" سمورا نے کہا۔ اس وقت دوسرے کمرے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

"اوہ——— کس کا فون ہے؟" سمورا نے کہا' اور میرے ساتھ دوسرے کمرے میں آگئی۔ فون کا ریسیور اٹھا کر اس نے "ہیلو" کہا۔ اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "بالکل ٹھیک ہیں مسٹر کمال۔" جی ہاں۔ جی ہاں نہ صرف گھر پر ہیں بلکہ ایک ضروری کام کرتے رہے ہیں۔ جی——— جی ہاں آج انہوں نے ایک کلاسیکی پاکستانی ڈش تیار کی ہے——— ہم دونوں صبح سے کچن میں مصروف تھے۔ ضرور۔ ضرور۔ میری اور نواز صاحب کی طرف سے آپ کی دعوت۔ مگر جلدی آیئے۔ سخت بھوک لگ رہی ہے۔ شکریہ"

اس نے فون بند کر دیا۔ اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ "مسٹر کمالی تھے۔"

"میں سمجھ گیا۔"

"میں نے انہیں دعوت دے دی ہے۔"

"بہت اچھا کیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم منہ ہاتھ وغیرہ دھو کر کمالی کا انتظار کرنے لگے۔ یوسف کمالی نے پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ اس نے گرمجوشی سے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"آپ کے چہرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سمورا فرض میزبانی کامیابی سے ادا کر رہی ہے۔"

"یقیناً۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"جی نہیں مسٹر کمالی۔ بلکہ الٹی بات ہے۔ میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ آج نواز صاحب نے کہا ہے۔"

"ارے ہاں ——— یہ بھی لطیفہ ہے۔ نواز صاحب کی شخصیت کا ایک نیا پہلو ——— بظاہر صورت سے تو یہ خطرناک کبھی نہیں معلوم ہوئے میں خود حیران تھا کہ اس خوبصورت نوجوان کے اندر سی شخصیت پوشیدہ ہے۔ عام حالات میں وہ صرف ایک نئی نسل کا نوجوان معلوم ہوتا ہے' لیکن ٹھاکر جیسے خرانٹ اور ہربنس جیسے خونخوار آدمی کو ٹھکانے لگانے والا۔ سمجھ میں نہیں آتا کونسی بات کرلوں۔"

"یہ آپ پر منحصر ہے۔ بہرحال میں کھانا نکال رہی ہوں۔" سمورا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ضرور۔ ضرور۔" یوسف کمالی نے کہا' اور سمورا باہر نکل گئی ——— یوسف کمالی مسکرانے لگا لیکن وہ زیادہ بے تکلف نہ ہوسکا' اور اسی اثناء میں سمورا نے دروازے سے جھانکا۔

"تشریف لائیے۔" کھانا تیار ہے۔" اور ہم لوگ اٹھ گئے۔ یوسف کمالی اور سمورا نے سرسوں اور مکئی کی روٹی چکھی اور پھر میری طرف دیکھنے لگے۔

"بلاشبہ۔ انتہائی لذیذ۔ بڑا انوکھاپن ہے۔" یوسف کمالی نے کہا۔

"یہ میرے دیس کے غریب دیہاتیوں کی خوراک ہے۔ جہلم کے کنارے پر آباد گھرانوں میں یہ خوراک کھائی جاتی ہے۔ میں بھی اسی علاقے کا ایک غریب دیہاتی کسان ہوں۔" میرے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔ سرسوں کے کھیتوں سے ٹکرا کر آتی ہوئی ہوا اپنے دامن میں سرسوں کی خوشبو سمیٹے میرے پاس پہنچ گئی اور میری آنکھیں نیم وا ہوگئیں۔ ایک بار پھر دریائے جہلم میرے ذہن میں شور مچانے لگا۔"

"جہلم کے جیالے یہ غذا کھاتے ہیں۔ تب تو اس غذا میں بڑی خوبی ہے۔" یوسف کمالی نے کہا۔

"کیا؟" سمورا نے پوچھا۔

"اوہ۔ سمورا۔ کیا اہل پنجاب کسی تعارف کے محتاج ہیں؟ کیا پاکستانی افواج میں ان کا کردار بھلایا جا سکتا ہے؟ دنیا بھول جائے لیکن اس دشمن کے دل سے پوچھو جس کا کبھی ان جیالوں سے سامنا ہوگیا ہو۔ پنجاب کے شیر دشمنوں کے جس ریوڑ پر ٹوٹتے ہیں۔ وہ بھیڑوں کا ریوڑ بن کر رہ جاتا ہے۔ میں نے ان کی داستانیں سنی ہیں۔"

"وہ دونوں پنجاب کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ میرے دیس' میرے وطن کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے وطن مجھے شاکی نگاہوں سے دیکھ رہا ہو۔ مجھ سے پوچھ رہا ہو کہ جس سرزمین کا احترام غیروں کے دل میں ہے' اس کا ایک سپوت اپنے گھناؤنے کردار کے ساتھ اس کا استعمال کر رہا ہے۔ کیا وطن کی آبرو ایسے ہی لٹائی جاتی ہے؟

تب میں اپنی زمین سے شکایت بھی نہ کرسکا۔ میں اس سے یہ بھی نہ کہہ سکا کہ میں نے خود سے یہ زندگی نہیں اپنائی ہے۔ ماں تیرے بیٹوں نے میرے ساتھ سوتیلے پن کا سلوک کیا ہے ——— میں بے گناہ ہوں ماں ——— میں بے گناہ ہوں ——— یوسف کمالی اور سمورا گفتگو کرتے رہے اور میرے نتھنوں میں جہلم کے کنارے کی سوندھی مٹی کی خوشبو بسی رہی۔ میں نے ان کی گفتگو کا ایک لفظ بھی نہیں سنا۔

پھر ہم کھانے سے فارغ ہوگئے۔ یوسف کمالی اور سمورا ابھی تک مکئی کی روٹی اور سرسوں کے ساگ کی تعریف کر رہے تھے۔ کافی وغیرہ پینے کے بعد یوسف کمالی چلا گیا۔ سمورا میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"کیا پروگرام ہے نواز؟"

"کچھ نہیں سمورا ——— میں تھوڑی دیر سونا چاہتا ہوں۔" میں نے مضمحل انداز میں کہا۔

"اوہ ——— ضرور ——— آرام سے نیند پوری کرلو۔ شام کو سیر کو چلیں گے۔" اور میں بیڈ روم میں آگیا۔ درحقیقت میں سونا چاہتا تھا سمورا نے چاروں طرف کے دروازے اور کھڑکیاں بند کردیں' اور میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ نیم تاریک ماحول میں نیند آہی گئی۔

شام کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے جب آنکھ کھلی۔ چھ بجے تک بستر پر انگڑائیاں لیتا رہا۔ پھر اٹھ کر غسل کیا اور لباس وغیرہ تبدیل کرکے سمورا کے کمرے کی طرف چل پڑا۔

سمورا حسب معمول نکھری ہوئی تھی۔ بڑی شگفتہ شکل لڑکی تھی' جسے دیکھ کر ذہن کو تازگی کا احساس ہوتا تھا۔ چائے تیار تھی ——— خشک میووں کے ساتھ چائے پی۔ تب سمورا نے آج کا پروگرام بتایا۔

"اب چونکہ سیر و تفریح کا وقت نہیں ہے۔ اس لیے بازاروں میں گھوم کر شام گزاریں گے اور پھر ——— صوفا چلیں گے۔"

"یہ صوفا کیا چیز ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں کا سب سے عمدہ نائٹ کلب۔"

"خوب؟"

میں نے اس کے پروگرام کو منظور کرلیا۔ شام استنبول کی گلیوں' سڑکوں اور بازاروں میں گزاری اور پھر رات کا کھانا کھا کر صوفا پہنچ گئے۔ بلاشبہ اس کا شمار دنیا کے بہترین نائٹ کلبوں میں سے ہے۔ لیکن پروگرام ——— ان کے بارے میں کچھ کہنا فضول ہے۔ وہی جنس کی نمائش۔ تھکے ہوئے ذہنوں کو اور تھکانے کا منصوبہ۔ نت نئے انداز نت نئے زاویے۔

کبھی پروگرام سے دلچسپی محسوس ہوئی اور کبھی بیزاری لیکن سمورا کی معیت غنیمت تھی۔ ایک بجے واپس آئے' شراب کا دور چلا اور پھر سمورا کا۔

الغرض تین روز اسی طرح گزارے۔ سمورا مجھ سے ذرا بھی نہیں اکتائی تھی۔ بلکہ ہر شب اس کی پسند' اس کی بے چینی نئے انداز لئے ہوتی اور یہ نیاپن مجھے بھی بھاتا۔ لیکن اس کے باوجود میں نئے جہانوں کے لیے بے کل رہتا تھا۔ اگر یہیں رہنے کا ارادہ ہوتا تو اسی انداز میں سوچتا۔ لیکن جانتا تھا کہ چند روز کا مہمان ہوں۔

چوتھے دن یہ مشکل خود بخود حل ہوگئی۔ شام کے چار بجے تھے' یوسف کمالی ظالم آسمان بن کر آیا۔ اور اس نے بے رحمی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آج شام کے کیا پروگرام ہیں سمورا؟"

"آج ہم فلم دیکھیں گے۔" سمورا نے پہلے سے بنائے ہوئے پروگرام کا اظہار کیا۔

"مجھے افسوس ہے میں آپ کے پروگرام میں رخنہ اندازی کرنے آیا ہوں۔"

"کیا مطلب مسٹر کمالی؟" سمورا چونک کر بولی۔

"آج کی شام مسٹر نواز ہمارے ساتھ گزاریں گے۔"

"اوہ۔" سمورا نے گردن ہلا دی۔ اس کے انداز میں تھوڑے سے اضمحلال کا عنصر تھا۔

"کیا آپ اس رخنہ اندازی کو قبول کریں گے مسٹر نواز؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ جس انداز میں بھی مخاطب کرو۔ مجھے اپنی حیثیت احساس ہے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"ہاں شام کی چائے میں آپ کے ہاں ہی پیوں گا مس سمورا۔"

"ضرور۔" سمورا نے پھیکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا اور یوں شام کو ساڑھے پانچ بجے تک ہم کے ساتھ رہے۔ چائے پی اور پھر کمالی نے اجازت مانگی۔ چلتے وقت اس نے سمورا سے کہا۔

"آپ لوگ آخری ملاقات کرلیں۔ ممکن ہے مسٹر نواز کسی ضروری مسئلے میں الجھ جائیں اور اس بعد۔"

سمورا کے چہرے پر زردی پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ اور اس نے دوسری طرف کرلیا۔ "ٹھیک ہے مسٹر کمالی۔" اس نے کہا۔ اور میں یوسف کمالی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ میں نے ایک بھی نہیں کہا تھا۔ یہ تو راہ کے لوگ تھے۔ لمحاتی شناسا' اور لمحے گزر جاتے ہیں۔ باہر آکر ہم گاڑی میں بیٹھے چل پڑے۔ راستے میں بھی میں نے یوسف کمالی سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ خود کمالی بھی میری ذہنی کیفیت سمجھ گیا تھا چنانچہ وہ بھی خاموش رہا اور ہم چلتے رہے۔ یہاں تک کہ یوسف کمالی کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے کمالی مجھے اپنے ڈرائنگ روم میں لے گیا۔

"ہمیں ایک فون کا انتظار کرنا پڑے گا۔" اس نے کہا۔ "اس وقت تک آپ آرام کریں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور دراز ہو گیا۔ میں نے ذہن آزاد چھوڑ دیا۔ پرخیال ذہن الجھانے والا ہوگا۔ کیا فائدہ کسی بات کے بارے میں سوچنے سے۔ ویسے ٹھیک ہے۔ میں خود بھی اب یہاں سے جانا چا ہوں۔ یوسف کمالی نے لانگ ریکارڈ لگا دیا۔ اور نامور موسیقاروں کی ہلکی دھنیں کمرے میں گونجنے لگیں۔ رات ہو گئی—— یوسف کمالی مجھے تنہا چھوڑ کر نہ جانے کہاں چلا گیا تھا۔ پھر میں بیزار ہو کر اٹھنے والا تھا کہ وہ آگیا۔

"سوری مسٹر نواز۔ خلاف توقع دیر ہو گئی۔ آیئے۔"

اور میں اس سے کوئی سوال کئے بغیر اٹھ گیا۔ یوسف کمالی ایک بار پھر مجھے کار میں بٹھا کر لے چلا۔ وہ پراسرار طور پر خاموش تھا اور میں بھی حسب معمول اس بار بھی راستے بھر ہم نے کوئی گفتگو نہیں کی خاموشی سے سفر کرتے رہے۔ اس سفر کا اختتام بھی ایک خوبصورت کوٹھی پر ہوا تھا۔

لیکن کوٹھی کے صدر گیٹ پر غلام سیٹھ کو چند لوگوں کے ساتھ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ غلام سیٹھ گرمجوشی کے ساتھ میری طرف بڑھا۔ میں نے اسے سلام کرکے اس سے ہاتھ ملانے کی کوشش کی تو اس گردن ہلا دی۔ اور آگے بڑھ کر مجھ سے معانقہ کیا۔

"کیسے ہو نواز؟" اس نے بڑے خلوص سے پوچھا۔

"آپ کی نوازشیں ہیں غلام سیٹھ۔"

"مجھے فخر کرنے دو نواز کہ میں نے ایک قیمتی ہیرے کی صحیح پہچان کی' اگر غلطی سے میں اس ہیرے کی قیمت نہ پہچان پاتا تو مجھے کتنے بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑتا۔"

"سب آپ کی عنایت ہے غلام سیٹھ..... ورنہ میں کس قابل ہوں۔"

"یہ بات اب بشکل انکسار بھی ناقابل قبول ہے۔ ان لوگوں سے ملو۔" غلام سیٹھ نے یہاں موجود لوگوں سے میرا تعارف کرایا۔ سب کے سب اس کے ساتھی اور پارٹنر تھے۔

"واقعی مسٹر نواز۔ گروہ میں آپ کی شمولیت نے پورے گروہ میں نئی روح پھونک دی۔ سب لوگ آپ کے بارے میں عجیب عجیب گفتگو کرتے ہیں۔ سب آپ کو دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"شکریہ۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں نے کوئی خاص کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"ہم آپ کو سمجھائیں گے۔" غلام سیٹھ ہنستے ہوئے بولا۔ اور ہم سب ایک خوبصورت کمرے میں آبیٹھے! صوفوں پر بیٹھنے کے بعد غلام سیٹھ نے کہا—— "شاہرہ حشیش۔ پر چند مضبوط افراد کی گرفت ہے۔ ہم اس میں سے آٹھویں نویں نمبر پر آتے تھے۔ یوں سمجھو کہ ہمارے گروہ کی کسی کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں تھی۔ یہ کاروبار سو فیصدی مضبوط لوگوں کے لیے ہے۔ یہاں ضروری نہیں ہے کہ کسی کی مالی حالت بہت مضبوط ہو۔ بات صرف اعلیٰ کارکردگی' بہتر پلاننگ کی ہے۔ یوں تو ان تمام گروہوں میں' آپس میں ایک معاہدہ ہے لیکن کامیاب اور چالاک وہی ہے جو ان معاہدوں کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ لیکن معمولی پیمانے پر نہیں۔ داؤ مارے تو ایسا مارے کہ حریف چاروں شانے چت گرے اور کسی بھی حریف کو گرانے والے کی حیثیت دوسرے لوگوں کی نگاہوں میں کافی بڑھ جاتی ہے۔

تو بات صرف حریف کو گرانے کی تھی۔ ٹھاکر کا نمبر ہم سے آگے ہی تھا لیکن تمہاری وجہ سے ٹھاکر کا گروہ ہی ختم ہو گیا۔ جاننے والے سب کچھ جانتے ہیں۔ ان کی معلومات محدود نہیں ہیں۔ بہت سے گروہوں سے مبارکباد کے پیغامات وصول ہوئے لیکن ہربنس کا معاملہ تو ابھی تک لوگوں کے لیے معمہ بنا ہوا ہے۔ جانتے ہو انٹرنیشنل گروپ میں ہربنس کا نمبر کون سا تھا؟ تیسرا۔ بہت مضبوط گروہ تھا نواز۔ بے حد چالاک اور خطرناک تھا یہ شخص۔ آج بھی لوگ تحقیقات کرتے پھر رہے ہیں کہ کیا بات اس کی موت کا سبب بنی جو فلائنگ ٹائیگر کہلاتا تھا۔

چنانچہ نواز—— بہت سے گروہوں نے ہم میں ضم ہونے کی پیشکش کی ہے۔ اور بین الاقوامی مارکیٹ میں اچانک ہماری ساکھ بے حد بڑھ گئی ہے اور میں پوری دیانت داری اور فراخ دلی سے اس کا کریڈٹ تمہیں ہی دیتا ہوں۔"

"اگر یہ بات ہے تو مجھے گروہ کی کامیابی پر مسرت ہے غلام سیٹھ۔" میں نے کہا۔

"نواز—— میری ایک عادت ہے خود بھی چھوٹے پیمانے پر کام کرکے یہاں تک پہنچا ہوں۔ ایک بات پر یقین رکھتا ہوں کام کے آدمی کو اس کی بھرپور حیثیت دو۔ میں جانتا ہوں دولت کی تمہاری نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ بڑھاپے میں' بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر کام آنے والی چیز ہے۔ لیکن میں

تمہیں نہیں بتاؤں گا کہ تمہاری اجرت میں کیا اضافہ کیا گیا ہے۔ ہاں تمہاری حیثیت میں تھوڑی سی تبدیلی کردی گئی ہے؟"

"شکر گزار ہوں غلام سیٹھ۔" میں نے کہا۔

"پہلے تم صرف چیکر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ پھر تمہیں سپلائر کا عہدہ دیا گیا۔ لیکن ہمیں تمہاری سخت ضرورت ہے۔ ہم اب تمہارے لیے کوئی رسک نہیں لے سکتے۔ چنانچہ پورے وثوق کے ساتھ دو عہدے بیک وقت تمہیں دیئے گئے ہیں؟"

"مجھے میرے فرائض سمجھا دیئے جائیں۔" میں نے کہا۔

"اب تم بین الاقوامی طور پر پورے گروہ کے لیے بالاتر ہو گے تمہارے مشوروں سے ہر جگہ سے سپلائی کے پروگرام بنائے جائیں گے۔ کیوں کہ ایران سے آتے ہوئے تم نے بے پناہ صلاحیت کا ثبوت دیا ہے۔ اس پروگرام کا کوئی جواب ہی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ پورے گروہ کے کسی بھی اسٹیشن پر تم مداخلت کرکے گروہ کے مفادات چیک کر سکتے ہو۔ یہ دونوں عہدے تمہاری صلاحیتوں کو مد نگاہ رکھتے ہوئے تمہیں دیئے گئے ہیں۔ اس طرح تم میرے نائب کی حیثیت اختیار کر گئے ہو۔ مارکیٹ میں میرے صرف تین نائب تھے' اب چوتھے تم ہو۔ اور۔ اس کے ساتھ ہی میں تمہیں اس عہدے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔" غلام سیٹھ نے پہلے سے منگوائے ہوئے ہاروں میں سے ایک ہار میرے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر دوسرے لوگوں نے بھی میری گردن میں ہار ڈالے۔ اور مجھے مبارکبادیں دیں۔ میں نے باری باری سب کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میرے دل میں ایک ٹیس اٹھی تھی۔

یہ مبارکباد ——— یہ پھول میرے گلے میں ڈالے جا رہے تھے۔ مجھے عہدہ ملا تھا ——— بچپن میں ایک تقریب ہوئی تھی۔ لوگوں نے میرے گلے میں ہار ڈالے تھے تب کسی نے میرے باپ سے کہا تھا۔ "تمہارا بیٹا بہت ہوشیار ہے اصغر علی۔ ایک دن یہ بہت بڑا آدمی بنے گا۔ زندگی رہی تو اس وقت اس کے ساتھ تمہارے گلے میں بھی ہار ڈالیں گے۔ تم ایک بہت بڑے افسر کے باپ ہو گے تب۔"

ہاں۔ میں افسر بن گیا تھا۔ میری حیثیت بین الاقوامی تھی۔ لیکن۔ اگر میرا باپ زندہ ہوتا۔ تو کیا وہ میرے اس عہدے پر شرم سے گردن نہ جھکا لیتا؟ کیا بستی والے اسے مبارکباد دینے آتے؟

میرے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں بے گناہ ہوں بابا۔ میں بے گناہ ہوں تجھے معلوم ہے تیرا نواز۔ اس وقت تک دنیا سے لڑتا رہا جب تک زندہ تھا۔ مرنے کے بعد تو آدمی بے بس ہوتا ہے۔ بالکل بے بس۔ میرے دل سے آواز آئی۔

"تو مسٹر نواز ——— میرا خیال ہے اب آپ کو استنبول سے نکل جانا چاہیے یہاں ایک ضروری کام آپ کے سپرد کیا جا رہا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ اپنی صلاحیتوں کو کس طرح استعمال کرتے ہیں۔" غلام سیٹھ کی آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔ میں حقیقت کی دنیا میں آ گیا۔ خوابوں کی باتوں میں کیا رکھا ہے؟

"مجھے کہاں جانا ہو گا۔ مسٹر غلام سیٹھ؟" میں نے پوچھا۔

"وینس۔ تمہاری دوسری منزل اطالیہ ہے۔ یوگوسلاویہ میں ہمارا کاروبار نہیں ہے۔ اسے کراس کرنا ہے ویسے اطالیہ والے براہ راست ترکی سے جانے والوں کی زیادہ نگرانی کرتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں تمہارے ذہن میں کوئی پروگرام آئے تو دوسری بات ہے۔ ورنہ یوگوسلاویہ کراس کر سکتے ہو۔ اس کے بعد تمہیں کوئی مشورہ نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ تم خود سوچو گے اور احکامات دو گے۔"

"کچھ لے جانا؟"

"ہاں ——— وینس کے سب سے بڑے آرڈر کی تعمیل کرنی ہے۔ مال افغانستان سے ترکی پہنچ چکا ہے۔ یہاں سے تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔"

"کیا چیز ہے؟"

"ہیروئن پاؤڈر۔ جس انداز میں چاہو گے پیک کر دیا جائے گا۔"

"وزن؟"

"بیس پونڈ ——— صرف بیس پونڈ۔"

"بہتر ہے غلام سیٹھ ——— وقت کی پابندی؟"

"قطعی نہیں۔ ہاں یہ تم جانتے ہو کہ مال جس قدر جلد سپلائی ہو جائے۔ غلام سیٹھ نے جواب دیا۔

"بہتر ہے۔ میں ایک ہفتے کی مہلت چاہتا ہوں۔"

"ایک ہفتہ نہیں یہ کم وقت ہے۔ تم دو ہفتے تک لے سکتے ہو۔ کام مضبوطی سے ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔ ایک سے دو ہفتے تک میں مال لے کر وینس پہنچ جاؤں گا۔"

"مکمل تفصیلات مہیا کرنے میں یوسف کمالی تمہارے معاون ہوں گے۔ جس انداز میں چاہو سفر کرو۔ بلکہ اگر چاہو تو۔ یوسف کمالی کو بھی اپنے ساتھ لے جانا۔"

"بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ضروری کارروائیوں کے بعد یہ میٹنگ برخاست ہو گئی۔

"کام کی نوعیت چونکہ مجھے معلوم نہیں تھی۔ مسٹر نواز۔ اس لیے میں نے سمورا کے سامنے غیر ذمہ داری کی گفتگو کی تھی۔ جس کے لیے معذرت خواہ ہوں اگر آپ سمورا کے ساتھ رہنا پسند کریں۔ تو ٹھیک ہے۔ ورنہ جیسا حکم دیں انتظام کر لیا جائے۔" واپسی پر یوسف کمالی نے کہا۔

"میرا خیال ہے مجھے سمورا کے ساتھ ہی رہنے دو۔ عمدہ لڑکی ہے۔"

"بہت بہتر ———" یوسف کمالی مجھے لے کر واپس سمورا کے پاس آ گیا۔ اس نے معذرت کر لی تھی۔ میں فلیٹ پر پہنچ گیا اور میں نے بیل بجائی۔

فلیٹ میں سمورا کے علاوہ کوئی اور تھا ہی نہیں جو دروازہ کھولتا دروازہ سمورا نے ہی کھولا تھا۔ لیکن اس کی شکل دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔ بکھرے بال' رخساروں پر آنسوؤں کی لکیریں۔ آنکھیں سرخ اور سوجھی ہوئیں۔

"ارے۔" میرے منہ سے نکل گیا۔ سمورا راستے سے ہٹ گئی۔ میں اندر داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے گھورنے لگی۔ پھر وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی اور سسک سسک کر رونے لگی۔

"کیا ہم انسان نہیں ہیں نواز۔ بتاؤ کیا میں انسان نہیں ہوں' بتاؤ۔ کیا میں عورت نہیں ہوں؟ بولو ——— جواب دو۔"

"یقیناً سمورا ——— یقیناً۔" میں نے اسے تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"پھر ہمارے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیوں کیا جاتا ہے۔ ہمارے دل کو درد سے اس قدر نا آشنا کیوں سمجھا جاتا ہے؟ کس اطمینان سے کہہ دیا گیا کہ ممکن ہے یہ آخری ملاقات ہو۔ آخر کیوں؟ اس قدر بے دردی کیوں؟"

"لیکن سمورا۔ ایک نہ ایک دن تو ہمیں جدا ہونا ہے۔"

"ہاں ——— لیکن اس کے بعد کی کیفیت ہمارے بس میں تو نہیں ہے۔ آخر ہمارا بھی دل ہے اور دل کم بخت کسی سے مانوس ہو ہی جاتا ہے۔" سمورا نے جذباتی انداز میں کہا اور میں پریشان ہونے لگا۔ میں اسے اندر لے آیا اور پھر میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"وقت ان باتوں کو قبول نہیں کرتا سمورا وقت تو پانے اور بھول جانے کا نام ہے۔ یوں ہر ایک کے لیے روگ لگاتے رہیں تو زندگی کتنی کٹھن ہو جائے۔"

"اتنے دنوں کی رفاقت رونے کا حق بھی نہیں دیتی نواز؟" اس نے دکھ بھرے انداز میں کہا۔

"آنسو انسان کی شکست ہوتے ہیں۔ شکست کا تصور ہی ذہن سے نکال دو۔ رونا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اعضاء کی تحریک کو ہم نے مختلف نام دے رکھے ہیں۔ خود کو ان سے الگ سمجھو کسی شے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ سب فضول باتیں ہیں۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ تم کچھ نہیں ہو۔ ہم سب ہیولے میں۔ صرف ہیولے۔ نظری دھوکہ ہیں ہم لوگ اور کچھ نہیں۔"

سمورا تعجب سے میری شکل دیکھ رہی تھی۔ کئی منٹ اسی عالم میں گزر گئے۔ پھر اس کے چہرے میں کچھ تبدیلیاں آئیں۔ اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ کی روشنی پھوٹی۔ اور پھر وہ بدلے ہوئے انداز میں بولی۔

"کیا تم ابھی کچھ روز اور قیام کرو گے نواز؟"

"ہاں۔ شاید مجھے کچھ اور وقت یہاں گزارنا پڑ جائے۔ لیکن سوری سمورا اب میں تمہارے ساتھ قیام نہیں کروں گا؟"

"کیوں؟" وہ ششدر رہ گئی۔

"کچھ اور رفاقت' جذبات میں کچھ اور گہرائی پیدا کرے گی۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارے سینے میں کچھ اور زخم آئیں۔ ہاں اگر تم ہر قسم کے جذباتی تصور کو شراب میں حل کر کے معدے میں اتار لینے کی قائل ہوتیں تو میری بہترین ساتھی ہوتیں۔"

وہ مجھے گھورتی رہی۔ پھر آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی میرے نزدیک آئی۔ "مجھے صرف اپنی شخصیت سے روشناس کرا دو نواز۔ تم اندر سے کیا ہو۔ یہ بتا دو۔ اس کے بعد ہر فیصلے کا حق تمہیں ہو گا۔ میں تمہیں کسی ارادے سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کروں گی۔"

"اندر سے۔ میں بھی وہی کمزور انسان ہوں سمورا۔ خون اور گوشت کے لوتھڑے مجھے بھی پریشان کر سکتے ہیں۔ میں بھی جذباتی انداز میں سوچ سکتا ہوں میں بھی رو سکتا ہوں سمورا لیکن۔ آنسو میری موت ہوں گے۔ اگر میری آنکھوں سے پانی کے حقیر قطرے۔ بہہ گئے تو پھر خودکشی کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو گا۔ میں نے آنکھوں سے ایک سمجھوتہ کیا ہے۔ میں نے ان سے وعدہ لیا ہے کہ وہ دنیا کی کسی بات پر نہ روئیں گی۔ میں نے دل کی طرف سے انہیں یقین دلایا ہے کہ وہ کسی ایسے تاثر کو قبول نہیں کرے گا جو آنکھوں کو آنسو بخشے۔ میں نے ان دونوں کے ساتھ جارحیت کی ہے اور اس کے جواب میں ان سے ایک وعدہ کیا ہے اگر میں

خود بھی بے اختیار ہو گیا تو ——— پھر اس کے بعد وہ بے قصور ہوں گے' قصوروار میں ہوں گا۔ صرف میں۔ اور میں اس قصور کی سزا موت تجویز کروں گا صرف موت۔"

سمورا پھر متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھ کر رہ گئی۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "خدایا۔ کوئی بھی انسان مطمئن نہیں ہے۔ تو نے اس کمزور اور بے بس مخلوق پر دکھوں کے اتنے بوجھ کیوں لاد دیئے ہیں؟" پھر اس نے ایک دم چونک کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"جب تک یہاں ہو نواز۔ میرے ساتھ رہو۔ میں تمہارے کسی کام میں مزاحمت نہیں کروں گی۔ اور میں کوئی ایسی بات نہیں کروں گی جو..... جو تمہیں گراں گزرے۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔"

"شکریہ سمورا۔" میں نے جذبات کو روکتے ہوئے کہا۔ "میرے لیے چائے بناؤ میں ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔"

"آؤ بیٹھو ——— میں ابھی لے کر آتی ہوں۔" اس نے کہا۔ اور میں خود کو فریب دے کر' سمورا کو فریب دے کر مطمئن ہو گیا۔ میں نے ماحول سے سمجھوتہ کر لیا۔

لیکن اب آرام کے دن نہیں تھے۔ میری ذمہ داریاں بڑھ گئی تھیں۔ مجھے کام کرنا تھا۔ اہم کام کرنے تھے۔ چنانچہ میں نے ایک سگریٹ سلگائی اور اس کے کش لیتے ہوئے اپنے پروگرام پر غور کرنے لگا۔ بیس پاؤنڈ ہیروئن لے جانی تھی اس کے لیے مناسب ذریعہ کیا ہو سکتا ہے؟ سمورا جس وقت چائے لائی اس وقت اس بارے میں میرے ذہن میں کوئی بات نہیں آئی تھی۔ ویسے شاید اسے ابھی میری پوزیشن کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہوا تھا۔

بہرحال مجھے کیا ضرورت تھی کہ میں اسے بتاؤں۔ میں تو صرف مناسب انداز میں کام کرنے کا خواہش مند تھا۔ اس رات بھی سمورا حسب معمول میری آغوش میں تھی۔ وہ تھک کر سو گئی۔ لیکن میری آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔ میرا ذہن گھوڑے دوڑا رہا تھا۔ کوئی ایسا ہی پروگرام ہونا چاہیے جو انوکھا ہو۔ اور کامیاب ترین ہو۔

اس وقت خیالات آسمان سے نہیں اتر رہے تھے۔ مجھے دو ہفتے کا وقت ملا ہے۔ کسی لگے بندھے اصول کی بجائے' مجھے اپنے طور پر مال لے جانا تھا اور میں جانتا تھا کہ میری عزت اور حیثیت اسی وقت تک ہے جب تک میں مناسب طور پر کام کرتا رہوں۔ ورنہ ان لوگوں کے پاس میرے لیے کچھ نہ ہو گا۔

رات کے نہ جانے کون سے پہر تک میں سوچتا رہا۔ اور پھر سو گیا۔ دوسری صبح طبیعت پر بھاری پن تھا۔ میری سیماب صفت طبیعت اس وقت سکون سے کہاں بیٹھ سکتی تھی۔ جب تک میں اپنے کام کا مناسب تعین نہ کر لوں اس کے لیے مجھے تنہائی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے سمورا سے کہا۔

"آج میں تمہارے ساتھ کوئی پروگرام نہیں بنا سکوں گا سمورا۔"

"اوہ ——— کیا حرج ہے۔ کہیں جانا ہے؟"

"ہاں۔"

"بہتر ہے۔ لنچ ساتھ کرو گے؟"

"مشکل ہے۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار نہیں کروں گی؟" اس نے جواب دیا اور کار کی چابی میری طرف اچھال دی۔ میں کار لے کر چل پڑا۔ کوئی نظریہ ذہن میں نہیں تھا۔ کافی دیر تک سڑکوں پر پھرتا رہا۔ پھر یوسف کمالی کے پاس چل پڑا۔ یوسف کمالی نے میرا پرتپاک خیر مقدم کیا تھا۔

"غلام سیٹھ واپس چلا گیا؟"

"آج صبح چار بجے۔" کمالی نے جواب دیا۔

"مجھے یہاں سے اٹلی تک کے نقشے درکار ہیں۔"

"میں ابھی فراہم کردوں گا؟" یوسف کمالی نے کہا اور کسی کو بلانے کے لیے گھنٹی بجادی۔ تھوڑی دیر کے بعد نقشے میرے پاس پہنچ گئے۔ یوسف کمالی کی منگوائی ہوئی اناس کی چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ کے ساتھ ساتھ میں ان نقشوں کو غور سے دیکھتا رہا۔ لیکن ایمانداری کی بات ہے کہ میں نے ان سے کوئی تیر نہیں مارا تھا۔

لنچ بھی یوسف کے ساتھ کیا اور پھر وہاں سے چل پڑا۔ ذہنی کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔ کسی پرسکون گوشے کی تلاش تھی۔ چنانچہ آوارہ گردی کرتا رہا اور اچانک فارعہ کا خیال ذہن میں آگیا——بے اختیار طبیعت اس سے ملاقات کو چاہنے لگی۔ چنانچہ میں نے کار کا رخ پل غلطہ کی سمت کرلیا۔

باقی معاملات سے اب میں خود ہی واقف ہوگیا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر مجھے پرنس آئی لینڈ کی طرف لے چلا۔ سورج پوری تابانی کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اور باسفورس کی لہروں میں نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی چمک تھی۔ میں خالی خالی نگاہوں سے لہروں کو دیکھتا رہا۔ جزیرے آتے رہے۔ لوگ اترتے رہے مسافر بدلتے رہے۔ یہاں تک کہ آخری جزیرہ آگیا۔ جہاں مجھے اترنا تھا۔ اور میں..... تھکے تھکے انداز میں اتر گیا۔

ساحلی ہوٹل عموماً ویران پڑے ہوئے تھے۔ گو انہوں نے کینوس کے سائبان بنائے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی کسی سائبان کے نیچے سیاح بیٹھے ہوئے تھے۔ کئی ہپی بھی نظر آئے لیکن میں فارعہ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ایک گھوڑا گاڑی والے سے سودا طے کیا اور فارعہ کے ہٹ کی طرف چل پڑا۔

فارعہ کے پاس سکون ہے۔ عمدہ لڑکی ہے۔ اگر مجھے چند روز اس کے پاس رہنا پڑے تو کیا حرج ہے؟ میں نے سوچا۔ آخری ہٹ جس کا نمبر اٹھائیس تھا۔ کے پاس میں گاڑی سے اتر گیا۔ گھوڑا گاڑی والا واپس چلا گیا تھا۔ لیکن ہٹ میں تالا دیکھ کر میری روح فنا ہوگئی۔

اف——میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ فارعہ غیر حاضر بھی ہوسکتی ہے——اب کیا کیا جائے۔ گھوڑا گاڑی دور جاچکی تھی۔ ایک ہی طریقہ تھا کسی——ناجائز طریقے سے فارعہ کے ہٹ میں داخل ہو کر اس کا انتظار کیا جائے۔ ظاہر ہے واپس آنے کے بعد فارعہ کو تو کوئی اعتراض ہو نہیں سکتا۔

اس خیال کے تحت ہٹ کا ایک چکر لگایا۔ ذہن کے کسی گوشے میں ایک عقبی کھڑکی موجود تھی۔ جو مل گئی۔ اس کا ایک شیشہ توڑ کر اندر ہاتھ ڈالا اور چٹخنی کھول لی۔ پھر اندر داخل ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور دوسرے لمحے میں آرام دہ اور پرسکون ہٹ میں تھا۔

فارعہ کا انتظار کرنا تھا۔ خواہ کتنا بھی وقت کیوں نہ صرف ہو جائے۔ چنانچہ اطمینان سے جوتے اتار قمیض اتاری اور بستر پر لیٹ گیا۔ ہٹ کے اندر نیم تاریک ماحول تھا۔ تھکا ہوا ذہن جلد ہی غنودہ ہوگیا۔

آنکھ کھلی تو دیوار گیر کلاک چھ کا گھنٹہ بجا رہا تھا۔ پہلا خیال یہی ذہن میں آیا کہ فارعہ ابھی تک نہیں آئی۔ آئی ہوتی تو کم از کمرے کا دروازہ ہی کھلا ہوتا۔ ایک گہری سانس لی اور باتھ روم میں داخل ہوگیا۔ ٹھنڈے پانی سے غسل نے طبیعت کو فرحت بخشی۔ بال وغیرہ خشک کرکے کنگھا کیا اور پھر لباس پہن کر کمرے سے نکل آیا۔ اب فارعہ کا اسی جگہ انتظار کرتے رہنا فضول تھا۔ بہرحال واپسی اسی کھڑکی سے ہوئی۔ میں نے چٹخنی بھی بند کردی تھی اور پھر میں وہاں سے چل پڑا۔ خوشگوار موسم تھا۔ سورج چھپ گیا تھا۔ اس کی آخری روشنی پر بادلوں کے غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ اس وقت پیدل چلنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ لیکن کسی سمت کا تعین نہیں کیا تھا۔ بس چل پڑا۔ رخ ساحل کی طرف ہی تھا اور پھر ساحل کے ساتھ ساتھ ریستورانوں کے قریب پہنچ گیا۔ میری نگاہیں فارعہ کو تلاش کررہی تھیں۔

چند ایک لڑکیاں مجھے دیکھ کر مسکرائیں۔ وہ بھی فارعہ کی مانند کاروباری تھیں، لیکن اس وقت کسی کی طرف متوجہ ہونے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے کسی کی مسکراہٹ کا کوئی جواب نہیں دیا۔ شام تیزی سے جھک رہی تھی، میں ایک ریستوران میں پہنچ گیا۔ اور وہاں چائے پی پھر کافی دیر تک لواس بیٹھا رہا۔ ممکن ہے فارعہ جزیرے پر موجود ہی نہ ہو۔

رات گئے اس بات کی تصدیق ہوگئی۔ مون اینڈ ریستوران میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک نوعمر سی لڑکی میری طرف بڑھی۔ اور اجازت لے کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔ بلاشبہ نوعمر تھی۔ لیکن چہرے کے نقوش خاصے فنکاری ہوچکے تھے۔

"آپ تنہا ہیں جناب؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن تنہا رہنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔ پھر تو میں آپ کی تنہائی میں مخل ہونے کی معافی چاہتی ہوں۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ سیاح ہیں۔ ممکن ہے آپ کو تنہائی دور کرنے کے طریقے نہ آتے ہوں——سوری۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"بیٹھو۔ اگر میرے ساتھ کچھ کھاپی لو تو کیا حرج ہے۔"

"اگر آپ کو ناگوار نہ ہو تو؟"

"ناگوار نہیں ہوگا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بیرے کو بلا کر اس کی پسند کی چیزوں کا آرڈر دے دیا۔ "دراصل میں یہاں فارعہ کی تلاش میں آیا تھا۔" میں نے یونہی کہہ دیا۔

"ہٹ نمبر اٹھائیس؟" وہ چونک کر بولی۔

"ہاں۔ تم اسے جانتی ہو؟"

"میری دوست ہے۔ لیکن وہ تو یہاں نہیں ہے۔ تین دن سے گئی ہوئی ہے۔"

"اوہ۔ کب تک آئے گی؟"

"کیا کہا جاسکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"اگر فارعہ موجود نہیں ہے تو میں تو ہوں——میں بتاچکی ہوں وہ میری دوست ہے۔ بلاتکلف اور بلامعاوضہ۔ جو خدمت ہو مجھے بتایئے۔" لڑکی کے لہجے میں صداقت اور خلوص موجود تھا۔

"نہیں شریف لڑکی۔ تمہارا شکریہ۔ فارعہ میری دوست ہے اور بس۔ میں کسی خاص کام سے ا[س کے] پاس نہیں آیا تھا۔"

"اس کے لیے کوئی پیغام؟"

"چاہو تو کہہ دینا تمہارا ایک رات کا دوست پھر سے تمہارے پاس آیا تھا۔"

"عجیب پیغام ہے؟" وہ ہنس پڑی۔

"کیوں؟"

"اس کے ایک رات کے دوست تو بہت سے ہوں گے۔ وہ الجھ جائے گی۔"

"میرا نام بتا دینا۔"

"وہ بھی مجھے نہیں معلوم۔"

"نواز۔"

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن کیا تم ایرانی ہو؟"

"بس۔ نواز ہوں۔ اب مجھے اجازت دو۔" میں بل کی رقم پلیٹ میں رکھ کر اٹھ گیا۔ وہ حیران رہ گئی۔ ابھی میں ریستوران کے دروازے تک فاصلہ ہی طے کرپایا تھا کہ بگڑی نسل کے ایک آوارہ نے جو ابھی ابھی نام چینی کا ایک پیالہ لئے ہوئے اندر آیا تھا۔ میری قمیض کی آستین پکڑلی۔

"مجھے معاف کرو دینا میرے دوست۔ ایک انسان کی حیثیت سے کچھ مدد چاہتا ہوں۔ ایک لڑ... کے لیے جو دم توڑ رہا ہے۔" اس نے ہانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ مجھے اس کی بدتمیزی پر غصہ آگیا۔ خونخوار انداز میں اس کی شکل اور پھر اس کا میلا ہاتھ دیکھا۔ جس نے میری آستین پر دھبہ لگا دیا تھا۔ میری نگاہ پھر اس کے چہرے کی طرف اٹھ گئی۔ اس چہرے پر میں کوئی خاص بات چھوڑ آیا تھا اور اس نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ اس پر مردنی چھائی ہوئی تھی وہ ہرگز نشے میں نہیں تھا۔ بلکہ ایک عجیب... اس پر طاری تھی۔

"کیا چاہتے ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اس پیالے میں گرم گرم سوپ دلا دو۔ اس پر زبردست نمونیے کا حملہ ہوا ہے۔ ممکن ہے وہ بچ نہ سکے۔" اس نے انتہائی عاجزی سے کہا اور میں اس کے ساتھ کاؤنٹر کی طرف چل دیا۔ اسے سوپ دلایا۔ کھانے پینے کی کچھ دوسری چیزیں بھی دلائیں اور پھر اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"میں بے حد شکر گزار ہوں۔"

"میں تمہاری کچھ اور بھی مدد کرسکتا ہوں۔ نمونیہ کس کو ہوا ہے؟"

"ڈریٹی کو۔" اس نے جلدی جلدی چلتے ہوئے کہا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی قدم اٹھا رہا تھا۔

"کہاں ہے وہ؟"

"ریت کے ٹیلے کی اس جانب۔" ہپی نے جواب دیا۔

"کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔"

"میرے ساتھ چلتے رہو؟" اس نے کہا۔ اور میں اس کے ساتھ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس ط[رف] بڑھنے لگا' جس کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ٹیلے کے عقب میں

یہاں میلے کچیلے کپڑوں میں ایک جسم موجود تھا۔ جسم کے نشیب و فراز دیکھ کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے۔

ہپی اس کے قریب پہنچ گیا' اس نے بڑے پیار سے اس کا سر زانو پر رکھ لیا اور سوپ کا پیالہ نزدیک رکھ لیا۔ پھر اس نے لڑکی کو ہوش میں لانے کی کوشش شروع کردی۔ لیکن اچانک۔ اسے کچھ احساس ہوا اور اس نے غور سے لڑکی کو دیکھا۔ میں اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا اس کی حرکات دیکھنے لگا۔

"ڈریٹی ——— ڈریٹی ——— ڈریٹی ———!" اس بار اس کی آواز چیخ بن گئی۔ اور پھر اس نے لڑکی کے مردہ جسم کو سینے سے بھینچ لیا۔ وہ اس کے منہ سے منہ رگڑتے ہوئے رو رہا تھا۔ آہ ——— ڈریٹی ——— وطن واپس نہیں چلو گی ڈریٹی' کیا ہمارا فیصلہ غلط تھا ——— بولو ——— کیا ہم نے غلط فیصلہ کیا تھا ڈریٹی ——— بتاؤ۔ سارے پروگرام ادھورے چھوڑ دیئے تم نے ——— آہ ڈریٹی ——— ڈریٹی اب میں تنہا کہاں جاؤں گا۔" وہ اسے بھینچ بھینچ کر روتا رہا۔

میں آگے بڑھا اور میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "مجھے افسوس ہے دوست۔" میں نے ہمدردانہ لہجے میں کہا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا پھر اس نے دردناک لہجے میں کہا۔

"شاید ہمارا فیصلہ ہی غلط تھا۔ شاید ترلوکا کے اصولوں سے بغاوت ہمیں راس نہ آئی۔"

"کیا تم مجھے اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟ لیکن ٹھہرو۔ اس مٹی کو اب خود سے جدا کردو۔ یہ تمہارے کسی سوال کا جواب نہ دے سکے گی۔"

وہ روتا رہا۔ میں نے لڑکی کا بے جان جسم زمین پر رکھ دیا۔ خاصے دلکش نقوش تھے۔ عمر بھی بیس بائیس سے زیادہ نہ ہوگی۔

"میرا نام گیز ہاور ہے۔ انگلینڈ کا رہنے والا ہوں۔ وہ۔ میری محبوبہ ہے۔ ہم دونوں تہذیب سے اکتا کر ہپیوں کے گروہوں میں شامل ہوگئے تھے اور پھر دنیا گردی کو نکل کھڑے ہوئے۔ ہمارا گھرانہ بہت باعزت ہے۔ لیکن ہم نے اس کی عزت لٹا دی۔ ہم کھٹمنڈو تک گئے۔ دوسری بہت سی جگہوں کی سیر کی۔ لیکن اچانک ڈریٹی کو اپنے والدین یاد آنے لگے' وہ پریشان اور بے چین رہنے لگی۔ میں اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا چنانچہ میں نے اس سے اس کے دل کا حال معلوم کیا۔ اور اس نے کہا کہ وہ اپنوں میں جانا چاہتی ہے۔ پہلے میں نے اسے سمجھایا کہ اب ہمیں کوئی قبول نہیں کرے گا۔ لیکن وہ بضد رہی۔ ہمارے پاس سفر خرچ نہ تھا۔ گھر سے منگوانا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ اور چل پڑے۔ لیکن ——— یہاں آکر ڈریٹی نے سفر ملتوی کردیا۔ اس نے دوسرا سفر اختیار کرلیا۔ آہ۔ اس نے دوسرا سفر اختیار کرلیا۔" وہ بلک بلک کر رونے لگا۔

مجھے اس سے ہمدردی تھی' لیکن اچانک ہی میرے ذہن میں شیطان بھی جاگا تھا۔ اور یہ شیطان اس وقت میرے اوپر مسلط ہوا۔ کہ میں اسے ذہن سے نہ جھٹک سکا۔ میرے اندر کا ہمدرد انسان سو گیا۔ اور اب صرف ایک ہوس پرست شیطان تھا۔ صرف اپنے مفادات کا حامی۔ چنانچہ میں نے اسے بھرپور تسلیاں دیں اور کسی حد تک سنبھل گیا۔

"ڈریٹی اپنوں میں جانا چاہتی تھی ہاور؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں دوست۔ اس کی دلی خواہش تھی۔"

"تو کیا اب تم اس کی خواہش پوری نہیں کرو گے؟"

اس نے نگاہیں اٹھا کر عجیب انداز سے میری شکل دیکھی' اور پھر نہ سمجھنے والے انداز میں بولا۔
نہیں سمجھا دوست؟"

"تمہیں اس کی آخری خواہش ضرور پوری کرنی چاہیے دوست۔" میں نے کہا۔

"لیکن کس طرح؟"

"اسے اس کے وطن میں دفن کرو۔"

"آہ ——— کاش ——— کاش میں ایسا کر سکتا۔ کاش میں ایسا کر سکتا' لیکن تم جانتے ہو — اس کے لیے دوا کا انتظام بھی نہیں کر سکا۔ میں اس کے لیے خوراک کا انتظام بھی نہیں کر سکا ——— اس کی لاش کس طرح سے لے جا سکتا ہوں؟ میں کتنا بے بس ہوں ——— میں کیسا بد بخت ہوں۔"

"میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں دوست۔"

"تم؟ کیوں ——— کس لیے؟ آخر کس لیے ——— دنیا میں کون کس کے لیے کیا کرتا ہے کرتا ہے؟"

"میں تمہاری کہانی سے متاثر ہوا ہوں ——— اگر اس کی آخری خواہش پوری کرنے میں تمہاری مدد کر سکوں تو مجھے خوشی ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔ وہ میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر اس نے گر روتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— تم ہمدرد ہو۔ تمہاری ایک ہی بات سے تمہاری شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن میں تمہیں اس ہمدردی کے جواب میں کیا دے سکوں گا۔ میں تو تمہارے اس احسان کا کوئی جواب دے سکوں گا میرے دوست۔"

"میں تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا ہلور ——— میں تمہاری مدد کروں گا یہاں میرے اختیارات وسیع نہیں ہیں۔ ہاں اگر کوشش کر کے تم اسے وینس تک لے چلو تو پھر میں وہاں سے تمہارے لیے کا انتظام کر دوں گا۔ رہا یہاں سے وینس تک کا معاملہ ——— تو میرا خیال ہے وینس تک کا سفر ہم کر سکتے ہیں۔"

"اگر تم میرے اوپر اس قدر احسان کرنے پر آمادہ ہو تو میں منع نہیں کروں گا لیکن لاش لے جا لیے ہمیں حکومت سے اجازت لینا ہوگی۔ ممکن ہے وہ لوگ پوسٹ مارٹم بھی کرنا چاہیں۔"

"میں تمہاری ہر قسم کی مالی امداد کرنے پر تیار ہوں۔ باقی بھاگ دوڑ تم خود کرو گے۔"

"میں سب کچھ کر لوں گا۔ اس کی آخری خواہش پوری کرنے کے لیے میں سب کچھ کروں گا۔"

"تب پھر رات ہمیں یہیں گزارنی ہوگی۔ صبح کو ہم واپس چلیں گے۔" میں نے کہا اور اس نے دی۔ ساری رات میں نے اس کے ساتھ ہی گزاری۔ وہ ایک پل نہیں سویا تھا۔ کبھی رونے لگتا۔ خاندانی حالات بتانے لگتا' کبھی ڈریگی کے بارے میں باتیں کرنے لگتا۔ صبح سب سے پہلا کام میں ایک پورا اسٹیمر بک کرایا اور ہم لاش لے کر چل پڑے۔ میں نے نوٹوں کی ایک گڈی ہلور کے حوالے وہ لاش لے کر ہسپتال چلا گیا۔ میں نے اسے فلیٹ کا فون نمبر دیا تھا اور کہا تھا کہ کوئی پیغام ہو تو کر دے۔ اور اب میرے کام میں تیزی آ گئی تھی۔

میں پہلے فلیٹ پر گیا ——— سمورا میری منتظر تھی۔ وہ میرے لیے پریشان بھی تھی۔ لیکن

زیادہ توجہ نہیں دی اسے ہلور کے بارے میں بتایا اور کہا کہ اس کا کوئی پیغام ہو تو مجھے یوسف کمالی کے ہاں بھیج دیا جائے ——— اور پھر میں لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں گولڈن اسٹور میں تھا۔ یوسف کمالی نے میرا خیر مقدم کیا تھا۔

"یہاں کوئی مصروفیت تو نہیں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"مل کہاں ہے؟"

"گھر پر موجود ہے۔"

"تو یوسف کمالی۔ فوراً اٹھو ——— اور ایسے پلاسٹک کے تھیلوں کا انتظام کر لو' جو کافی مضبوط ہوں۔ اور انہیں بالکل بند کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ ہمیں کسی ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو سرجری کا ماہر ہو۔ یوں سمجھ لو کہ ہیروئن کے تھیلوں کو انسانی جسم سے منسلک کرنا ہوگا۔ میرا مطلب ہے انسانی جسم کے اندر۔"

"کک ..... کیا مطلب؟" یوسف کمالی حیرت سے بولا۔

"بھئی ——— مطلب کے چکر میں وقت ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دونوں کام تم کتنی دیر میں کر لو گے؟" میں نے کسی قدر خشک انداز میں کہا۔

"لو ——— میرا خیال ہے آدھے گھنٹے کی مہلت دے دی جائے۔ میں تمام انتظامات کر لیتا ہوں۔"

"میرے لیے کچھ کھانے کا بندوبست کر کے چلے جاؤ ——— اس وقت تک میں یہیں رہوں گا۔" میں نے کہا اور کمالی گردن ہلا کر اٹھ گیا۔ پھر میں کافی وغیرہ سے شغل کرتا رہا۔ اور کمالی اپنے کام میں مصروف رہا۔ ۔۔۔ت کا پابند تھا۔ آدھے گھنٹے کے بعد اس نے مجھے فون پر انتظامات ہونے کی اطلاع دی۔

"وہ شخص کہاں ہے؟"

"گھر پر موجود ہے۔"

"پیکنگ کی کیا پوزیشن ہے؟"

"اپنی نگرانی میں کرا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ——— انتظار کرنا پڑے گا۔ ہاں ایک کام اور کر لو' یا پھر ابھی رک جاؤ۔ مجھے اورینٹ ایکسپریس سے وینس کے دو ٹکٹوں کی ضرورت ہوگی۔ ایک مردہ جسم لے جانا ہے۔ دونوں ٹکٹ علیحدہ علیحدہ ہونے چاہئیں۔"

"کب کے لیے؟" کمالی نے پوچھا۔

"اگر ایمرجنسی ضرورت پڑے تو کام ہو سکتا ہے؟"

"ہاں ——— میرے تعلقات ہیں۔"

"تب ٹھیک ہے ——— ابھی رک جاؤ۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ اس کے بعد میں سمورا کے ۔۔۔ کا انتظار کرتا رہا۔ اور جب کافی وقت گزر گیا تو پھر میں نے خود اسے فون کیا۔

"جی سر نواز ——— ابھی تک کوئی پیغام نہیں ملا۔" سمورا نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا کر فون بند کر دیا ——— کافی دیر تک میں گولڈن اسٹور میں رہا ایک بار پھر سمورا کو ہدایات دے کر کمالی کے مکان پر ۔۔۔ کمالی نے تمام کام ہوشیاری سے کیا تھا۔ پیکنگ نہایت نفیس تھی۔ اس آدمی سے بھی ملاقات ہوئی جو

سرجری کے لیے لایا گیا تھا ـــــــ لیکن کملی شدید حیران نظر آرہا تھا۔ "یہ سب کیا ہے مسٹر نواز۔ آپ کیا کرنے جارہے ہیں۔"

"جو کام میرے سپرد کیا گیا ہے صرف اسے بہتر طور پر انجام دینے کا خواہش مند ہوں' اور کچھ نہیں" میں نے جواب دیا۔ کملی سمجھ گیا کہ ابھی میں اسے کچھ نہیں بتانا چاہتا۔"

"بہرحال۔ رات کو آٹھ بجے مجھے سمورا کے فلیٹ پر ہلور کا فون ملا۔ فون میں نے ہی ریسیو کیا تھا۔

"ہلور بول رہا ہے۔"

"اوہ ـــــــ میں تمہارے فون کا انتظار کر رہا تھا میرے دوست۔ کیا رہا؟"

"قسمت ساتھ دے رہی ہے۔ مرنے کے بعد ڈرینی کی آرزو پوری ہو رہی ہے میرے دوست۔ میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ ـــــــ تمہارا نام بھی نہیں پوچھ سکا۔"

"نام کوئی اہمیت نہیں رکھتا ـــــــ لیکن تم مجھے شارٹی کہہ سکتے ہو۔"

"شکریہ مسٹر شارٹی۔ ہسپتال میں مجھے بڑی سہولت مل گئی مسٹر ہام میرے وطن کے باشندے ہیں۔ اتفاق سے وہ میرے خاندان سے بخوبی واقف ہیں۔ یہاں ہسپتال میں وہ سرجن ہیں۔ انہوں نے بھی بڑی محنت کی ہے۔ پوسٹ مارٹم ہو چکا ہے۔ لاش کو مصالحہ لگا دیا گیا ہے تاکہ وہ خراب نہ ہو سکے۔ کے ساتھ ہی انہوں نے مجھے کچھ لوگوں کے لیے سفارشی خط بھی دیئے ہیں' جن کی وجہ سے لاش لے جانے میں آسانی ہو گئی ہے۔"

"خوب۔ تم نے ان سے کچھ اور مدد بھی طلب کی ہے؟"

"یہی کافی تھا میرے دوست۔ کس کس کا زیر بار ہوؤں۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا لاش تمہارے حوالے کر دی گئی ہے؟"

"ہاں ـــــــ انہوں نے اجازت دے دی ہے اور اس کے بعد میں نے تمہیں فون کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انتظام کر کے تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں ـــــــ بے فکر رہو ـــــــ میں نے انتظامات کر لیے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔" ہلور کی نڈھال آواز سنائی دی۔ اور میں نے فون ڈسکنکٹ کر دیا۔ پھر میں نے یوسف کملی کے نمبر ڈائل کیے۔ وہ فون پر ہی موجود تھا۔

"ایمبولینس مل سکتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وین سے کام چل جائے گا مسٹر نواز۔ اسٹریچر کا بندوبست بھی کر لوں گا۔"

"یقیناً ـــــــ میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں ـــــــ" میں نے کہا اور پھر میں سمورا کی کار لے کر چل پڑا۔ کار یوسف کملی کے مکان پر چھوڑی اور ہم دونوں ایک چھوٹی سی خوبصورت وین میں چل پڑے۔ راستے میں' میں نے یوسف کملی کو اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے مسٹر شارٹی کے نام سے مخاطب کرو گے یوسف کملی۔"

"بہتر۔" اس نے مختصراً کہا اور پھر ہم ہسپتال پہنچ گئے۔ ہلور پریشان حال ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر کئی قدم میری طرف بڑھ آیا۔ اس کے چہرے سے بے پناہ تھکن کا اظہار ہو رہا تھا۔

"ہیلو ہلور ـــــــ یہ میرے دوست ہیں' ہماری مدد کریں گے۔" میں نے کملی کی طرف اشارہ کیا اور ہلور نے گردن ہلا دی۔ بہرحال ضروری کارروائی کے بعد ہم لاش لے کر چل پڑے۔ ہلور نے میری دی ہوئی رقم میں سے ایک تابوت کا بندوبست کر لیا تھا۔ اس کے پاس ہسپتال اور مقامی حکام کے سرٹیفکیٹ موجود تھے جنہیں میں نے اپنے قبضے میں کر لیا۔ یوں ہم یوسف کملی کے مکان میں پہنچ گئے۔

"کل ہم اورینٹ ایکسپریس سے وینس روانہ ہو جائیں گے مسٹر ہلور۔ اس کے بعد تم انگلینڈ فلائی کر جانا۔ وہاں میرے بہترین دوست موجود ہیں۔ میں تمام بندوبست کر دوں گا۔"

تابوت ایک جگہ رکھوا دیا گیا۔ اور میں اور کملی ہلور کو لے کر ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ یوسف کملی نے کھانے کا بندوبست کیا تھا۔ میں نے کافی کوشش کر کے ہلور کو کھانے پر مجبور کیا۔ بے چارہ نہ جانے کب کا بھوکا تھا۔ کھانے بیٹھا تو سب کچھ بھول گیا ـــــــ اور پھر کھانے کے بعد ـــــــ میں نے دوسرا پروگرام شروع کر دیا۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت میں نے چرس بھرے سگریٹ نکالے اور ان میں سے ایک سلگاتے ہوئے بولا۔

"تم تو ان سے شغل کرتے رہو گے ہلور۔"

ہلور چرس کی بو سے ہی بے چین ہو گیا تھا۔ "آہ ـــــــ میں نے پورے چار روز سے یہ استعمال نہیں کی۔ میں نیم مردہ ہوں ـــــــ براہ کرم مجھے دو۔" اور میں نے کئی سگریٹ اس کی طرف بڑھا دیئے۔

"تمہارے لیے دوسری چیزوں کا بندوبست بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"تب میرے اوپر ایک احسان اور کرو دوست۔ پیتھڈین کا انجکشن مل سکے تو ـــــــ" اس نے ت سے کہا۔

"کیا تم انتظام کر سکتے ہو؟" میں نے یوسف کملی سے پوچھا۔

"ابھی ـــــــ" یوسف کملی نے جواب دیا ـــــــ ہلور نے پیتھڈین کے دو انجکشن لیے ـــــــ میں بھی اس کے ساتھ اس وقت تک چرس نوشی کرتا رہا' جب تک وہ اوندھا نہ ہو گیا ـــــــ اس کے بے ہوش ہونے کے بعد میں نے نشہ روکنے والی گولی منہ سے نکال کر پھینک دی۔ اور کملی کے پاس پہنچ گیا۔

"کام شروع کر دو کملی۔ میرا خیال ہے اب تم میرا مقصد سمجھ گئے ہو گے؟"

"ہاں ـــــــ" کملی نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا ـــــــ وہ میرا پروگرام سمجھ گیا تھا ـــــــ اس میں سمجھنے والی کیا بات رہ گئی تھی ـــــــ لیکن وہ اس کامیاب ترین پروگرام پر انگشت بدنداں تھا۔ تابوت والے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "صرف ایک بات میرے ذہن میں کھٹک رہی ہے مسٹر نواز۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کیا اسے آپ نے قتل کیا ہے؟"

"کسی کو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہی۔"

"نہیں میرے دوست ــــــ میں ابھی اس قدر درندہ نہیں ہوا ہوں۔ یوں سمجھو یہ اتفاقیہ طو
میرے ہاتھ لگے ہیں ــــــ انسانی زندگی کے عوض میں یہ کام کرنے کو تیار ہوں ــــــ وہ بھی ایک
گناہ انسان ــــــ یہ خیال ذہن سے نکال دو ــــــ وہ قدرتی طور پر موت کا شکار ہوئی ہے۔"

"اوہ ــــــ" یوسف کمالی نے ایک گہری سانس لی۔ "ظاہر ہے یہ بات پہلے سے آپ کے ذہن
نہیں ہوگی؟"

"ہاں پہلے نہیں تھی۔" میں نے مختصراً کہا۔ میں اس موضوع پر زیادہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔

بہرحال' اس کے بعد ایک ناگوار کام انجام دیا جانے لگا! یوسف کمالی اتنے مضبوط اعصاب کا مالک نہ
کہ ہمارے ساتھ اس کام میں شریک ہوتا۔ لیکن دوسرا آدمی جسے یہ کام انجام دینا تھا' اپنے کام کا ماہر تھا
نے ڈریبی کے بہت سے اندرونی اعضاء نکال لیے اور پھر ان کی جگہ مضبوط نائیلون کی تھیلیاں ٹانک دی
اور اس کے بعد پوری مہارت سے ٹانکے لگا دیئے گئے آدھے گھنٹے میں اس کام سے فراغت ہو گئی تھی۔

اور لاش دوبارہ تابوت میں رکھ دی گئی۔ ہم اپنے کام سے فارغ ہو گئے تھے۔ اب دوسرے دن روا
بندوبست کرنا تھا۔ ہاور کو بہت دن کے بعد چرس ملی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے نشے کے دو انجکشن
تھے۔ اس لیے دوسرے دن گیارہ بجے تک وہ سوتا رہا۔ میں اور یوسف کمالی البتہ اپنے اپنے کاموں
مشغول ہو گئے تھے۔ ہاور کے کاغذات بھی یوسف نے درست کرائے۔ ان میں اس کا پاسپورٹ بھی تھا اور
لاش کی بکنگ بھی کرا دی گئی۔ تمام کام نہایت احتیاط سے کئے گئے تھے۔

شام کو سات بجے ہم اسٹیشن پہنچ گئے۔ لیکن یہاں احتیاط سے کام کیا گیا تھا۔ ہاور کو مزید کرنسی دے
گئی تھی تاکہ اسے دقت نہ ہو۔ ٹرین میں سوار ہوتے وقت اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"کیا آپ میرے ساتھ وینس نہیں چلیں گے۔ مسٹر شارانی۔"

"تم بے فکر رہو میرے دوست۔ اصل میں مجھے بلغاریہ میں تھوڑی دیر کا کام ہے۔ اس لیے یہاں
بلغاریہ تک میں ہوائی سفر کروں گا۔ اس کے بعد بلغاریہ میں تم سے آملوں گا۔ یوں بھی تمہارے پاس
موجود ہے۔ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

ہاور جزبز ہو کر رہ گیا تھا' لیکن ٹرین کی وسل نے اسے سوچنے کی مہلت نہ دی' اور اس نے ایک لم
سانس لی۔

"اچھا کمالی ــــــ میرے دوست۔ میں وینس پہنچ کر تمہیں اطلاع دوں گا۔"

"خدا حافظ مسٹر نواز ــــــ آپ بہت سی عجیب یادیں چھوڑے جا رہے ہیں۔" کمالی نے گر
سے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے زندگی میں کبھی دوبارہ ملاقات ہو؟"

"خدا کرے۔" یوسف کمالی نے کہا۔

"ہاں۔ اس لڑکی کو میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ اور اس سے کہہ دینا کہ مجھے افسوس ہے کہ
وقت اس سے ملاقات نہ کر سکا' اور یہ بہتر ہی ہے۔" میں نے اپنے کمپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہوئے
ہاور کے کمپارٹمنٹ سے دور تھا۔

ٹھیک ساڑھے سات بجے اورینٹ ایکسپریس خاموشی سے رینگنے لگی' اسٹیشن سے نکلتے نکلتے

روشنیاں اور باسفورس کا سمندر نظروں کے سامنے آ گئے۔ گاڑی رفتار پکڑتی جا رہی تھی اور پھر شہر کی آخری روشنی بھی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ترک کسٹم افسر آیا اور پاسپورٹ پر مہر لگا کر چلا گیا۔ میں نے اپنے سفری بستر کو کھولا اور نرم پروں کی رضائی میں گھس گیا۔ خیالات کے ہجوم نے یلغار کر دی تھی۔ انہیں پرے دھکیلنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ ہاں ان کے دھارے موڑ سکتا تھا۔ چنانچہ پوری توجہ دور بیٹھے ہاور کی طرف منتقل ہو گئی۔ وہ انسان بننے جا رہا تھا۔ دوبارہ جدوجہد اور عمل کی دنیا میں واپس آنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن اس کی محبوبہ مر گئی۔ اب ــــــ اب وہ کیا کرے گا؟

لیکن یہ اس کی بات تھی۔ پہلے یہ بات مجھے سوچنی تھی۔ اب میں کیا کروں گا" میرے پاس وینس کا پتہ موجود تھا۔ میں براہ راست وہاں جا سکتا تھا۔ لیکن کیا یہ مناسب ہوگا۔ میرا خیال ہے اس مفلوک الحال ہپی پر کوئی توجہ نہیں دے گا اور اگر بات بگڑ گئی تو؟ دیکھا جائے گا۔ بننا اور بگڑنا تو بزنس ہے۔

بس سوچنے کا وقت ختم۔ اب سونا چاہیے۔ اور نہ جانے کیوں نیند میرے تابع ہو گئی ــــــ میں نے اسے طلب کیا اور وہ آ گئی۔ دوسری صبح آنکھ کھلی تو گاڑی کا تمام عملہ راتوں رات ترک سے بلغارین میں بدل چکا تھا۔ باہر کا موسم ابر آلود تھا۔ سرسبز کھیتوں اور باغوں کی ہریالی تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھی۔ بڑی خوشگوار کیفیت تھی۔ میں پرشوق نگاہوں سے باہر کے مناظر دیکھتا رہا۔ اس سے کہیں زیادہ خوشنما مناظر میں اپنے وطن میں چھوڑ آیا تھا۔ میرے وطن کی زمین اس سے زیادہ سبز تھی۔

سب کچھ بدل چکا تھا۔ لیکن وطن کی یادوں کے دریچے ــــــ تیز جھکڑوں سے کھل جاتے تھے اور پھر انہیں بند کرنے میں کافی تکلیف ہوتی تھی۔ بلغاریہ کا دارالخلافہ صوفیہ آیا ــــــ یہاں گاڑی کو ایک گھنٹے رکنا تھا۔ میں نے سوچا کہ ہاور کی خبر لے لوں۔ لیکن اس انداز میں کہ اسے اندازہ نہ ہو سکے۔

انتہائی احتیاط سے اس طرف چل پڑا' جہاں وہ موجود تھا۔ وہ نظر بھی آ گیا ــــــ لیکن گردن جھکائے اونگھ رہا تھا۔ اسے کھانے پینے کی پرواہ بھی نہیں تھی۔ مجھے اس پر بہت ترس آیا۔ بے چارہ نادانستگی میں میرے کافی کام آیا ہے۔ اگر مکمل طور پر کامیابی ہوئی تو اس سے جو وعدہ کیا ہے' ضرور پورا کروں گا اور اگر ناکام رہا اور وہ پھنس گیا' تب بھی اسے تنہا نہ چھوڑوں گا' جو کر سکتا ہوں' کروں گا۔ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا۔ میں واپس پلٹ پڑا۔ اسٹیشن پر لڑکیاں چائے بیچ رہی تھیں۔ اس کے ساتھ کچھ دوسرے لوازمات بھی تھے۔ بہرحال پیٹ بھرنا تھا۔ جو ملا' خریدا' کھایا اور پھر چائے پی کر واپس اپنی نشست پر آ گیا۔ سفر پھر شروع ہو گیا اور پھر سہ پہر کو تین بجے کے قریب یوگوسلاویہ کے سرحدی قصبے دمتری گراڈ پر ٹرین رک گئی۔ یہاں پاسپورٹ وغیرہ چیک کئے گئے اور جانے کی اجازت مل گئی۔ رات کے نو بجے یوگوسلاویہ کا دارالخلافہ "بلغراد" آیا۔ ٹرین نیلے ڈینیوب سے گزر کر آگے بڑھ گئی۔ اور اورینٹ ایکسپریس کی دوسری شب شروع ہو گئی۔ دوسری صبح ٹرین "سپرانا" کے راستے اطالیہ میں داخل ہو گئی۔ "گدراپ سینا کے اسٹیشن پر ایک بار جنرل چیکنگ ہوئی۔ یہی کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اس پر کوئی خاص دقت نہیں ہوئی۔ ترئیست سے یوگوسلاوی عملہ بدل گیا تھا اور اب پستہ قد اطالوی عملہ گاڑی پر قابض تھا۔ یہاں تک کہ ٹرین وی تیرنا پہنچ گئی۔ میں نے وینس کا ٹکٹ نکلا۔ سب سے پہلے مجھے سیاحوں کے کیمپ جانا تھا۔ لیکن اس صورت میں کہ ہاور کی نگرانی بھی جاری رہتی۔ اس کے علاوہ سیاحوں کے کیمپ سے مجھے مدد بھی ملنے والی تھی' جس کے بارے میں یقیناً اطلاع پہنچ چکی ہوگی۔

اسٹیشن کی عمارت سے نکلا ——— تو زمین کی بجائے پانی کی لمبی سڑک نظر آئی' جہاں اہر
گنڈولے چل رہے تھے۔ چند اطالوی ہلور کے ساتھ تابوت اٹھائے باہر آگئے۔ ایک اطالوی اسٹیشن ا
جانے کس طرح غمزدہ ہلور پر مہربان ہوگیا تھا۔ اس نے اپنی نگرانی میں تابوت ایک اسٹیمر میں اتروایا۔ا
دوسرے لوگ بھی سوار ہو رہے تھے۔ میں نے ہمت کر کے اسی اسٹیمر کا ایک ٹکٹ خرید لیا۔ ہلور کے
خود اسٹیشن آفیسر نے لے کر دیئے تھے۔ تابوت کا اچھا خاصا ٹکٹ دینا پڑا تھا اسے۔ بہرحال مجھے معلوم
ہلور کے پاس بہت کچھ موجود ہے۔

البتہ میری خواہش تھی کہ ہلور ابھی مجھے نہ دیکھے۔ میں لیڈو کیمپ میں ہی اس سے ملاقات کرنا چاہتا
تاکہ اسے بھی شبہ نہ ہو۔ چنانچہ لمبے اسٹیمر میں' میں اس سے کافی دور ——— اور گردن موڑ کر بیٹھا تھا
وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔

ہم اسٹیمر میں سفر کرنے لگے۔ عرشے پر بہت سے سیاح قرب و جوار کے مناظر کی تصویریں بنا
تھے۔ اور ہلور خاموش بیٹھا تھا۔

نیلے سمندر کے کنارے' درختوں کے جھنڈ میں سیاحوں کی جنت لیڈو کیمپ بستی اور
جگہ ———! بہت سے سیاح یہاں اترنے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ نیچے اتر گیا۔ اترنے کے بعد م
انداز سے واپس ہاور کے سامنے آیا جیسے میرا یہیں قیام ہو۔

"اوہ۔ ڈیر ہلور ——— تم پہنچ گئے۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور وہ بری طرح چونک پڑا۔ اس
حیران نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا۔

"آؤ ——— ہمیں یہیں اترنا ہے۔" میں نے کہا اور وہ گھبرائے ہوئے انداز میں کھڑا ہوگیا۔ "گھ
کی ضرورت نہیں۔" میں نے اسے تسلی دی۔ اور پھر اسٹیمر کے عملے کی مدد سے تابوت اتروالیا۔ چند
حاصل کئے اور تابوت اٹھا کر لے چلا۔ ہلور میرے ساتھ تھا۔

ان کیمپوں کے بارے میں مجھے بھی کوئی تجربہ نہیں تھا۔ لیکن یوسف کمالی نے ان کی تھوڑی
تفصیلات بتادی تھیں۔ یورپ میں ہوٹلوں کے ہوشربا کرائے سیاحوں کے لیے سوہان روح بن جاتے
اس معیبت کا واحد حل کیمپنگ ہے۔ یورپ کے کونے کونے میں ہزاروں کیمپنگ سائٹس
ہوئی ہیں۔ مشہور شہروں اور پرفضا مقامات پر ان کی بہتات ہے ——— عموماً یہاں ہر چیز دستیاب ہوتی
صاف ستھرے غسل خانے' روز مرہ کے استعمال کی اشیاء کی دوکانیں۔ کرائے پر دستیاب ہونے والے
کے بڑے بڑے اسٹور' ریستوران وغیرہ ——— کسی بھی مناسب جگہ اپنا ایک چھوٹا سا گھر ایستادہ کر
اور مزے سے وقت گزاریئے۔

"آپ یہاں کب پہنچے مسٹر شارنی؟" ہلور نے پوچھا۔

"اس جگہ ابھی آیا ہوں۔ اور رینٹ ایکسپریس کے آنے کا وقت معلوم کرنے کے بعد۔"

"اوہ ——— آپ بے حد مہربان انسان ہیں۔ پورے راستے میں اسی ذہنی خلجان میں مبتلا رہا"

وینس جاکر کیا کروں گا' میری تو سوچنے سمجھنے کی قوتیں مفلوج ہوچکی ہیں۔"

"ان حالات میں ایسا ہی ہوتا ہے مسٹر ہلور ——— لیکن آپ فکر نہ کریں۔ آپ کی الجھنوں کا بوجھ میں
نے اپنے کندھوں پر اٹھالیا ہے۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ میری بھی سٹی
گم تھی۔ میں چاروں طرف چور نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟
ابھی تک کوئی نظر نہیں آیا تھا۔

اب اس کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ پاسپورٹ جمع کرا کر ایک خیمہ حاصل کروں اور اس کے
بعد انتظامات کروں۔ لیکن غلام سیٹھ کے آرگنائزیشن میں ایک خوبی تھی' جس کا میں آج بھی اعتراف کرتا
ہوں' وہ یہ کہ اس کے نمائندے جہاں بھی تھے' نہایت چاق و چوبند اور اسمارٹ تھے' ان سے کوئی چوک نہیں
ہوتی تھی۔

تابوت اور ہلور کے ساتھ کیمپ کی طرف چلتے ہوئے دیر نہ گزری تھی ——— کہ درمیانے قد کی ایک
خوبصورت لڑکی جس کے بالائی لب پر خاصے بال تھے لیکن رنگ چاندی کی طرح چمکدار تھا۔ مسکراتی ہوئی
میری طرف بڑھی۔

"ہیلو۔" وہ بڑی بے تکلفی سے بولی۔ جیسے میری پرانی شناسا ہو۔ میں ٹھٹھک گیا۔ "میں آپ کو کتنی دیر
سے تلاش کرتی پھر رہی تھی۔" اس نے شکایتی انداز میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنا ہاتھ اس طرح سامنے
کردیا جیسے ہاتھ ملانا چاہتی ہو اور میں نے اپنی کلائی اس کے سامنے کردی۔

"لی زینا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کہاں چلنا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ سامنے پیلے رنگ کی وین کھڑی ہے۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ اور میں قلیوں کو لے کر پیلے
رنگ کی وین کی طرف بڑھ گیا۔

"مطلع صاف ہے؟" میں نے ڈرائیونگ سیٹ کے نزدیک بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ تابوت وین کے عقبی
حصے میں رکھوادیا گیا تھا' اور ہلور بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں۔ حیرت انگیز طور پر۔!" اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے کہا۔ اور پھر وین اسٹارٹ کر کے
آگے بڑھادی۔ "اتنی آسانی سے آج تک کام نہیں ہوا۔ ایسا لگتا ہے جیسے اس محکمے سے متعلق لوگ سو رہے
ہیں۔" میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کی۔ "تم تنہا آئی تھی؟"

"نہیں ——— کیمپ میں ہمارے ڈیڑھ درجن افراد موجود تھے۔ کوئی خطرہ یا گڑبڑ ہوتی تو وہ سنبھال
لیتے۔"

"گڈ۔" میں نے گردن ہلائی۔

"کیا یہ بھی گروہ کا آدمی ہے؟" اس نے ہلور کے بارے میں پوچھا۔

"نہیں۔ قطعی غیر متعلق۔"

"اوہ۔ پھر اس کی کیا حیثیت ہے۔"

"ابھی تفصیل سے گریز کرو۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہوگئی وین کشادہ سڑک پر دوڑ رہی تھی۔
دونوں طرف بلند قامت درختوں کی قطاریں تھیں اور ان سے پرے خوبصورت باغات اور حسین

عمارتیں------ وین برق رفتاری سے جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم پلازاڈیل سینما کے سامنے سے گزرے------ اس جگہ ہر سال وینس کا مشہور فلمی میلہ ہوتا تھا۔ یہاں دنیا کے مشہور عالم قمار خانے ہیں' جہاں سختی سے صرف ادھر کا مال ادھر کے اصول پر عمل ہوتا ہے۔ اعلیٰ پیمانے کے جوئے ہوتے ہیں اور سیاح یہاں سب کچھ لٹا بیٹھتا ہے------ لیڈو سے گزر کر ہم سانتا ماریا پر آگئے۔ فیشن ایبل ہوٹلوں کا یہ علاقہ بے حد حسین ہے۔

یہاں تک کہ وین سانتا ماریا کے ایک گھاٹ پر پہنچ کر رک گئی۔ فوراً ہی چار آدمی نہ جانے کس طرف سے نکل کر ہمارے پاس پہنچ گئے۔ لیزینا نے مقامی زبان میں انہیں ہدایات دیں اور وہ وین کے عقبی حصے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے بڑے احترام سے تابوت اتارا۔ اور تابوت کے ساتھ ہلور بھی نیچے اتر آیا۔

تب ہم ایک "موٹو سکافو" میں پہنچ گئے۔ جو آبی سڑک پر ہچکولے کھا رہا تھا۔ تابوت بھی موٹر بوٹ میں رکھ دیا گیا تھا۔ موٹر بوٹ میں ان چاروں آدمیوں کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ اس پر پرائیویٹ کی تختی لگی ہوئی تھی۔ لیزینا میرے اور ہلور کے ساتھ موٹو اسکافو میں سوار ہوگئی اور موٹر بوٹ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ میں خاموشی سے وینس کے مناظر میں کھویا ہوا تھا۔ موٹر بوٹ سان مارکو چوک کی طرف جا رہی تھی۔ کرائے کی موٹو اسکافو تیزی سے سامان اور انسانوں کو لے کر سفر کر رہی تھیں۔ ان کے درمیان سست رفتار گنڈولے بھی آجاتے تھے اور ان سے پرے وینس کا آبی شہر نظر آرہا تھا۔ صدیوں پہلے وینتی قبیلے کے لوگ وحشی حملہ آوروں سے بچنے کے لیے پہاڑوں اور میدانوں کو چھوڑ کر چند ویران ساحلی جزیروں پر آباد ہوگئے تھے۔ آہستہ آہستہ ان جفاکشوں نے ایک عظیم شہر تشکیل دے لیا' جو اطالیہ کی طاقتور ترین ریاست بن گیا۔ مشرق کو جانے والی تمام آبی شاہراؤں پر اہل وینس کا قبضہ تھا۔ وہ اعلیٰ پیمانے پر تجارت اور لوٹ مار کرتے تھے اور اس دولت سے عظیم وینس وجود میں آیا تھا۔

سان مارکو چوک کے گھنٹہ گھر کے سامنے والے گھاٹ پر ہماری موٹر بوٹ رک گئی۔ تمام انتظامات اس قدر چوکس تھے کہ طبیعت خوش ہوگئی تھی۔ یہاں بھی دو آدمی ایک سبز رنگ کی لمبی وین لیے ہمارے منتظر تھے۔ سب نے مل کر تابوت وین میں رکھا------ اور ایک بار پھر ہم چل پڑے۔ اور ہلور کی حیرت قدرتی تھی۔

اب وہ اتنا بڑا گدھا بھی نہیں تھا کہ ان شاندار انتظامات کو حیرت کی نگاہ سے نہ دیکھتا۔ لیکن ان کے بارے میں اس نے کیا سوچا' یہ تو وہی جانے یا خدا جانے------ ممکن ہے اس نے یہی سوچا ہو کہ اس کا دوست شارٹی وینس کی کوئی بااثر شخصیت ہے------ اس بار کا سفر طویل نہیں تھا۔ ڈوجے محل کے عقب کی ایک حسین عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر وین رک گئی۔ یہاں دو خوش لباس انسانوں نے ہمارا خیر مقدم کیا۔

"لارانوسے------ اور کے باسفو۔" دونوں نے اپنا تعارف کرایا۔

"میرے دوست ہلور۔" میں نے صرف ہلور کا تعارف کرایا اور انہیں آنکھ ماردی۔

"اوہ------ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مسٹر ہلور۔ اور آپ کے ساتھ پیش آنے والے حادثے پر افسوس۔" لارانوسے نے کہا اور میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ ان لوگوں کو پوری طرح باخبر کر دیا گیا ہے۔

"آپ میرے ساتھ آیئے مسٹر ہلور۔" لیزینا نے کہا اور بے تکلفی سے ہلور کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہلور نے بے

بسی سے میری طرف دیکھا اور پھر لیزینا کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"ہمیں آپ کے بارے میں استنبول سے مکمل اطلاع مل چکی تھی' مسٹر نواز------ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟؟"

"نہیں------ اس کے برعکس آپ لوگوں کے بہترین تعاون' اور مستعدی سے بہت خوش اور حیران ہوں۔"

"اگر آپ یہ الفاظ ہمیں لکھ کر دے دیں گے تو ہماری حیثیت بڑھ جائے گی۔" یقیناً لکھ دوں گا۔ میرا خیال ہے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر مال نکال لیا جائے۔ تاکہ ہم اس شخص کو روانہ کر سکیں۔ یوں بھی لاش کے خراب ہونے کا احتمال ہے۔"

"تمام انتظام مکمل ہے۔ کے باسفو نے کہا۔ اور پھر اس کے اشارے پر ملازم تابوت اٹھا کر اندر لے چلے۔ انہوں نے اسے ایک اندرونی کمرے میں پہنچادیا۔ جہاں باقاعدہ آپریشن ٹیبل اور آپریشن کرنے کے آلات موجود تھے۔ لاش کو آپریشن ٹیبل پر ڈال کر ایک بار پھر اس کے ٹانکے کھولے گئے اور ہیروئن کی تھیلیاں نکال لی گئیں۔ اس کے بعد بڑی احتیاط سے اس میں ٹانکے لگائے گئے۔ خاصا مشکل کام تھا۔ کیونکہ لاش بگڑ چکی تھی۔ بہرحال اسے دوبارہ تابوت میں بند کر دیا گیا۔

اور میں نے سکون کی سانس لی۔ میں اپنی اس کوشش میں بھی کامیاب ہو چکا تھا۔ اور اب میں فوری طور پر ہلور کو لندن روانہ کر دینا چاہتا تھا۔

☆ ☆ ☆

ہلور کے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم ہوسکا کہ کیا ہوا۔ ہاں طیارے پر سوار ہوتے ہوئے اس آنکھیں نم تھیں۔ "میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ انسانوں کی یہ قسم ابھی باقی ہے۔ جو بغیر کسی لالچ کے کسی کے یوں کام آجاتی ہے۔" اس نے ناک میں گھس جانے والے آنسوؤں کو شوں شوں کرکے اوپر سونتے ہوئے کہا۔

"انسانوں کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے میرے دوست! اس لئے جو کچھ سمجھ لو' اسی پر اکتفا کرو۔ زیادہ جاننے کی کوشش کرو گے تو بہت سے بھرم ٹوٹ جائیں گے۔" میں نے اس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا اور پھر وہ چلا گیا۔ میں نے ایئرپورٹ کے گیٹ کی طرف مڑتے ہوئے اسے بھلا دیا وہ صرف میری ایک ضرورت تھی۔ ضرورت پوری ہونے کے بعد کسے یاد رہتی ہے میں ایئرپورٹ سے باہر نکل آیا۔!

سبز رنگ کی وین کی ڈرائیونگ سیٹ پر لیزینا میرا انتظار کر رہی تھی صرف لیزینا میرے ساتھ آئی تھی' باقی لوگوں کی بھیڑ کو میں نے ساتھ لینا مناسب نہیں سمجھا تھا۔! غلام سیٹھ کے نئے احکام کے تحت میری ذمہ داریاں کچھ اور بڑھ گئی تھیں۔ حالانکہ۔ یہ بڑھی ہوئی ذمہ داریاں مجھے پسند نہیں تھیں۔ میرا عہدہ بڑھ رہا تھا۔ میرا درجہ بڑھ رہا تھا۔ سوئزرلینڈ کے بینکوں میں میرا سرمایہ بڑھ رہا تھا۔ لیکن مجھے ان سب کا کیا کرنا تھا۔ میرے لیے تو میری تنہا زندگی تھی جب تک تھی۔ تھی۔ جب نہ ہوتی تو کوئی گلہ بھی نہ ہوتا۔ کیا ضرورت تھی اس بوجھ سے چمٹے رہنے کی۔ اگر غلام سیٹھ زیادہ سے زیادہ وزن لاد دے۔ تو مشکلات میں اضافے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ تاہم۔ ٹھیک تھا۔ جو کچھ بھی تھا ٹھیک تھا۔ لیزینا نے جلدی سے اپنے نزدیک کا دروازہ کھول دیا اور میں تھکا تھکا سا اندر بیٹھ گیا۔ اس نے وین اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔!

"کیا حکم ہے جناب۔؟" اس نے پوچھا۔

"گھر واپس چلو لیزینا۔ میں کچھ دیر آرام کروں گا۔!" میں نے کہا۔

"بہت بہتر۔ میں بھی آپ کو تھکا تھکا محسوس کر رہی ہوں۔" لیزینا نے کہا۔ اور سبزوین کی رفتار تیز کر ی۔ پھر راستے بھر وہ خاموش رہی اور میں اونگھتا رہا۔ ذہن منتشر تھا۔ فیصلہ کیا کہ واپس جا کر شراب کے چند پیگ لوں گا اور پھر سونے کی کوشش کروں گا' اپنے آپ کو۔ حالات کو' ماحول کو بھلانے کے لئے' شراب کا قتی سہارا اہمیت رکھتا ہے۔ ہاں۔ بشرطیکہ ہوش میں آنے کے بعد حافظہ بھی متاثر ہو۔ اور وہ کچھ یاد نہ آئے سے بھلانے کے لئے یہ موہوم سہارا لیا جاتا ہے۔!

لیزینا نے کئی بار کچھ بولنے کے لئے لب کھولے۔ لیکن پھر خاموش رہی۔ شاید میری خاموشی کی وجہ سے سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑی تھی اور میں بہر طور خاموش رہنا چاہتا تھا۔ اس وقت لیزینا کے جسم سے اٹھنے الی بھینی بھینی خوشبو نے بھی مجھے متاثر نہیں کیا۔ کوئی چیز نہیں بھا رہی تھی۔ نہ جانے کیوں۔ وین مکان میں اخل ہو گئی۔ اور میں دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا لیزینا بھی دوسری طرف سے اتر گئی تھی۔ لان پر مالی کام کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ اور کسی کا وجود نہیں تھا۔ شاید لارانو سے اور کے باسفو بھی موجود نہیں تھے۔ "لیزینا۔" میں نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کہا۔

"سر۔" وہ مستعدی سے بولی۔ "مجھے شراب چاہیے۔!"

"ابھی پیش کرتی ہوں۔!" اس نے اسی انداز سے کہا۔ پھر میں تو اپنے جانے پہچانے راستے سے اپنی واب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ اور لیزینا دوسری سمت! اپنے کمرے میں آ کر بستر پر جانے کی بجائے ایک آرام رسی پر دراز ہو گیا۔ جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا۔ اور اس کے گہرے گہرے کش لے کر سوچنے لگا۔ آخر یں اداس کیوں ہوں۔ یہ بد بخت اداسی بار بار کیوں ابھر آتی ہے۔ بے شمار انسان دنیا میں بستے ہیں۔ انہوں نے خود کو اپنے حال میں مگن کر لیا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وقت' ماحول ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ ہ خا کہیں اور سے چلتا ہے۔ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہے' اسی سے خوش کیوں نہ رہا جائے۔ اور وہ خوش ہتے ہیں۔ مجھے بھی سب کچھ میسر ہے۔ پھر میں خوش کیوں نہیں ہوں۔ یہ بے نام اداسی میرے اوپر کیوں سلط ہے۔

میں بلا وجہ خود کو تباہ کر رہا ہوں۔ آزاد ہوں۔ جو دل چاہے کروں۔ جس طرح چاہوں رہوں۔ مجھے وش رہنا چاہیے۔! کیا ہوا۔ ہاور کی محبوبہ مر گئی۔ اس نے میری ضرورت پوری کر دی۔ میں نے اس کی ضرورت پوری کر دی ایک ہی بات ہے۔ پھر یہ اداسی کیوں۔ میں نے اس کے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں کیا۔! چاندی جیسے رنگ۔ اور بھورے بالوں والی یہ لڑکی خاصی حسین ہے' کیا یہ۔ کیا یہ میری ساتھی بن سکتی ہے۔ سی قسم کی ساتھی۔ جس طرح دوسری لڑکیاں۔؟ میرا خیال ہے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ لیکن۔ کیا اس وقت یسے ساتھی کی ضرورت ہے؟

"نہیں سو جانا بہتر ہے۔ ہاں۔ سو جانا ہی بہتر ہے۔ ممکن ہے سونے کے بعد موڈ ٹھیک ہو جائے۔ اور میں نے لیزینا کے تصور کو بیدردی سے ٹھکرا دیا۔ اور اسی وقت دروازہ کھول کر لیزینا اندر داخل ہو گئی۔! شیشے کی وبصورت ٹرالی پر شراب کے جار رکھے ہوئے تھے۔ آئس پاٹ اور سائفن بھی تھا۔ لیزینا نے اس دوران باس بھی تبدیل کیا تھا۔ اس کے بھورے بال جو پہلے ایک ربن سے بندھے ہوئے تھے' اب کھل کر منتشر

ہو گئے۔ ڈھیلے ڈھالے لباس کا گریبان کافی چوڑا تھا' جس سے اس کا سینہ کافی حد تک عیاں ہو گیا تھا۔ شرٹ کے نیچے کوئی دوسرا لباس بھی نہیں تھا۔ اور پھر کسی حد تک نیچی ٹرالی کے ہینڈل کو پکڑ کر دھکیلنے کے لئے وہ جھک گئی تھی جس کی وجہ سے چوڑا گریبان اور چوڑا ہو گیا تھا۔ گویا' دوران خون تیز کرنے کے لئے شراب بھی تھی۔ اور شباب بھی۔

لیکن۔ اس دیوانی کو کیا معلوم۔ کہ میں ایک سیراب انسان تھا۔ میرے اردگرد حسن کا سمندر موجزن رہا تھا اور میں ہر کس و ناکس سے متاثر نہیں ہو سکتا تھا! شراب کی ٹرالی میرے قریب لا کر وہ سیدھی ہو گئی۔! اس نے میری آنکھوں میں داد حسن تلاش کی اور پھر اس کے چہرے پر ناکامی کی شکنیں نمودار ہو گئیں۔ اس کی مسکراہٹ میں پھیکا پن آ گیا۔ کیونکہ میری سپاٹ نگاہوں میں کچھ نہیں تھا۔

"شراب دو لیزینا۔!" میں نے کہا۔

"جی۔ جی۔" وہ جلدی سے بولی اور پھر اس نے جار سے شراب نکالی اور اس میں برف ڈالنے لگی۔

"نہیں۔!" میں نے اسے روک دیا۔

"کیوں۔؟"

"اس کی گرمی برقرار رہنے دو۔ برف اس کے حسن کو فنا کر دیتی ہے۔"

"پانی۔؟" اس نے سائفن اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بس۔ گلاس اٹھا دو لیزینا۔" میں نے کہا اور اس نے گلاس اٹھا کر میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے شراب چند گھونٹوں میں حلق میں انڈیل لی اور پھر کسی پیاسے کے سے انداز میں گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔ لیزینا نے دوبارہ گلاس بھر دیا اور میں نے پہلے کے سے انداز میں اسے خالی کر دیا۔!

"یہ۔ یہ بہت تیز ہے جناب۔" لیزینا نے دبی زبان سے کہا۔

"میرے اندر کچھ نہیں ہے لیزینا۔ بس راکھ ہی راکھ بھری ہوئی ہے' اس کی تیزی کس چیز کو نقصان پہنچائے گی۔؟" میں نے کہا۔ اور لیزینا کے چہرے پر عجیب سے آثار ابھر آئے۔ یہ ہمدردی کے آثار تھے۔ عورت دنیا کے کسی خطے کی ہو' فطری طور پر کیسی ہی ہو۔ اس کے اندر ہمدردی اور ممتا کے جراثیم ضرور ہوتے ہیں۔

"ایک گلاس اور دے دو لیزینا۔" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا اور اس نے تیسرا گلاس پر کر دیا۔ میں نے وہ گلاس بھی اسی انداز میں ختم کر دیا اور اور پھر میں نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔ "شکریہ لیزینا۔!" میں کرسی سے اٹھا اور مسہری پر جا بیٹھا اور پھر میں نے جھک کر جوتے اتارے۔ لیزینا عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ "کیا آپ لباس تبدیل نہیں کریں گے جناب؟"

"لباس۔ رہنے دو۔ کیا بگڑتا ہے۔" میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ لیزینا اسی انداز سے کھڑی رہی۔ میں اس کے چہرے پر کانپتے جذبات دیکھ سکتا تھا' لیکن میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں' پپوٹوں میں لیزینا کا تاریک حلیہ ابھر رہا تھا۔ لیکن اس وقت مجھے سکون کی ضرورت تھی۔ صرف سکون کی۔!

اور سکون کی دیوی۔ مجھ پر مہربان ہو گئی۔ مجھے نہیں معلوم لیزینا کمرے سے کب گئی۔ بس میں سو گیا۔ اور پھر جب جاگا تو پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ گھڑی دیکھی۔ ساڑھے پانچ بج رہے تھے گویا دوپہر کا کھانا گول ہو گیا تھا ویسے دماغ پر سکون تھا اور طبیعت ہلکی ہلکی محسوس ہو رہی تھی۔

یہی میں چاہتا تھا۔ باتھ روم کمرے سے اٹیچ ہی تھا۔ خوب غسل کیا اور پھر ایک عمدہ سوٹ پہن
دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک اجنبی سی شکل نظر آئی۔ تیس
سال کی ایک خوبصورت عورت تھی۔ جدید تراش کا لباس پہنے ہوئے' جدید ترین میک اپ کئے ہوئے
بہت اسمارٹ نظر آ رہی تھی۔

وہ شاید میرے کمرے کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ اس کی نگاہ بھی میرے اوپر پڑی' اور وہ ٹھٹھک
گئی۔ اس نے غور سے مجھے دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں سے سیٹی کی آواز نکلی۔

"مسٹر نواز۔؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔ اور کوئی جواب دیئے بغیر اسے دیکھتا رہا۔ وہ میرے قریب
آ گئی۔ "ہینڈسم۔" اس نے مجھے اوپر سے نیچے تک گھورتے ہوئے کہا۔ اور پھر چونک کر بولی۔ "کیا اپنا تعارف
نہیں کراؤ گے ڈیئر۔؟" میں نے محسوس کیا۔ وہ میرے اوپر چھا جانے کی کوشش میں مصروف تھی۔ وہ مجھے
متاثر کرنا چاہتی تھی۔

"لیزینا کہاں ہے۔؟" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور اسے ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔

"اپنے کمرے میں ہوگی۔ میں بھی اسی طرف جا رہی ہوں۔ آؤ۔!" اس نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"تم کون ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"سی کاریفا۔" اس نے کہا۔

"اس عمارت میں پہلی بار دیکھی گئی ہو۔" میں آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ اور وہ رک گئی۔ پھر اس
اپنی کلائی میرے سامنے کر دی۔ اور میں نے گہری سانس لی۔ اس کی کلائی پر انچارج کا نشان بنا ہوا تھا۔
وینس میں وہ کاروبار کی انچارج تھی۔ "ہوں۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"آپ مسٹر نواز ہی ہیں نا۔؟" اس بار اس کا لہجہ سنبھلا ہوا تھا۔

"ظاہر ہے۔ آپ کو اس بارے میں آج اطلاع ملی ہے۔؟"

"اوہ۔ شاید لیزینا نے بتایا نہیں۔ میں پیرس گئی ہوئی تھی۔ دو گھنٹے قبل آئی ہوں۔"

"ہاں۔ بتایا تھا۔"

"یہاں آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔؟"

"نہیں۔ تمہارا اسٹاف بہت چاق و چوبند ہے۔"

"اوہ۔ شکریہ۔ شکریہ۔" وہ پھر اصل رنگ میں آ گئی۔ اسی وقت لارانو سے سامنے نظر آ گیا۔ ہمیں
دیکھ کر وہ جلدی سے ہمارے پاس دوڑا۔!

"آپ آ گئیں چیف۔؟" اس نے نیازمندی سے کہا۔

"لیزینا کہاں ہے۔؟"

"لان پر کرسیاں لگوا رہی ہے۔ چائے کا وقت ہو چکا ہے۔ میں مسٹر نواز کو دیکھنے آیا تھا۔!"

"آیئے مسٹر نواز۔ لان پر چلیں۔ میں نے بڑے خوشنما پھول لگوائے ہیں عقبی لان پر۔!" سی کاریفا نے
کہا۔ اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"مجھے آپ کی شاندار شخصیت کی تفصیل معلوم ہو چکی ہے۔ لیکن میں تو آپ کو ادھیڑ عمر کا کوئی خشک
سا آدمی سمجھتی تھی۔" ریفا نے لان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اس میں میرا کیا قصور ہے۔!" میں نے اس کے اعتدال پر آنے کے بعد اس کی توہین مناسب نہیں
سمجھی۔

"ہاں۔ آپ کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔" ریفا خواہ مخواہ ہنس پڑی۔ ہم لان پر پہنچ گئے۔ در حقیقت
خوبصورت لان تھا۔ شام جھک آئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے فرحت بخش جھونکے لان پر لگے ہوئے حسین
پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو منتشر کر رہے تھے۔ رنگ برنگی نازک نازک سی کرسیاں بڑی نفاست سے لگائی گئی
تھیں اور لیزینا شام کا خوشرنگ لباس پہنے چائے کا انتظام کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ دو ملازم بھی تھے۔!
سی کاریفا کو دیکھ کر لیزینا ایکدم سیدھی ہو گئی' اور پھر آگے بڑھ کر بولی۔ "ہیلو۔ مادام سیکا۔!"

"ہیلو۔!" سی کا لہجہ حد درجہ سرد تھا۔ اس نے آواز میں رعب پیدا کر لیا تھا۔ "کیا پوزیشن ہے لیزینا۔؟"

"سب ٹھیک مادام۔" لیزینا نے ہمارے لئے کرسیاں کھینچتے ہوئے کہا۔

"اسٹیشن رپورٹ۔؟"

"اوکے۔!"

"ہوں۔ آرام کرو۔!" سی کاریفا نے کہا۔ اور لیزینا سارے کام چھوڑ کر جھکی اور عمارت کی طرف چل
پڑی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ سی کاریفا کا ٹائپ میری سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ ایک خوبصورت لیکن سخت
گیر عورت تھی۔

"تشریف رکھیئے مسٹر نواز۔!" وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"شکریہ۔" میں کرسی پر بیٹھ گیا اور پھر دوسرے ملازموں نے ہمارے سامنے چائے سرو کرنا شروع کر
دی۔ چائے کے ساتھ بہت سے لوازمات تھے' لیکن یہ سب لیزینا کی کاوش تھی۔ یہ عورت تو درمیان میں
آ ٹپکی تھی' اور اب جبکہ مجھے لیزینا کی پوزیشن کچھ ہلکی نظر آئی تھی' مجھے اس لڑکی سے تھوڑی سی ہمدردی
محسوس ہو رہی تھی۔

چائے کے دوران ریفا نے کہا۔ "چونکہ میں ان دنوں باہر تھی اس لئے مجھے آپ کے بارے میں مکمل
معلومات نہ مل سکیں۔ تاہم آپ کی شخصیت سے متعلق کچھ باتیں خصوصی طور پر مجھے بتائی گئی ہیں۔ گو آپ
میری توقع کے برعکس ہیں۔ لیکن اس سے آپ کی شخصیت پر کیا اثر پڑتا ہے۔" سی کاریفا مسکرائی۔ لیکن
اس بار بھی میں نے اس کی مسکراہٹ کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"آپ کا آخری جملہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔؟" میں نے ایک کاجو منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں آپ انٹرنیشنل آرگنائزر ہیں۔ کسی جگہ کے کچھ مسائل ہوں تو آپ کے ذریعہ انہیں
حل کیا جا سکتا ہے۔!" سی کاریفا اس بار بالکل نہیں مسکرائی تھی۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ میں اس کی
شخصیت' اس کی کشش کو نظرانداز کر کے اسے ایک عام عورت کی حیثیت سے ٹریٹ کر رہا ہوں۔

"کیا آپ کسی مسئلے سے دوچار ہیں۔؟"

"ہاں۔!" اس نے چائے بناتے ہوئے کہا۔

"مجھے بتائیں۔ ممکن ہے میں مدد کر سکوں۔"

"سپلائی کے چند چھوٹے چھوٹے اڈے ہمارے کام میں رخنہ اندازی کرتے ہیں۔ لیکن اول تو ان کے

پاس اسٹینڈرڈ کا مال نہیں ہوتا۔ دوسرے ان کا کاروبار بہت چھوٹا ہے۔ اس لئے ان سے ہمارے کاروبار کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن ہوٹل "سوبیتا" بہت بڑے پیمانے پر کام کر رہا ہے۔ سب سے خاص بات یہ اس کے پاس جدید ترین مال ملتا ہے۔ ہر چیز اس کے پاس موجود ہے۔ پتہ کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ کسی کے تحت کام نہیں کرتا' بلکہ مال حاصل کرنے کے اس کے اپنے ذرائع ہیں۔ اور میرے خیال میں وہ ذرائع دور دراز سے آنے والے ہپی ہیں' جو مال لاتے ہیں اور سوبیتا ان سے مال خرید لیتا ہے۔ ان کے کچھ باقاعدہ ایجنٹ بھی ہیں جو غیر ممالک سے مال منگواتے ہیں۔ بہرحال مقامی سپلائی میں سوبیتا ہمارے لئے الجھن کا باعث بنا ہوا ہے اور ہماری سیل کلی ٹوٹ گئی ہے۔"

"ہوں۔!" میں نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور پھر خاموشی سے چائے کے گھونٹ لینے لگا۔ سوبیتا کے سربراہان کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟"

"صحیح طور سے نہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ایک جاپانی کی ملکیت ہے جو عموماً ملک سے باہر رہتا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ کسی مقامی آدمی کا ہی ہے' جو خود کو ظاہر نہیں کرتا۔ ٹھیک بات نہیں معلوم ہو سکی۔"

"ٹھیک ہے خاتون ریفا۔ میں دیکھوں گا کہ اس کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔"

"شکریہ۔" ریفا نے کہا۔ اور پھر ہم لوگوں نے چائے ختم کر لی۔

"رات کا کھانا میرے ساتھ کھانا پسند کریں گے مسٹر نواز۔" ریفا نے کہا۔

"کیا مطلب؟ میں نہیں سمجھا۔؟"

"رات کو میرے غریب خانے پر۔"

"اوہ۔ تو آپ کا قیام یہاں نہیں ہے۔؟"

"نہیں یہ صرف گیسٹ ہاؤس ہے۔"

"خوب۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے خاتون ریفا۔ میں حاضر ہو جاؤں گا!"

"شکریہ۔" سی کاریفا نے ایک ادا سے کہا۔ اس کے بعد ہم دوسری گفتگو کرتے رہے۔ اور پھر سی کاریفا نے مجھ سے اجازت مانگی۔ "مجھے اب اجازت دیں مسٹر نواز۔ میں آپ کی ضیافت کا انتظام کروں گی۔"

"بہت بہتر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ چلی گئی۔ میں اس کے ساتھ عمارت کی طرف نہیں آیا تھا' بلکہ لان پر چہل قدمی کر رہا تھا۔ اس دوران میں اس عورت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ظاہر ہے یہاں صاحب اقتدار تھی۔ ویسے گروہ کی انچارج کوئی عورت بھی ہوگی۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ لیکن غلام سیٹھ نے کیا کیا کھڑاک پھیلا رکھے ہیں۔ مجھے اس بارے میں کوئی معلومات نہیں تھی۔ ابھی تو نہ جانے کیسے کیسے حیرت انگیز واقعات سے دوچار ہونا پڑے۔

پھر مجھے لیزینا یاد آئی اور میں عمارت کی طرف چل پڑا۔ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے میں نے ایک ملازم کو روکا اور وہ ادب سے میرے نزدیک آ گیا۔

"مس لیزینا کو میرے روم میں بھیج دو۔!" میں نے کہا۔

"وہ۔ وہ۔ سر۔ مادام سی کا' مس لیزینا کو اپنے ساتھ لے گئی ہیں۔!" ملازم نے بتایا۔ اور میں چونک پڑا۔ اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے میں اس عورت کے بارے میں سوچا۔ عورت عجیب حسیات کی مالک ہے۔

نہ جانے کونسی بات سے سی کا نے محسوس کر لیا کہ میں لیزینا کی طرف متوجہ ہو سکتا ہوں۔ حالانکہ اس وقت تک ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے اس وقت لیزینا کو نظر انداز کر دیا تھا جب وہ شراب لے کر میرے پاس آئی تھی۔ ورنہ سیکاریفا کی کوششیں بیکار ہوتیں۔ تاہم اس نے یہ حرکت کی تھی۔

اور اس حرکت کا ذہنی انتقام لینے کا میں نے فیصلہ کر لیا۔ میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ اور پھر باقی وقت میں نے اپنے کمرے میں گزارا۔

تقریباً "ساڑھے آٹھ بجے۔ ایک دبلی پتلی سی سانولی لڑکی میرے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے بڑے ادب سے مجھے سلام کیا۔ وہ کسی حد تک بدشکل بھی تھی اور چہرہ نروس ٹائپ معلوم ہوتی تھی۔

"میں۔ میں آپ کو لینے آئی ہوں جناب۔!" اس نے کہا۔

"لے چلو۔!" میں نے دونوں پاؤں اور دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

"جی۔؟" اس کی دونوں چھوٹی چھوٹی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ آہستہ سے ہنسی۔ لیکن پھر فوراً ہی سنجیدہ ہو گئی۔ سنجیدہ ہونے کے بعد اس نے چاروں طرف دیکھا۔ پھر گردن گھمائی۔ اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

"مادام ریفا نے آپ کو...... آپ کو بلایا ہے۔"

"اوہ۔!" مجھے اسکے اوپر رحم آ گیا۔ چنانچہ میں اٹھ گیا۔ "مجھے تیار ہونے کی مہلت مل جائے گی۔؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔ اوپ۔" وہ بے ساختہ کہہ کر جلدی سے خاموش ہو گئی۔

"تب آپ یہاں تشریف رکھیئے۔ میں ابھی حاضر ہوا۔" میں نے کہا اور پھر اس کے دونوں شانوں کو پکڑ کر اسے اپنی کرسی پر لا بٹھایا۔

لباس تبدیل کرتے ہوئے مجھے ایک شرارت سوجھی' اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ریفا سے انتقام لینے کا ایک ذریعہ ہاتھ آ گیا تھا' اور وہ ذریعہ تھی یہ بدشکل لڑکی۔!

ویری گڈ۔ میں نے دل ہی دل میں اس دلچسپ پروگرام سے مسرور ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔

"چلیں ڈارلنگ۔؟" میں نے اپنے پروگرام کی ابتداء کرتے ہوئے کہا۔ لڑکی کرسی پر اسی انداز سے بیٹھی ہوئی تھی جیسے میں بٹھا کر گیا تھا۔

میری آواز سنکر وہ اس طرح اچھلی جیسے اسپرنگ نے اچھال دیا ہو۔ "چلیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"جی۔!" وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔ اور میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ اسی انداز میں' میں باہر نکل آیا۔ لڑکی کے حواس خراب تھے' وہ اس انداز میں میرے ساتھ چل رہی تھی جیسے گھسٹ رہی ہو۔ ملازموں نے ہمیں دیکھا تھا۔ بہرحال میں باہر نکل آیا۔ وہاں ایک خوبصورت ڈیزائن کی عمدہ سی کار کھڑی تھی۔ میں نے لڑکی کا بازو چھوڑ دیا۔ اور اس نے جلدی سے کار کا عقبی دروازہ کھول دیا۔

"تم ڈرائیو کرو گی۔؟" میں نے پوچھا۔

"جی۔ جی ہاں۔ جی ہاں۔" وہ زور زور سے گردن ہلانے لگی اور میں نے ڈرائیونگ سیٹ کے نزدیک کا دروازہ کھول لیا۔ لڑکی منہ پھاڑے پچھلے دروازے کے قریب کھڑی رہی۔

"ڈارلنگ۔" میں نے محبت بھرے لہجے میں اسے آواز دی۔ اور اس کے منہ سے ایک
نکل گئی۔ بد حواسی میں اس نے دروازہ کافی زور دار آواز کے ساتھ بند کیا تھا۔ اور جب اس کا
اس نے دروازہ دوبارہ کھولا۔ اور اس بار نہایت آہستگی سے بند کر کے مطمئن ہو گئی۔ اس کے
ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ اور پھر کار اسٹارٹ ہو کر باہر نکل آئی۔!

"تمہارا نام نہیں معلوم ہو سکا ڈیئر۔؟" میں نے بے تکلفی سے پوچھا۔

"سویٹا۔!" لڑکی کے منہ سے نکلا۔

"سوئٹ۔! بہت سویٹ نام ہے۔" میں نے اس کی ران پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور کار کی رفتار
دار جھٹکے سے تیز ہو گئی۔ وہ ہونق ہو گئی تھی' مذاق ہی مذاق میں کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔ میں نے
کی ران سے ہاتھ ہٹا لیا۔ پھر راستے بھر میں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔

وینس کی حسین سڑکوں سے گزر کر ہم ایک خوبصورت علاقے میں داخل ہو گئے' اور پھر کار ایک
عمارت کے گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔!

لان بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ برآمدے میں رنگین اور تیز روشنیاں پھیلی ہوئی تھیں اور برآمدے کی
کے پاس ہی سی کا نظر آ رہی تھی۔

بلاشبہ اس کے اس وقت کے میک اپ نے اس کی عمر کے بارہ سال گھٹا دیئے تھے۔ اس نے
ایک جاپانی اسٹائل کا گون پہنا ہوا تھا' جس پر چاندی کے تاروں سے کام ہوا تھا۔ ایک سائڈ کمر کے
نیچے تک کھلا ہوا تھا' اور کسی بھی ہلکی سی جنبش سے کمر سے ٹخنوں تک کا سفید حصہ عریاں ہو جاتا تھا
اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے اس لباس کے نیچے اور کچھ نہیں پہنا ہوا ہے۔!

بظاہر اس وقت سی کا بہت دلکش لگ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میں نے سوچا کہ وقتی طور
چھوڑ دوں۔ لیکن پھر غصہ آ گیا۔ آخر اس عورت نے اجارہ دار بننے کی کوشش کیوں کی ہے۔ کیا
دلکش عورتیں روئے زمین پر موجود نہیں ہیں۔ آخر اس نے مجھے اپنی ملکیت کیوں سمجھا۔؟

"کم آن ڈارلنگ۔" میں نے سویٹا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ اور سویٹا گرتے گرتے بچی۔
سامنے وہ کچھ اور ہونق ہو گئی تھی۔ اور ہم سی کا کے نزدیک پہنچ گئے۔

"ہیلو۔ سی کاریفا۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو نواز۔" وہ ایک دلکش مسکراہٹ سے بولی۔ میں نے اس پر طائرانہ نگاہ بھی نہیں ڈالی
کے برعکس میں سویٹا کو کھینچتا ہوا بولا۔

"تمہاری سویٹا بہت گریٹ ہے ریفا۔ بہت دلچسپ' بہت سویٹ۔!" اور سی کا کا منہ بھی حیرت
گیا۔ اس نے غور سے میری شکل دیکھی' جیسے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی ہو کہ یا میں پاگل ہو
مذاق اڑانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن وہ احمق میرے چہرے سے کیا اندازہ لگا سکتی تھی۔

"ہاں۔ یہ بہت نیک ہے۔!" اس نے مختصراً" کہا اور پھر سنبھل کر بولی۔ "آیئے مسٹر نواز۔
دیکھو۔!"

"لیس۔ لیس مادام۔" سویٹا نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"نو سویٹا ڈارلنگ۔ تم ہمارے ساتھ رہو۔"

سوری مسٹر نواز۔ مم۔ میں۔" سویٹا لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ اور ایک دم دوڑتی چلی گئی۔
گہری سانس لی۔ اور پھر سی کا کی طرف متوجہ ہو گیا۔
بہت دلچسپ ہیں آپ مسٹر نواز۔ بے چاری لڑکی غلط فہمی کا شکار ہو گئی۔" سی کا نے ایک زبردستی کا
ہنستے ہوئے کہا۔
"کیوں۔ غلط فہمی کیوں۔؟" میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔
"وہ سوچے گی کہ آپ اس سے سچ مچ متاثر ہوئے ہیں۔"
"میں اس سے سچ مچ متاثر ہوا ہوں۔"
"تب مجھے حیرت ہے۔ کیونکہ وہ پوری زندگی کی کوشش میں کسی سڑے سے سڑے لڑکے کو بھی متاثر
نہیں کر سکی ہوگی۔"
"یہی اس کی خوبی ہے سی کا۔ وہ اوریجنل ہے۔" میں نے کہا اور سی کا خاموش ہو گئی۔ ہم ایک حسین
ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ ایک میز پر انواع و اقسام کی شراب کی بوتلیں سجی ہوئی تھیں۔ ڈرائنگ روم کی
ہر چیز سی کا کی عیاش فطرت کی نمائندگی کر رہی تھی۔ ہیجان خیز برہنہ پینٹنگز اور ایسے ہی اسٹیچو۔!
"تشریف رکھیئے۔" اس نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا' اور پھر خود بھی دوسرے صوفے پر بیٹھ
گئی۔ بیٹھتے ہوئے اس نے اس انداز سے اپنی ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی کہ پوری ٹانگ برہنہ ہو گئی۔ سفید ی
مائل جسم بہت سڈول تھا۔ لیکن میں اسے زچ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ میں نے ایک نگاہ بھی اس پر نہ
ڈالی۔ سی کا اب بھی اپنی کوششوں میں مصروف تھی۔
"تو مادام سی کاریفا۔ مجموعی حیثیت سے آپ کا کاروبار کیسا چل رہا ہے؟؟"
"انتہائی نفیس۔ ہمارا مقابلہ ہرنس اور ٹھاکر سے چل رہا تھا اور یہ دونوں ہی آپ کی کوششوں سے ختم
ہو گئے۔ پچھلے دنوں سے تو کھپت میں طوفان آ گیا ہے۔ میں مال پورا ابھی نہیں کر پا رہی۔ تاہم غلام سیٹھ نے
بندوبست کیا ہے اور مال کی آمد مناسب انداز میں بڑھی ہے۔ میرا خیال ہے اگر اسی انداز میں سپلائی
جاری رہی تو میں بہت جلد مارکیٹ میک اپ کر لوں گی۔"
"مال لانے میں کوئی دقت تو نہیں ہوتی۔؟"
"وینس میرا ہے۔ یہاں کے حکام سی کا کی مٹھی میں ہیں۔ دقت کیا ہو گی۔" اس نے فخریہ انداز میں کہا۔
"ہاں۔ وہ آپ سے فوراً" متاثر ہو جاتے ہوں گے۔؟"
"عاشق ہیں سب میرے۔ ایک اشارے پر سب کچھ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔"
"خوب۔! تو آپ انہیں خوب کنٹرول کرتی ہیں۔"
"غلام سیٹھ میری حیثیت جانتا ہے۔ اس نے مجھے دو پرسینٹ کمیشن زیادہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔"
"تب تو آپ بہت جلد سرمایہ دار بن جائیں گی۔؟"
"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ نخوت سے بولی۔ اور پھر اٹھتے ہوئے بولی۔ "کیا پینا پسند کریں
مسٹر نواز۔؟"
"کافی۔! اگر کھانے میں دیر ہو تو۔"
"اوہ۔ کافی کی بجائے۔ ایک عمدہ کاک ٹیل بناتی ہوں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر ایک ادا سے اٹھ

گئی۔ میں خاموش رہا تھا۔ اس نے ایک جگ میں شرابیں مکس کرنا شروع کر دیں۔ اس کے سبک
سے چل رہے تھے اور میں تمسخرانہ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

نہ جانے کیوں مجھے اس حسین عورت سے چڑ ہو گئی تھی۔ ویسے یہ میرے اندر ایک نئی بلا
تھی۔ اور کسی حد تک مسرور کن بھی تھی۔ میری طبیعت میں جوانی سی آگئی تھی۔ کاک ٹیل
میرے نزدیک آگئی۔ جگ سینٹر ٹیبل پر رکھ کر وہ دوبارہ گئی اور پھر گلاس لے آئی۔!

تب اس نے دو گلاسوں میں شراب انڈیلی اور میرے پاس بیٹھ گئی۔ پھر اس نے میرے چہرے
دیکھا اور مسکرا دی۔ میں بھی مسکرانے لگا تھا۔

"چکھ کر دیکھو مسٹر نواز۔ یہ میری اپنی ایجاد ہے۔"

"میرا خیال ہے آپ کافی کا مطلب بخوبی سمجھتی ہیں مادام سی کا۔؟"

"ہیں۔؟" وہ میرے لہجے پر چونک پڑی۔

"ہاں۔ میں نے کافی کی فرمائش کی تھی۔"

"اوہ۔ لل۔ لیکن۔ لیکن۔"

"اگر نہ فراہم ہو سکتی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ شراب نہیں پیتے مسٹر نواز۔؟" اس نے متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پیتا ہوں۔ لیکن اپنے اصول کے مطابق۔ اس وقت نہیں پیوں گا۔"

"سوری۔ میں آپ کے لئے کافی منگواتی ہوں۔" سی کا نے کہا اور پھر سینٹر ٹیبل آگے کو
گئی۔ اس کے چہرے پر شکست خوردگی کی شکنیں نمودار ہو گئی تھیں۔ پھر جب وہ واپس آئی تب
موڈ خوشگوار نہیں تھا۔ اس کے بعد اس نے زیادہ گفتگو بھی نہیں کی۔ البتہ کافی آئی تو مجھے اپنے ہاتھ
بنا کر دی، کبھی کبھی کوئی رسمی گفتگو ہو جاتی۔ میں کافی کے سپ لیتا رہا۔ خود اس نے بھی شراب
اور روٹھی روٹھی سی لگ رہی تھی۔

"آپ نے مجھے سوبیتا کا پتہ نہیں بتایا مادام سی کاریفا۔؟" میں نے اسے چھیڑا۔ "کیا آپ اس
کام شروع کریں گے؟"

"اگر آپ چاہیں۔؟" میں نے کہا۔

"گروہ کا مفاد اسی میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ اس کے خلاف کچھ کر سکوں۔ لیکن ایک بات میرے
کھٹک رہی ہے۔"

"وہ کیا۔؟" اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"آپ کے اتنے مراسم ہیں۔ تو آپ نے اس سلسلے میں کوشش کیوں نہیں کی۔؟"

"ٹھیک سوال ہے۔ اگر امکانی بات ہوتی، تو میں ضرور کوشش کرتی۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں وینس کی باشندہ ہوں۔ کچھ لوگ میرے کاروبار کے بارے میں بھی تھوڑا جانتے ہیں
کے خلاف صف آرا ہوں گی تو وہ بھی میرے خلاف کچھ کریں گے۔ اور بہرحال حکام بالا میرے

ہیں۔"

"اوہ۔!"

"ہاں اگر کوئی اجنبی ان کے پیچھے پڑ جائے۔ تو ہمارا ایک دوسرے پر اعتماد باقی رہے گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ اور ایسی شکل میں تو مجھے آپ سے دور رہنا چاہئے۔"

"ہاں۔ اگر آپ ان کے خلاف کام شروع کرنا چاہتے ہیں تو۔!"

"یقیناً"۔ یہی میرا کام ہے۔ میں اسے دیکھوں گا۔!"

"ضروری بندوبست کر دیا جائے گا۔ آپ ہم سے جو مدد چاہیں گے ہم حاضر ہیں۔!"

"شکریہ مادام سی کا!" میں نے کہا۔ اس نے صاف ستھری گفتگو کی تھی۔ لیکن اب اس کی آنکھوں میں
وہ چمک نہیں تھی۔ جو شروع سے اب تک رہی تھی۔

کھانے کا وقت آگیا۔ اور ہم کھانے کی میز پر پہنچ گئے۔ یہاں سی کا نے اپنا موڈ بحال کرنے کی کوشش
کی۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھے خصوصی ڈشز پیش کیں۔ اور کھانے کے لئے اصرار کرتی رہی۔ کھانے
سے فارغ ہو کر کافی کا ایک اور دور چلا۔ اور پھر سی کا گھڑی دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا خیال ہے مسٹر نواز۔ کسی نائٹ کلب چلیں۔؟"

"مناسب نہیں رہے گا، مادام سی کا۔!"

"کیوں۔؟"

"میرا آپ کے ساتھ دیکھا جانا ہمارے کام میں مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔"

"اوہ۔ درست ہے۔ تب پھر۔ میرے یہاں پروجیکٹر ہے، میں نے ایک چھوٹا سا سینما ہال بنا رکھا ہے۔
کیوں نہ فلم دیکھی جائے۔؟"

"کیوں نہ آپ مجھے اجازت دیں۔؟" میں نے کہا۔

"تو کیا۔ تو کیا۔ ایک رات بھی یہاں نہ رکیں گے۔؟" وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"ضروری تو نہیں ہے۔" میں نے بیدردی سے کہا۔ اور سی کا اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگی۔ اسکی آنکھوں
میں نفرت کی آگ روشن ہو گئی تھی۔!

"جیسی آپ کی مرضی۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"تو اجازت۔" میں کھڑا ہو گیا۔ اور وہ بھی خاموشی سے کھڑی ہو گئی۔ "میں سوبیتا کو اپنے ساتھ لے جا رہا
ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ میں آپ کو چھوڑ دوں گی۔" سی کاریفا نے غراتے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں۔ آپ کہاں تکلیف کریں گی۔ براہ کرم اسے بلا دیں۔"

"مسٹر نواز۔ وہ ایک نیک اور شریف لڑکی ہے۔" اس بار سی کاریفا نے سخت لہجے میں کہا۔

"گروہ کی ملازم ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کیا آپ ذاتی طور پر بھی اسے کچھ تنخواہ دیتی ہیں۔؟"

"نہیں۔"

"تب براہ کرم اسے آواز دیں۔ میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔" میں نے حد درجہ خشک
میں کہا۔ وہ خونخوار نظروں سے مجھے گھورتی رہی۔ پھر جھٹکے دار آواز میں بولی۔

"بہت بہتر۔" اور پھر وہ پیر پٹختی ہوئی باہر نکل گئی۔ مجھے ایک عجیب سی ذہنی آسودگی مل رہی تھی
حالانکہ میں جانتا تھا کہ وہ گروہ کی ایک اہم رکن ہے' اور اس سے بیر مول لینا مناسب نہیں ہے۔ لیکن پتہ
نہ جانے کیوں یہ موڈ بن گیا تھا!

سوسٹا میرے پاس آگئی تھی۔ وہ حسب عادت بوکھلائی ہوئی تھی۔ میں متوقع تھا کہ اس کے عقب میں
سی کا بھی ہوگی۔ لیکن وہ موجود نہیں تھی۔

"مم۔ مادام۔ ریفا نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ جاؤں۔"

"تو چلو ناڈارلنگ۔ مادام ریفا کہاں ہیں؟"

"اپنے بیڈ روم میں۔"

"ہوں۔ آؤ۔ شاید وہ ہمیں رخصت کرنے نہ آئیں۔" میں نے کہا۔ اور سوسٹا میرے ساتھ چل پڑی
باہر نکل کر ہم کار میں آ بیٹھے۔ سوسٹا نے حسب معمول اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا اور میں اس کے برابر بیٹھا
تھا۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے پشت سے سر ٹکا دیا تھا۔

سوسٹا بھی خاموشی سے اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ پھر میں نے اسی طرح آنکھیں بند کئے
اسے پکارا۔ "ہنی؟" اور کار کو ایک جھٹکا لگا۔ سوسٹا نے بریک دبا دیئے اور کار سائیڈ پر روک لی۔

"کیا ہوا؟" میں چونک پڑا۔

"آپ۔ آپ نے روکنے کے لئے کہا سر۔؟" سوسٹا بولی۔

"اوہ۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "جی نہیں۔ چلئے۔"

"یس۔ یس سر۔ یس سر۔!" سوسٹا نے گاڑی فرسٹ گیئر میں آگے بڑھائی اور پھر اس کی رفتار تیز ہو
رہی۔ اس کے بعد میں نے راستے میں اس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ قیام گاہ پر پہنچ کر سوسٹا جلدی سے اتری
اور اس نے ڈرائیوروں کے سے انداز میں دروازہ کھول دیا اور میں مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا۔

"سوسٹا۔ تم بہت سوئیٹ ہو۔" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"یس۔ یس سر۔" اس نے کہا۔

"آؤ۔!" میں اسے آگے لے جاتے ہوئے بولا۔ اور وہ میرے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ تب میں اسے لئے
ہوئے اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ سوسٹا کے چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے اس کی روح قبض ہونے والی ہو۔

"بیٹھو سوسٹا۔" میں نے اس کے شانوں پر دباؤ ڈال کر کہا۔ اور وہ بیٹھ گئی۔ جوں ہی میں دوسری طرف
مڑا۔ وہ کھڑی ہو گئی۔

"مم۔ میں۔ جانا چاہتی ہوں جناب۔!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں۔؟" میں پلٹ پڑا۔

"میں جانا چاہتی ہوں۔" وہ رو دینے والے انداز میں بولی۔

"اوہ۔ مادام سی کا نے تم سے کیا کہا تھا۔؟"

"انہوں نے کہا تھا۔ آپ۔ آپ مجھے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔"

"تو پھر۔؟"

"مگر میں واپس جانا چاہتی ہوں۔"

"بیٹھو سوسٹا۔!" میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا اور وہ جلدی سے بیٹھ گئی۔ میں نے خاموشی سے
دوسرا لباس نکالا اور باتھ روم میں جا کر تبدیل کرنے لگا۔ لباس تبدیل کر کے آیا تو سوسٹا اسی طرح بیٹھی تھی۔
اس عجیب سی لڑکی پر مجھے ترس آنے لگا اور میں اس کے برابر آ کر بیٹھ گیا۔

"کیا تم۔ یہ رات میرے ساتھ گزارنا پسند کرو گی؟"

"نہیں۔ نہیں۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ اور پھر اس کی سسکیاں جاری ہو گئیں۔ میں
بوکھلا گیا تھا۔

"اس میں رونے کی کیا بات ہے سوسٹا۔ میں تمہیں مجبور تو نہیں کروں گا۔"

"میں۔ میں جانا چاہتی ہوں جناب۔ بس میں جانا چاہتی ہوں۔"

"چلی جانا۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ لیکن رونا بند کر دو۔" میں نے کہا اور اس کی سسکیاں رک
گئیں۔

"میں۔ بہت بدنصیب ہوں۔" اس نے بیٹھی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں۔؟"

"کیونکہ۔ کیونکہ میں بہت بدصورت ہوں۔ لوگ میرا مذاق اڑا سکتے ہیں' مجھ سے محبت نہیں کر سکتے۔
میں یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"تمہارا خیال غلط بھی ہو سکتا ہے سوسٹا۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔ اسے کوئی نہیں بدل سکتا۔"

"لیکن میں نے تمہیں پسند کیا ہے۔"

"میں نہیں مانتی۔ انسان ہوں جانور نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے سوسٹا۔ جو تمہاری مرضی۔ لیکن اب تم کہاں جاؤ گی۔" بالآخر میں بور ہو گیا۔ اب اس لڑکی
کے نخرے اٹھانے تو میرے بس کی بات نہیں تھی۔

"واپس۔ مادام کے پاس۔" اس نے کہا۔

"گو مت۔ تم جانتی ہو میں کون ہوں۔ تم اس رات وہاں واپس نہیں جا سکتیں۔ یہ میرا حکم ہے۔ جاؤ۔
یہیں کسی کمرے میں پڑ رہو۔ سی کا ریفا مجھ سے بڑی حیثیت نہیں رکھتی۔"

اور وہ سہم کر میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ "یس۔ سر۔ یس سر۔!"
میں دوسری طرف مڑ گیا۔ لیکن میں نے محسوس کیا وہ اٹھی نہیں تھی۔

میں نے گھنٹی بجا کر ملازم کو بلایا۔ اور ایک ملازم اندر آ گیا۔ "شراب لاؤ۔!" میں نے کہا۔ اور پھر میں
سوسٹا کی طرف مڑا۔ "تم نے سنا نہیں۔" وہ گھبرا کر اٹھ گئی۔

"جاؤ۔ کسی کمرے میں جا کر سو جاؤ۔ یہاں سے نکلنے کی کوشش مت کرنا' اور وہ جلدی سے دروازے
کی طرف دوڑ گئی۔ پھر اسی پھرتی سے دروازے سے نکل گئی۔ میرے ذہن میں جھنجھلاہٹ بھر گئی تھی۔ احمق
لڑکی۔ زندگی بھر روتی رہے گی۔ زندگی بھر۔! اونہہ۔ جہنم میں جائے۔ میں اسے دل موہ لینے کے فن کیوں

بتاؤں۔؟"

ملازم شراب لے آیا۔ اور میں نے اسے واپس جانے کے لئے کہا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے دروازہ بند کیا' اور پھر شراب پر ٹوٹ پڑا۔ خوب پی۔ یہاں تک کہ جام اٹھانے کی سکت نہ رہی تو نیچے فرش پر لیٹ کر سو گیا۔ دوسری صبح سورج کی کرنوں نے ہی گدگدایا تھا۔!

منہ کا مزہ خراب ہو رہا تھا۔ فرش پر بے آرام سوتا رہا تھا اس لئے کسل تھی جو نہانے سے دور ہوئی۔ تب میں نے بدصورت لڑکی کے بارے میں سوچا۔

اچھا ہوا نواز۔ تم اپنی ضد۔ اپنی ہوس میں اس کی زندگی تباہ کر دیتے وہ زندگی آشنا ہو جاتی اور کوئی اسے منہ نہ لگاتا تو اس کے دل کی آگ کس قدر بھڑک اٹھتی۔ اور پھر یہ آگ اسے نہ جانے کہاں سے کہاں لے جاتی۔ ممکن ہے اسے خودکشی ہی کرنی پڑ جاتی۔ تمہیں کیا مل جاتا۔ اچھا ہے وہ پیاسی رہے۔ اس کی تشنگی عادت بن جائے۔ اور وہ اسی عادت کے سہارے زندگی بسر کرے۔

پوری طرح تیار ہو کر میں باہر نکل آیا۔!

باہر کی فضا حسب معمول تھی۔ ایک ملازم کو اشارے سے قریب بلا کر میں نے سوشا کے بارے میں پوچھا۔

"کچن میں ہے جناب۔"

"کچن کس طرف ہے؟"

"اس طرف۔!" ملازم نے اشارے سے کہا اور میں کچن کی طرف چل پڑا۔ میں نے سوشا کو دیکھا وہ ملازموں کے ساتھ مل کر ناشتہ تیار کر رہی تھی۔

"سوشا۔!" میں نے اسے آواز دی۔ اور وہ اچھل پڑی۔

"اوہ۔ مم۔ مسٹر۔ مسٹر نواز۔ ناشتہ تیار ہے۔"

"آؤ۔!" میں نے کہا۔ اور وہ اٹھے اٹھے قدموں سے کچن سے باہر نکل آئی۔ "ناشتے کے کمرے میں بیٹھیں گے۔ تم ملازموں سے کہدو کہ ناشتہ تیار ہو جائے تو لے آئیں۔"

"یس سر۔؟" اس نے کہا اور ملازموں کو ہدایات دینے لگی۔ تب میں نے دوستانہ انداز میں اس کا ہاتھ پکڑا اور ناشتے کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر ڈائننگ ٹیبل پر میں نے اسے اپنے سامنے بٹھالیا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔!

"تمہارے چہرے پر شب بیداری کے آثار ہیں سوشا۔ کیا رات کو سو نہیں سکی تھیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ مم۔ میرا مطلب ہے۔ جی نہیں۔ میں سو گئی تھی۔!"

"اچھا کیا تھا۔!" میں نے بیزاری سے کہا۔ اور اس کے بعد میں اس وقت تک خاموش رہا جب تک ناشتہ نہ آگیا۔ ناشتے کے دوران پھر میری زبان خاموش نہ رہ سکی۔

"کیا تم سی کا کے ساتھ ہی رہتی ہو؟" اور سوشا کے ہاتھ سے چمچہ چھوٹ گیا۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور پھر اسی بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔؟"

"لیزینا کہاں رہتی ہے۔؟"

"اسی عمارت میں۔ جہاں آپ موجود ہیں۔"

"اس وقت کہاں ہے۔؟"

"جی۔ وہ کل مادام اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔ اب مادام کی کوٹھی پر ہے۔"

"ناشتے کے بعد تم چلی جاؤ۔ لیزینا کو بھیج دینا۔"

"یس سر۔!" اس نے مخصوص انداز میں کہا۔ درحقیقت بے حد بور لڑکی تھی۔ اس سے سر مارنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے اس کے بعد اس سے بات نہیں کی۔ اور ناشتے کے بعد اسے جلدی سے دفعان کر دیا۔! فی الحال کچھ گھنٹے آرام ہی کرنا چاہتا تھا۔ غلام سیٹھ نے جو ذمہ داریاں سپرد کر دی تھیں۔ وہ درحقیقت تکلیف دہ تھیں۔ میں تو ایک آوارہ گرد کی حیثیت سے ہی درست تھا۔ بس پیٹ بھر روٹی مل جائے اور پہننے کو کپڑے مل جائیں۔ اور پھر ان کی بھی کیا ضرورت تھی' جو مل جائے وہ ٹھیک ہے۔ بلاوجہ عہدے بڑھا کر مصیبتیں بھی بڑھائی جا رہی ہیں۔

تقریباً" ایک گھنٹے تک میں قنوطیوں کے سے انداز میں صوفے میں ٹھنسا رہا۔ پھر سامنے رکھے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ لیکن میں نے فون نہیں اٹھایا۔ دوسرے کسی کمرے میں فون ریسیو کر لیا گیا تھا۔

پھر ایک ملازم میرے پاس آیا۔ "سر۔ مادام سی کا گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔"

"کہاں ہیں؟"

"فون پر۔!" اس نے کہا اور جلدی سے فون میرے نزدیک اٹھا لایا۔ میں نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو۔!"

"ہیلو مسٹر نواز۔؟" سی کا کی آواز سنائی دی۔

"بول رہا ہوں۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"کہئے رات کیسے گزری۔؟" اس نے پوچھا۔

"بہت عمدہ۔!"

"سوشا پسند آئی۔؟"

"بے حد۔" میں نے چہکنے کی کوشش کی۔

"شکریہ۔ میں تو ڈر رہی تھی کہ کہیں وہ اپنی حماقتوں سے آپ کو بور نہ کر دے۔" سی کا ریفا کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"لیزینا کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آپ کے حکم کے مطابق ارسال کر دی گئی ہے۔" ریفا نے ہلکے سے قہقہے کے ساتھ کہا۔

"شکریہ۔"

"ویسے آج کا کیا پروگرام ہے۔؟"

"ابھی تک کچھ نہیں۔ آرام کروں گا۔"

"دوپہر کو لنچ ساتھ کریں۔"

"سوری۔ ممکن ہے آوارہ گردی کرنے نکل جاؤں۔"

"کیا لیزینا ساتھ ہو گی۔؟"

"یقیناً" وہ عمدہ لڑکی ہے۔"

"یقیناً"۔ یقیناً"۔" سی کا نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ جھنجلا گئی ہے۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بس اس عورت سے دل لگی میں مزہ آ رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد لیزینا پہنچ گئی۔ خوبصورت لڑکی خوبصورت لباس میں اور خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک پیدا ہو گئی اور میں بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"ہیلو۔ لی۔"

"یس مسٹر نواز۔؟"

"کیسی ہو۔؟"

"ٹھیک ہوں جناب۔" وہ میرے نزدیک آ گئی۔

"کل اچانک چلی گئی تھیں؟"

"آپ جانتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"بیٹھو۔ لیزینا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ جاننا چاہتا ہوں۔"

"کچھ کہنے کی جرات کروں جناب۔ آپ برا تو نہیں مانیں گے۔؟" اس نے میرے نزدیک بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"پہلے میں آپ کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"کیا۔؟"

"یہی کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں۔"

"کیوں۔؟"

"مادام سی کا ریفا۔ لاکھوں دلوں پر راج کرتی ہیں۔ بلاشک وہ بے حد خوبصورت ہیں۔ وینس کے حکام ان کا قرب حاصل کرنے کے لئے بے چین رہتے ہیں۔ لیکن۔ اس سے قبل میں نے مادام سی کا کو کسی کے لئے اس قدر بے چین نہیں دیکھا۔"

"اس میں میرے کچھ بتانے کی کیا گنجائش ہے۔"

"آپ نے مادام کا غرور توڑ دیا ہے۔" لیزینا نے کہا۔

"میں وینس کا کوئی اعلیٰ عہدیدار نہیں ہوں۔ لیکن اب تم گول مول گفتگو مت کرو۔ مجھے بتاؤ۔ میں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"یہ بتایئے۔ آپ سوئیٹا کو کیوں لائے تھے؟"

"تم جو چلی گئی تھیں۔"

"لیکن مادام تو آپ کو روک رہی تھیں۔!" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔

"مجھے وہ عورت بالکل پسند نہیں ہے۔"

"اور آپ نے سوئیٹا کو ان پر ترجیح دی؟"

"میری مرضی۔!" میں نے کہا' اور وہ ہنس پڑی۔

"مادام رات بھر نہیں سو سکی ہیں۔"

"بے خوابی کی مریض ہو گی' مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ "لیکن وہ نہیں کیوں لے گئی تھی؟"

"میں اپنی حیثیت سے زیادہ بے تکلف ہونے کے لئے معافی کی خواستگار ہوں جناب۔ آپ درحقیقت بے حد عجیب انسان ہیں' آپ لوگوں کو پاگل بنانے کی قوت رکھتے ہیں۔"

"وہ کیسے۔؟"

"میں نے آپ کے قریب آنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ لاپرواہی سے شراب پی کر سو گئے۔ تب مجھے احساس ہوا کہ میں نے اپنی حیثیت سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی اور میں سنبھل گئی۔ لیکن مادام سیکا کو یہ احساس ہوا کہ آپ میری طرف متوجہ ہیں۔ وہ اپنے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلنے دیتیں انہوں نے مجھے یہاں سے بھگا دیا۔ اور پھر خود ہی مجھے ساتھ بھی لے گئیں۔"

"اوہ۔" میں ہنس پڑا۔

"انہوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں۔ آپ نے مجھ سے کیا گفتگو کی تھی کیا آپ نے میرے لئے پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔؟ وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر رات کو جب آپ سوئیٹا کو ساتھ لے گئے تو وہ حیرت سے پاگل ہو گئی تھیں۔ آدھی رات تک مجھے اپنے پاس بٹھا کر آپ کے بارے میں گفتگو کرتی رہی تھیں۔ کہہ رہی تھیں' یہ کس قسم کا آدمی ہے۔ لاپرواہ۔ لاابالی۔ نہ جانے مجھ سے نفرت کیوں کرنے لگا ہے۔ اور کہہ رہی تھیں مسٹر نواز کہ آپ بے حد پرکشش انسان ہیں۔ لیکن سوئیٹا کو لے جا کر آپ نے ان کی بے عزتی کی ہے۔"

"یقیناً"۔ اس کا یہ خیال درست ہے۔ ہاں' یہ بتاؤ کہ تمہارے طلب کرنے پر اس نے کیا کہا۔؟"

"بس۔ تلملا کر رہ گئی تھیں۔ اور مجھے وارننگ دی تھی کہ اپنی حدود کراس کرنے کی کوشش نہ کروں ورنہ نقصان میں رہوں گی!"

"دیوانی کہیں کی۔!"

"کیا آپ مجھے بتائیں گے مسٹر نواز کہ آپ نے انہیں نظر انداز کیوں کیا ہے؟"

"بڑا معصوم سوال ہے مس لیزینا! اور اسی معصومیت کی وجہ سے اس کا جواب بھی ضرور دوں گا۔ جب وہ پہلی بار میرے سامنے آئی تو اس نے اس انداز سے مجھے ٹریٹ کیا جیسے وہ اپنی توجہ مجھے دے کر میری عزت افزائی کر رہی ہو۔ لیکن اسے میرے بارے میں غلط فہمی ہوئی تھی دوسری بار اس نے تمہیں ساتھ لے جا کر مجھے غصہ دلایا تھا۔ اور بہرحال میری نگاہوں میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ میری ماتحت ہے" میں نے کہا اور لیزینا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔

"مادام سی کا درحقیقت غلط فہمیوں کا شکار ہیں' ہر شخص تو ان کا دیوانہ نہیں ہو سکتا۔"

"خیر چھوڑو اس کا تذکرہ۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"جی۔؟" لیزینا حیرت زدہ رہ گئی۔ اور پھر اس نے گردن جھکالی۔ "میں آپ کے احکامات کی پابند ہوں۔"

"اور سی کا کی وارننگ۔؟"

"میں اس کی پرواہ نہیں کرتی۔ کیوں کہ وہ گروہ کے مفاد کی کوئی بات نہیں ہے۔ خود میری بھی اپنی کوئی شخصیت ہے۔"

"تب ہم سیر کرنے چلیں گے۔ تم مجھے وینس دکھاؤ"

"میں حاضر ہوں۔" اس نے کہا۔

"سارے پروگرام تم ہی ترتیب دو گی۔" میں نے لیزینا سے کہا' اور اس نے گردن ہلا دی۔ تب ہم باہر نکل آئے۔ سان مارکو چوک کے گرد برآمدوں میں بنے ہوئے کئی قہوہ خانے آباد تھے۔ آرکسٹرا مدھر سروں میں اطالوی راگ الاپ رہے تھے۔ لیکن اس وقت زیادہ رونق نہیں تھی کیونکہ دن کا وقت تھا۔

"یہاں کی شامیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں" لیزینا نے بتایا۔

"یقیناً" ہوتی ہوں گی۔" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ چوک میں بے شمار کبوتر بیٹھے ہوئے تھے اور بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ کلیسا کی سیڑھیوں سے گزرتے ہوئے ہم چوک کے دالان سے نکل کر مرسریا اسٹریٹ آئے اور پھر وہاں سے گرانڈ کنال کی طرف چل پڑے۔ سامنے ہی پل ریالٹو تھا۔ پل کے پہلو میں نہر کے کنارے کنارے قہوہ خانے بکھرے ہوئے تھے جہاں لوگ نظر آ رہے تھے۔ ہم وہاں سے بھی گزر گئے۔

لیزینا درحقیقت ایک عمدہ ساتھی تھی۔ چالاک اور پھرتیلی لڑکی۔ شام تک کی سیر کا اس نے نہایت دلچسپ پروگرام بنایا تھا۔ وینس کا خوبصورت شہر۔ اور پھر اس کی معیت میں' ایک لمحے کے لئے بور نہ ہوا۔ ہم نے لنچ بھی ایک غیر معروف سی جگہ کیا۔ جہاں ہماری فرمائش پر موسیقی بھی ہوتی رہی۔ پھر رات کا پروگرام میں نے پیش کیا۔

"ہم مانٹی کارلو کے کسی قمار خانے میں جوا کھیلیں گے۔"

"اوہ۔ ضرور مسٹر نواز۔ لیکن ان کی روایت اچھی نہیں ہے۔"

"کیوں۔؟"

"اکثر سیاح یہاں لٹ جاتے ہیں۔"

"پھر بھی۔ ویسے جو آپ پسند کریں۔"

"تم نے وینس دکھایا ہے' پھر اس دلچسپ تفریح سے کیوں محروم رکھ رہی ہو؟"

"نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہم ضرور چلیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور رات کو ہم "پی کاف" میں داخل ہو گئے۔

پی کاف کا ماحول بے حد حسین تھا۔ مختلف گیم چل رہے تھے پہلے ہم نے میزوں کے چکر لگائے اور لوگوں کو کھیلتے دیکھتے رہے یوں تو مختلف گیم تھے لیکن میری توجہ تاش کے کھیل پر تھی۔ کیونکہ مجھے اس کی باقاعدہ تربیت دی گئی تھی۔ ویسے جس انداز میں یہاں کھیل ہو رہا تھا وہ چکر دلانے والا تھا۔ نہ جانے یہ لوگ کہاں سے آئے تھے۔ لاکھوں روپے کے "تھیپے" چل رہے تھے اور لوگ یوں بازیاں لگا رہے تھے جیسے

دلت یہاں بے حقیقت شے ہو۔ میں نے جیب سے بہت سی کرنسی نکال کر لیزینا کو دی اور اس نے ان کے تھیپے خرید لئے۔ ہمارے پاس تھیپوں سے بھر گئے تھے۔ تب ایک "بوکی" ہماری طرف بڑھا۔

"کونسا گیم پسند کریں گے سینور۔ سینوریتا۔؟" اس نے ہم دونوں سے پوچھا۔

"بازوکا" میں نے جواب دیا۔

آیئے! اس نے بگڑی ہوئی انگریزی میں کہا۔ اور ایک میز کی طرف ہمیں لے چلا جہاں صرف تین آدمی بیٹھے تھے لیزینا نے میرا بازو پکڑ لیا اور ایک قدم ٹھٹھک کر میرے کان میں بولی۔

"ہوشیار مسٹر نواز۔ یہ تینوں قمار خانے کے آدمی ہیں۔"

"آؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور میز پر جا بیٹھا تینوں شکل و صورت سے مہذب معلوم ہوتے تھے ان کے سامنے ٹھیپوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور وہ کھیلنے میں منہمک تھے۔

بازی ختم ہوئی اور ان میں سے ایک نے درمیان کے سارے تھیپے سمیٹ لئے۔

تب بوکی نے ان سے ہمارا تعارف کرایا اور انہوں نے خوشدلی سے مجھے اور لیزینا کو خوش آمدید کہا۔ تاش کی پرانی گڈی ڈسٹ بن میں ڈال دی گئی اور میں نے اور لیزینا نے اپنے سامنے ٹھیپوں کا ڈھیر لگا لیا کارڈ تقسیم ہو گئے اور بازو کا شروع ہو گیا۔ ویسے میں نے کارڈ بانٹنے والے کی انگلیوں کو دیکھا تھا' بلاشبہ وہ کام کرنے کی ماہر تھیں۔ میں نے کچھ مخصوص کارڈ لیزینا کی طرف جاتے دیکھے اور دل ہی دل میں مسکرا اٹھا۔ جو کام وہ کر رہے تھے' وہ ہمارے ہاں کے معمولی شعبدہ باز کر سکتے تھے۔ شارپنگ تو کہیں آگے کی چیز تھی۔ مجھے حیرت بھی ہوئی۔ ایسے ہی معمولی کاموں پر یہ قمار خانے بین الاقوامی شہرت رکھتے ہیں۔

بہرحال کھیل شروع ہوا اور وہی ہوا جس کی امید تھی۔ لیزینا حیرت انگیز طور پر جیتی تھی۔ اور اس کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ ان تینوں کے ساتھ میں نے بھی لیزینا کو مبارکباد دی تھی۔ اور لیزینا کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کارڈ آئے اور اس نے نہایت سادگی سے پتے تقسیم کر دیئے۔

اس بار ان میں سے ایک جیت گیا تھا۔ اور یہی کام دکھانے کا موقع تھا۔ میں نے چہرے سے کوئی تاثر نہیں دیا۔ ہاں سرسری نگاہوں سے اس کے کام کا جائزہ لیتا رہا۔ اس بار بھی کارڈ لیزینا کے حوالے کئے گئے تھے وہ لوگ نفسیات داں تھے۔ جانتے تھے کہ اگر لیزینا کو جما لیا تو اونچا کام بن سکتا ہے۔ ویسے ہمارے سامنے موجود تھیپوں کی تعداد ان کے لئے تسلی بخش تھی۔

لیکن اب وہ اتنے بے وقوف بھی نہ تھے کہ کوئی لمبی رقم لیزینا کے حوالے کر دیتے۔ لیزینا پھر جیتی۔ اور اس کے بعد متواتر تین بازیاں ان میں سے ایک ایک نے لیں۔ اب میں ان کے کھیل سے پوری طرح واقف ہو چکا تھا۔ مجھے اعتماد ہو گیا کہ ایک بار تاش میرے ہاتھ میں آ جائے' میں ان سے اونچا کام دکھا سکتا ہوں۔

"ایک منٹ سینور۔" ان میں سے ایک نے مجھے مخاطب کیا اور میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔ "ہم لوگ چار گھنٹے کا تعین کر کے بیٹھے تھے۔ ڈھائی گھنٹے ہمارے کھیل کو گذر چکا ہے آپ کوئی اور ٹائم فکس کرنا چاہتے ہیں۔؟"

"ہم تو صرف تفریحاً" کھیل رہے ہیں۔ یہ تھیپے جیت لو۔ ہم اٹھ جائیں گے۔ ویسے ڈیڑھ گھنٹہ کافی ہے اس کے بعد ہم بھی اٹھ جائیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔ دس بجے ہم کھیل ختم کر دیں گے۔" دوسرے نے کہا۔

"او کے۔" ہم سب متفق ہوگئے اور اس بار بڑے جاندار کارڈ تقسیم ہوئے۔ اس بازی میں لیزینا نے جتنی رقم جیتی تھی سب کی سب ہار گئی بلکہ اس کے پاس سے بھی کچھ چلا گیا تھا۔ اور اس کا چہرہ اتر گیا۔ اس نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ مجھ سے سبق نہیں لے رہی تھی۔ میں نے تو ابھی تک کئی بازیاں ہاری تھیں۔

اور بالآخر ان کی شامت آگئی۔ اس بار انہیں میرا احساس بھی ہوگیا تھا۔ چنانچہ میں نے محسوس کیا کہ وہ میری طرف گر رہے ہیں۔ اور میں سنبھل گیا۔ میں نے اناڑی پن سے کھیلنا شروع کر دیا۔ وہ آہستہ آہستہ ڈاؤن ہوگئے۔ اور میں زیادہ رقم نہ جیت سکا۔ لیکن وہ مسرور تھے کہ ان کا مقابل کوئی ذہین آدمی نہیں ہے۔

اور پھر میں نے دیسی ترکا لگایا۔ میں نے محسوس کیا کہ ان لوگوں نے میرے ہاتھوں پر نگاہ رکھی ہے۔ اور پوری طرح مطمئن ہیں۔ لیکن اس بار ان کے لئے معقول سیف کا انتظام تھا۔

کھیل شروع ہوا اور دیسی داؤ نے انہیں چکرا دیا۔ سب کے پاس عمدہ کارڈ تھے کوئی بھی کارڈ پھینکنے کو تیار نہ تھا اور ایک دوسرے پر دانت پیس رہا تھا۔ چنانچہ بازی بڑھتی گئی۔ اور یہ سب سے بڑی بازی تھی۔ لوگوں کے حلق خشک ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ لیزینا بھی کارڈ پھینکنے کو تیار نہ تھی۔

بمشکل تمام ان میں سے ایک نے کارڈ پھینکنے کی ہمت کی پھر لیزینا نے اور اس کے بعد ان میں سے ایک اور ڈاؤن ہوگیا۔ لیکن ان کے چہرے دھواں ہو رہے تھے اور پھر کارڈ شو ہوگئے۔

لیزینا کے منہ سے مسرت کی چیخ نکل گئی تھی۔ اتنے ٹھیپے میرے پاس آگئے تھے کہ اب ڈیڑھ گھنٹے تک مسلسل ہارنے کے باوجود کوئی خاص دقت نہ پیش آتی۔

وہ چاروں بھی سخت پریشان تھے اور اس بار انہوں نے میرے ہاتھوں پر سخت نگاہ رکھی۔ لیکن استاد بار۔ "ککٹ ٹریپ" میں نے کام دکھا دیا۔ یہ خالص دیسی کام تھا۔ ولایت کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے ہاتھوں مار کھا گئے۔ اس بار بھی صورت حال پہلے سے مختلف نہیں تھی۔ لیکن ان کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ باقاعدہ جواب دہی کرنی پڑتی ہوگی۔ ظاہر ہے قمار خانے کی رقم سے کھیلتے ہوں گے ممکن ہے باقاعدہ کیش دینا پڑتا ہو۔

چنانچہ دوسری بازی بھی کافی جاندار رہی۔ میں بس آخری داؤ مارنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس بار میں نے لیزینا کو دیدیئے اور خود آرام سے بیٹھ گیا۔

تیسری مشکوک بازی بھی لیزینا نے جیتی۔ تو وہ بری طرح گھبرا گئے۔ "سوری سینوراً۔ ہمارا خیال ہے شارپنگ ہو رہی ہے۔" ان میں سے ایک کرسی کھسکا کر کھڑا ہوگیا۔

"کیا بکواس ہے۔" میں غرایا۔

"ہم نہیں کھیل سکتے۔"

"تو بھاگ جاؤ۔" میں نے اس انداز سے کوٹ کے کالر کے نزدیک ہاتھ رکھ لیا جیسے پستول نکالنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن شاید یہ سب کچھ یہاں نہیں ہوتا تھا۔ وہ خاموشی سے منتشر ہوگئے۔ دوسرے لوگوں کو اس صورت حال کا علم بھی نہیں ہوسکا تھا۔ لیزینا کی آنکھیں جوش مسرت سے چمک رہی تھیں۔

ان تین بازیوں میں ہم نے تقریباً اڑسٹھ ہزار روپے جیت لئے تھے اور یہ خاصی رقم تھی۔ نوٹ سمیٹ کر ہم نے جیبوں میں ٹھونسے اور پھر خود بھی کرسیاں سرکا کر کھڑے ہوگئے۔ ہال میں اسی زور

جو ہو رہا تھا میں نے سرگوشی کے انداز میں لیزینا سے پوچھا۔

"کیا ایسے حالات میں یہاں گولیاں بھی چلانا پڑ جاتی ہیں؟"

"نہیں۔ آج تک ایسا کوئی واقعہ سننے میں تو نہیں آیا۔ میرا خیال ہے خود قمار خانے والوں کو تو اس کی نوبت ہی نہیں پیش آتی۔ رہ گئے سیاح تو وہ بے چارے ہارنے کے بعد خود کو بے یار و مددگار سمجھ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔"

ہم یہ گفتگو کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ اچانک ایک میز پر کچھ ہنگامہ ابھرا۔ اور ہم ٹھٹھک گئے۔ "ایہہ جبڑے توڑ دوں گا" ایک خونخوار آواز سنائی دی۔ اور میں حیرت سے اچھل پڑا۔ کیونکہ یہ جملہ اردو میں کہا گیا تھا۔ لہجہ اپنے علاقہ کا تھا۔

پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ قدم اس طرف نہ بڑھتے۔ تیزی سے اس میز کے نزدیک پہنچ گیا۔ لمبی لمبی نوکیلی مونچھوں والا گبرو جوان ایک لمبے بالوں والے مقامی آدمی کی کلائی پکڑے ہوئے تھا۔ اور میز پر ٹھیپے بکھرے ہوئے تھے۔ لمبے بالوں والا بھی تن و توش کا آدمی تھا۔ لیکن کس کی مجال تھی کہ پنجاب کے جیالے سے کلائی چھڑا لے۔ ہاں قمار خانے کے لفنگے اس طرف چل پڑے تھے۔

"کی گل اے منڈیا؟" میں نے ٹھیٹ پنجابی میں کہا۔

"دیکھو یارو۔ اے استاداں نال وی "کیٹی" کھیڈیا اے۔" بیساختہ جواب ملا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی لمبے بالوں والے کی کلائی چھوٹ گئی تھی۔ اچانک اسے احساس ہوا تھا کہ اس دیار غیر میں۔ یہ اپنی زبان کہاں سے آ گئی۔ ٹھیپے ویپے سب بھول گیا۔ اس کی مضطرب نگاہیں مجھے تلاش کر رہی تھیں۔

"کیا بات ہے؟" قمار خانے کے بدمعاش میز کے گرد پہنچ گئے۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ بھاگ جاؤ۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور اس نے میری آواز پہچان لی۔ دوسرے لمحے وہ کرسی سے اٹھکر میرے پاس پہنچ گیا۔

"اوئے۔ توں پنجابی وچ گل کیتی؟" اس نے حیرت و خوشی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہا۔

"آہو یار۔ چھڈ اے نوں۔ ساڈے نال آ۔" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"اوئے جاؤ۔ معاف کر دیا۔ ساڈا یار مل گیا۔ ورنہ ایک ایک کو ویکھ لیتا۔" اس نے ان لوگوں کی طرف دیکھ کر بے خوف لہجے میں کہا۔ اور میرے ساتھ آگے بڑھ آیا۔ لیزینا ہمارے پیچھے چل رہی تھی۔

"پنجاب کے رہنے والے ہو دوست۔؟" میں نے پوچھا۔

"آہو یار۔ پر تسی تے انگریز لگدے او۔؟" اس نے کہا۔

"میں بھی اسی سرزمین کا باشندہ ہوں" میں نے ایک سرد سانس لے کر کہا۔

"تو گلے لگ جاؤ نا۔" اس نے رک کر دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور اس ماحول کی پرواہ کئے بغیر مجھ سے لپٹ گیا۔ میں نے بھی اس کی گرمجوشی کا جواب گرمجوشی سے دیا تھا۔ ہاں ہال کے بہت سے لوگ ہماری طرف متوجہ ہوگئے تھے۔

"آؤ یہاں سے چلیں۔ کہیں اور بیٹھ کر بات کریں گے۔"

"چلو جی چلو۔" اس نے خوشی سے باچھیں پھاڑتے ہوئے کہا اور میں نے سارے ٹھیپے لیزینا کے حوالے کر دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کار میں بیٹھ رہے تھے۔

"ساڈے ہوٹل چلو جی۔ اسی گلیشیر میں ٹھہرے ہوئے ہیں اتھے گل بات ہوگی!"

"چلو۔" میں نے کہا۔ اس وقت ایک اپنے کے مل جانے سے جو خوشی ہوئی تھی وہ بیان سے با
اور پہلی بار میں نے ایک نئے انداز سے سوچا تھا۔ وطن سے دور ہونے کے باوجود۔ وطن سے شکا
کے باوجود' وطن سے رشتے نہیں ٹوٹتے ہیں۔ آج بھی اس مٹی کا خون رگوں میں گردش کر رہا ہے
پانچ دریا بہتے ہیں۔

کار کی ڈرائیونگ سیٹ لیزینا نے سنبھال لی تھی اور ہم دونوں عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ "
دوست۔ کیا نام ہے تمہارا۔۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"سردار علی۔" اس نے جواب دیا۔

"یہاں کب سے ہو سردارے۔؟" میں نے پوچھا۔

"اس جگہ وینس میں تو صرف دو ہفتے ہوئے ہیں۔"

"کیا کرتے ہو؟"

"بس جی آوارہ گردی۔ اپنا کوئی کام نہیں ہے ویسے الیکٹرک انجینئرنگ کا کام سیکھا ہے۔ پر ا
کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ تھوڑا بہت کام کر لیا اور آگے بڑھ گئے۔"

"خوب زندگی ہے۔ پنجاب کب چھوڑا۔؟"

"آتے جاتے رہتے ہیں جی۔ اب تو تین مہینے ہو گئے ہیں۔"

"پنجاب کے کس علاقے کے رہنے والے ہو؟"

"او جی لوہاری گیٹ۔ آگے کہنا بیکار ہے۔ انٹرنیشنل جگہ ہے" اس نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئ
نگاہوں میں گھوم گیا۔ اور ذہن بہتا ہوا آگے بڑھنے لگا! اور پھر جہلم کا لمبا پل آنکھوں میں رچ گیا۔ اور
ایک سرد آہ نکل گئی۔

"تسی بھی تو اپنے بارے میں بتاؤ۔" اس نے کہا۔

"میں جہلم کا رہنے والا ہوں۔"

"او جیو۔ تمہارے لمبے تڑنگے قد سے پتہ چلتا ہے۔ خاص جہلم کے؟" اس نے خوش ہو
پوچھا۔

"ہاں۔ سرائے عالمگیر کا سمجھ لو۔"

"طبیعت خوش ہو گئی یار۔ ادھر ہی رہتے ہو۔؟"

"ہاں۔!" میں نے کچھ مصلحتیں بھی اپنائیں۔

"شادی کر لی ہے۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"مزے کرو یار۔ ذرا بھابی کو بتانا اگلے چوراہے سے موڑ لے"

"ہمیں گلیشیر چلنا ہے لیزینا۔" میں نے کہا اور لیزینا نے گردن ہلا دی۔ وہ خاموشی سے ڈرائیو کر
تھی۔ ظاہر ہے ہماری گفتگو اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہوگی۔

گلیشیر ایک درمیانے قسم کا ہوٹل تھا۔ سردار کا کمرہ بھی معمولی تھا۔ لیکن اس کا خلوص بہت بڑ

بھی ہمارے مل جانے سے بہت خوش تھا۔ جو کچھ اس سے بن پڑا اس نے ہماری خاطر مدارات کی اور کافی
دیر تک اس کے پاس بیٹھنے کے بعد ہم نے اجازت طلب کی۔

"دل تو نہیں بھرا یار۔ مگر۔ خیر۔" اس نے کہا۔

"کل تم ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔"

"کیوں نئیں جی۔ بھابی کے ہاتھ کا کھانا تو ضرور کھائیں گے۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"بس تو کل میں تمہیں لینے آجاؤں گا۔"

"کس وقت یار۔؟" اس نے بے تکلفی سے کہا۔

"شام کو سات بجے۔"

"ارے۔ پورا دن انتظار کرنے پڑے گا۔ مگر خیر۔ ٹھیک ہے میں تیار ملوں گا" سردار نے کہا۔ اور پھر وہ
ہمیں نیچے تک چھوڑنے آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس چل پڑے۔

"آپ کا کوئی پرانا دوست تھا مسٹر نواز۔؟" راستے میں لیزینا نے پوچھا۔

"ہاں۔ دوست ہی سمجھ لو۔ وہ میرا ہموطن تھا۔"

"آپ لوگ ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"کیا تمہیں اپنے ہموطنوں سے پیار نہیں ہے لیزینا؟"

"ہے۔" اس نے مختصراً کہا۔

"اس کے بدن سے میرے وطن کی خوشبو آتی ہے۔ تمہیں کیا معلوم لیزینا۔ میرا دیس کیا ہے۔"

"دیکھا نہیں۔ مگر اندازہ لگا سکتی ہوں۔ در حقیقت بہت پیارا ہوگا۔ بالکل آپ کی طرح۔" لیزینا نے
کہا۔

"اوہ۔ شکریہ لیزینا۔ میرے بجائے میرے دیس کی تعریف کرو' میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

"آپ کو دیکھ کر ہی تو آپ کے دیس کے بارے میں جانا ہے۔" اس نے کہا۔

"نہیں لیزینا۔ نہیں۔ میرے دل پر سخت چوٹ لگی ہے۔ مجھے دیکھ کر میرے دیس کا اندازہ مت لگاؤ۔
میں تو اپنے وطن کی پیشانی کا داغ ہوں۔ نہیں لیزینا نہیں۔" میں نے تڑپ کر کہا۔ اور وہ یک دم خاموش
ہو گئی۔ پھر گھر تک خاموش رہی۔ کوٹھی کا ماحول پر سکون تھا کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔
کھانا وغیرہ ہم کھا چکے تھے۔ میں نے اپنی خواب گاہ میں جا کر لباس تبدیل کیا اور پھر کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ
وہ ہاتھوں پر شراب کی ٹرے اٹھائے اندر آ گئی۔ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔

"آج اس کی ضرورت نہیں ہے لیزینا۔"

"آپ تھکے ہوئے ہیں مسٹر نواز۔؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"آپ الجھے ہوئے ہیں مسٹر نواز۔" اس نے اسی انداز میں کہا۔

"شاید۔! شاید تمہارا خیال درست ہو۔"

"تو شراب لیں۔"

"میں شراب کا عادی نہیں ہوں لیزینا۔"

"میں نے محسوس کیا تھا۔ لیکن۔ آپ اس قدر الجھے ہوئے کیوں ہیں مسٹر نواز؟۔ آپ اس قدر الجھے ہوئے کیوں ہیں؟" وہ میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔ شراب کی ٹرے اس نے میز پر رکھ دی تھی۔

"یہاں نہ بیٹھو لیزینا۔" میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اٹھایا اور وہ میرے روبرو ہو گئی۔

"میں آپ کو چاہنے لگی ہوں مسٹر نواز۔ میں آپ کو پسند کرنے لگی ہوں مسٹر نواز۔" اس نے بانہیں گردن میں بانہیں ڈال دیں اور اس کے بعد میں خود کو کنٹرول نہیں کر سکتا تھا۔ وینس کی پہلی لڑکی مجھے دعوت دے رہی تھی۔ اور پھر لیزینا تو میرے پروگرام میں شامل تھی۔

"تم بہت پیاری ہو لیزینا۔ تم بہت پیاری ہو۔" میں نے اسے لپٹا لیا۔ اور لیزینا شرمسار ہو گئی۔ ... احساس نہیں تھا کہ وہ مجھ سے اس قدر متاثر ہے۔ اس نے خود کو میرے سپرد کر دیا۔ وہ میری چاہت ... توجہ حاصل کرنا چاہتی تھی اور وینس کی لیزینا' مجھے بہت پسند آئی۔

گو وہ بھی عورت تھی۔ لیکن دیس دیس کی عورت کچھ خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں۔ میں اس کی ... کا پہلا مرد نہیں تھا۔ اس نے اس کا اعتراف کیا۔ لیکن اس نے یہ اعتراف بھی کیا کہ میں اس کی زندگی ... پسندیدہ مرد ہوں۔

جذبات کی دنیا سے نکل کر ہم پرسکون ہو گئے۔ وہ میرے بازو پر سر رکھے لیٹی تھی۔ میں نے مسکرا... ہوئے اس سے کہا۔ "لیزینا۔ اگر سی کا کو معلوم ہو جائے؟"

"کینہ پرور عورت ہے۔ اسے معلوم ہو جائے گا۔ لیکن وہ مجھے کوئی بڑی سزا نہیں دے سکتی۔"

"تم اس سے کہہ سکتی ہو کہ یہ میری خواہش تھی۔"

"ہاں۔ وہ تمہارے سامنے بے بس ہے۔ لیکن کیا یہ حقیقت ہے۔؟" اس نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں؟"

"اوہ۔ نواز۔ تمہیں دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ دوں اور۔ اور۔ بس تمہارے ساتھ ... زندگی بھر کے لئے۔"

"یہ تمہارے لئے فائدہ مند نہیں ہو گا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔ میں جانتی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ اور پھر بعض اوقات دل کی باتیں عقل سے ... ہیں۔"

"یقیناً"۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"کل سویٹا تمہارے ساتھ تھی؟" اچانک اس نے کہا۔

"اوہ۔ ہاں۔ وہ احمق لڑکی!"

"کیا۔ نواز۔؟ کیا۔؟"

"نہیں لیزینا۔ وہ اس قدر احمق تھی کہ میں اس سے بور ہو گیا"

"لیکن تم اسے سی کا کی مرضی کے خلاف لائے تھے۔"

"ہاں۔ صرف اسے ذلیل کرنے کے لئے۔"

"میں جانتی ہوں۔ لیکن نواز۔ مجھے اس لڑکی سے بہت ہمدردی ہے۔ وہ شاید زندگی بھر کسی

مرد کو ملتفت نہ کر سکے۔"

"کیوں؟"

"تم جانتے ہو۔ وہ شدت سے احساس کمتری کا شکار ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ پوری زندگی میں کوئی مرد اسے پسند کر سکتا ہے۔ اور پھر کوئی خوبصورت مرد۔ اس کا خیال ہے کہ کوئی بھی مرد اس سے اظہار عشق کر کے صرف اس کا مذاق اڑائے گا۔ کون اسے اپنی خلوت میں پسند کرے گا۔"

"اوہ۔ لیکن لیزینا۔ اگر کوئی مرد اسے ایک رات دیدے۔ تو پھر شاید زندگی اس کے لئے اور کٹھن ہو جائے۔"

"میرا خیال اس سے مختلف ہے نواز۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اگر اسے احساس ہو جائے۔ کہ وہ بھی چاہی جا سکتی ہے وہ بھی پسند کی جا سکتی ہے تو اس میں تبدیلیاں آجائیں گی۔ یقیناً" نواز اس کے دل سے احساس کمتری دور ہو جائے گا۔ اور پھر ممکن ہے اس کی زندگی کی ڈگر بدل جائے۔"

میں لیزینا کی بات پر غور کرنے لگا۔ درحقیقت ایک پہلو یہ بھی تھا۔ کیا حرج تھا۔ دوسری رات سویٹا کے ساتھ سہی۔! کیا تم اس کی سفارش کر رہی ہو لیزینا؟"

"ہاں۔ یونہی سمجھ لو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔

"میں جانتی ہوں۔ کینہ پرور سی کاریفا مجھے کسی نہ کسی طور پر تمہارے پاس آنے سے روک دے گی۔ آج کی رات بھی وہ انگاروں کے بستر پر گزار رہی ہو گی۔ اس قسم کی عورت ہے وہ۔ لیکن کل اسے ایک اور ذلت ملنی چاہئے۔"

"خوب۔ تو یوں کہو کہ سویٹا کی سفارش میں تمہارا مفاد بھی ہے۔"

"میں اس مغرور عورت کو پسند نہیں کرتی نواز۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس کے غرور کو پاش پاش کر دوں گا لیکن۔ لیزینا۔ تم اگر پسند کرو۔ تو کل رات کی قیمت بھی آج ہی وصول کر لو۔" میں نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"نواز۔!" وہ شدت جذبات سے مغلوب ہو کر مجھ سے لپٹ گئی اور میں اسے دوسری رات کی ادائیگی کرنے لگا۔

دوسرے دن صبح کے دس بجے سی کاریفا کا فون ملا۔ جس کی اطلاع ایک ملازم نے مجھے دی۔ لیزینا نہ جانے کہاں گئی تھی۔ میں ابھی جاگا تھا۔

"لیزینا کہاں ہے؟" میں نے ملازم سے پوچھا۔

"کچن میں جناب۔"

"اسے میرے پاس بھیج دو۔"

"مادام سے کیا کہوں؟" ملازم نے پوچھا۔

"ان سے کہو۔ تھوڑی دیر کے بعد فون کریں۔ میں ابھی جاگا ہوں۔" میں نے کہا اور ملازم گردن جھکا

کر چلا گیا۔ مجھ پر کسل طاری تھی۔ لیزینا بیڈ ٹی لیے ہوئے میرے کمرے میں داخل ہو گئی۔ اس کا چہرہ
کی طرح شگفتہ تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرا پڑی۔

"ہیلو نواز۔؟" اس نے دلکش آواز میں کہا۔

"ہیلو۔ میں بیڈ ٹی نہیں لوں گا۔" میں نے کہا۔

"کیوں۔؟"

"ہم پنجابی لوگ منہ دھوئے بغیر کچھ نہیں کھاتے پیتے۔"

"تو پھر باتھ روم ہو آؤ۔"

"ہاں۔ جاتا ہوں۔ ابھی سی کا کا فون آیا تھا۔"

"ارے۔ کب؟"

"چند منٹ قبل۔"

"کیا کہہ رہی تھی۔؟"

"میں نے رسیو نہیں کیا۔ ملازم نے بتایا تو نہیں میں نے کہہ دیا کہ تھوڑی دیر کے بعد فون کرے
ابھی جاگا ہوں۔"

"اوہ۔" لیزینا نے تشویشناک انداز میں کہا۔ پھر بولی۔ "آپ باتھ روم ہو آئیں مسٹر نواز۔ میں اس
کو فون کر لوں۔"

"کیوں؟"

"پلیز نواز۔ یہ ضروری ہے۔"

"میرے سامنے کرو۔" میں نے کہا اور وہ ہنس دی۔ میں نے سلیپنگ گون بدن پر ڈالا اور اس کے
ساتھ دوسرے کمرے میں آ گیا۔ لیزینا نے فون پر سی کا کے نمبر ڈائل کیے۔ ویسے اس کے چہرے پر
پن آ گیا تھا۔ جو غالباً خوف کی وجہ سے تھا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے شاید سی کا کی آواز ہی سنائی دی تھی۔

"میں لیزینا ہوں مادام۔" لیزینا نے کہا۔ میں نے ریسیور سے کان لگا لیا تھا۔

"کیا بات ہے؟" دوسری طرف سے سخت آواز سنائی دی۔

"آپ؟ آپ نے چند ساعت قبل فون کیا تھا؟"

"تم کہاں تھیں؟"

"کچن میں تھی مادام۔ ملازم بدبخت نے مجھے بتایا بھی نہیں۔"

"نواز کہاں ہے۔؟"

"ب۔ باتھ روم میں ہیں مادام۔" لیزینا نے سہمے ہوئے لہجے میں جھوٹ بولا۔

"ہوں۔ کیا تم زندگی بھر اس کے ساتھ رہو گی؟"

"مم۔ میں نہیں سمجھی مادام۔"

"واپس آنے کا پروگرام نہیں ہے؟"

"آپ حکم دیں تو حاضر ہو جاؤں مادام۔؟" لیزینا نے کہا۔

"دل بھر گیا ہو تو آ جاؤ۔ ویسے رات کیسی گزری۔؟" سی کا کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"ج۔ جی۔" لیزینا ہکلا کر رہ گئی۔

"کیا رات کو تم اس کی خواب گاہ میں رہی ہو؟"

"ج۔ جی مادام۔" لیزینا نے کہا۔

"اس کے بستر میں۔؟"

"جی۔!" لیزینا کے منہ سے ایک طویل سانس نکل گئی۔

"خوب۔ کسی کی اجازت سے؟"

"ی۔ یہ مسٹر نواز کا حکم تھا مادام۔"

"اور تمہاری خواہش۔ خیر یہ تمہارا ذاتی فعل ہے۔ مسٹر نواز سے کہہ دو مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ کیا
وں نے ناشتہ کر لیا؟"

"ابھی نہیں مادام۔"

"تو کیا پوری رات جاگتے رہے ہو تم لوگ؟" سی کا نے کہا اور لیزینا اس بات کا جواب نہیں دے

"بہرحال میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔" سی کا نے کہا اور فون بند کر دیا۔ لیزینا نے ایک گہری سانس
کر ریسیور رکھ دیا اور پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"خوفزدہ ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے گردن ہلائی۔ "لیکن کہہ چکی ہوں کہ اس رات کی ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔" وہ
ایک مسکراہٹ سے بولی۔

"لیکن وہ اسے تمہارا ذاتی مسئلہ قرار دے چکی ہے۔"

"ہاں اس کی نفرت کا شکار ہونے سے کون مجھے روک سکے گا!؟"

"کیا میں مقامی انچارج تبدیل کرنے کی سفارش کروں؟"

"نہیں مسٹر نواز۔ اتنے سخت قدم کی ضرورت نہیں ہے۔ اور پھر وہ بہت اہم ہے کیونکہ اعلیٰ حکام کو اپنی
مٹھی میں لئے ہوئے ہے۔"

"تمہاری مرضی۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ وہ مجھے قتل تو نہ کر دے گی۔ آیئے ناشتہ کر لیں۔"

"تم جاؤ۔ میں ناشتہ کر لوں گا۔" میں نے کہا۔

"آپ محسوس تو نہیں کریں گے مسٹر نواز؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ویسے میں اسے بہت اذیت دوں گا اس بات کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ تم جاؤ۔ میں
نہانے کے بعد ہی اس سے گفتگو کروں گا۔"

"بہت بہتر۔" اس نے کہا۔ پھر اس نے مجھ سے لپٹ کر ایک طویل بوسہ لیا۔ اور باہر نکل گئی۔ میں ایک
سانس لے کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔
غسل تنہائی کیا گیا اور اس کے بعد میں سگریٹ پیتے ہوئے آئندہ پروگرام بنانے لگا۔ وینس میں آتے ہی
لا کا چکر شروع ہو گیا تھا اور ابھی تک وہی چل رہا تھا۔ حالانکہ سی کا ریفانے سوبیتا کے اڈے کے بارے

میں بتلایا تھا۔ میرے فرائض میں تھا کہ میں اس کے لئے کام کروں اور میں نے پروگرام بھی بنایا تھا
کا کی وجہ سے کچھ ایسی فضا قائم ہو گئی تھی کہ ابھی تک کام نہیں شروع ہو سکا تھا۔

بہرحال کام بھی شروع ہو جائے گا۔ ابھی ایسی کیا جلدی ہے۔ بہت سے معاملات میں تو میں خود
تھا مجھے اب اس بات کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ پھر میں نے سردار کے بارے سوچا۔ اپنے دیس کے
سے بہت عرصے کے بعد ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اس کی دعوت کی تھی اس کا انتظام بھی یہیں کر
گا! لیکن سی کا۔؟ سب سے پہلا مرحلہ سی کا' ہی کا ہے۔ اور میں اسے ہر قیمت پر انجام دینا چاہتا تھا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اور اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے اٹھ کر ریسیور اٹھالیا۔ "ہیلو!" میں نے بڑے مط
میں کہا۔

"مسٹر نواز۔؟" دوسری طرف سے سی کا کی آواز سنائی دی۔

"یس مادام سی کا۔؟"

"کیسے ہیں آپ؟"

"بہت خوش۔ بہت مطمئن۔"

"مجھے مسرت ہے کہ وینس میں آپ خوش ہیں۔"

"آپ کی عنایت ہے مادام سی کا۔"

"کیا میں آپ کو لینے آجاؤں؟"

"آجایئے۔"

"میں پہنچ رہی ہوں۔"

"اوکے!" میں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ جس وقت تک سیکا پہنچی میں سوچتا رہا کہ اس ے
رکھوں اور میں نے اس کے لئے تعین کرلیا۔

سی کا حسب معمول ایک خوش رنگ لباس میں آئی تھی۔ نئی امیدیں چہرے پر سجائے ہو
رنجشیں بھلا کر۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا تھا۔

"میں آپ میں نمایاں تبدیلیاں محسوس کر رہی ہوں مسٹر نواز؟"

"آپ کا احساس ہے ورنہ میں تو یکساں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"آج کیا پروگرام ہے مسٹر نواز؟" اس نے نہ جانے کس امید سے پوچھا۔

"آپ سے سوبیتا کے بارے میں مکمل معلومات درکار ہیں۔" میں نے کہا اور سی کا کے چہر
تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اس کے بعد مکمل پروگرام بنائیں گے۔" میں نے جملہ پورا کر دیا۔ چند ساعت
نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ غالباً" سوچ رہی ہو گی کہ آخر میں خود کو کیا سمجھتا ہوں یا اسے عورت
کیوں تیار نہیں ہوں۔

بہرحال اس نے پھر سنبھالا لیا اور بولی۔ "ابھی آپ کو وینس آئے ہوئے دن ہی کتنے ہوئے
روز آرام کریں' اس کے بعد کام شروع کر دیں۔"

"آپ نے یہاں آتے ہی اتنا عمدہ ریسیپشن دیا ہے مادام سی کا کہ ساری تھکن اتر گئی ہے

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں مسٹر نواز۔ ابھی میرے ساتھ تو آپ نے کچھ وقت نہیں گزارا۔" اس

"یہ مکان بھی آپ ہی کا ہے۔ اور یہاں کے لوگ بے حد مہمان نواز ہیں۔"

"بہرحال آج آپ میرے ساتھ دن گزاریں گے۔"

"شام کو میں نے اپنے ایک دوست کو دعوت دی ہے ساڑھے سات بجے اسے یہاں لانا ہے اس سے
قبل جو آپ حکم دیں میں حاضر ہوں۔"

"آیئے وینس دیکھیں۔"

"کل تقریباً" تمام جگہوں پر مس لیزینا کے ساتھ گھوم چکا ہوں۔"

"لیزینا پسند آئی۔؟" اس نے براہ راست سوال کر دیا۔

"بے حد دلکش عورت ہے۔" میں نے جھوم کر کہا۔ اور یہ ایک اور تازیانہ تھا جسکی چوٹ سی کا کے
چہرے پر نظر آئی۔ لیکن برداشت کے علاوہ اور کیا کر سکتی تھی۔ بہرحال اس وار کو بھلانے میں بھی اسے کئی
ث لگے۔ اور پھر مسکرانے لگی۔

"کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے مسٹر نواز۔ کرنسی وغیرہ موجود ہے۔"

"ہاں' کل مونٹی کارلو کے ایک قمار خانے سے کافی رقم مل گئی تھی۔"

"کیا مطلب؟" وہ حیرت سے بولی۔

"میرے ملک کی کرنسی میں تقریباً" ستر ہزار روپے"

"آپ جیت کر لائے؟" اس نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"لیزینا بھی ساتھ تھی۔"

"ناقابل یقین بات ہے۔"

"تصدیق کرلیں۔"

"نہیں نہیں۔ لیکن یہ ان قمار خانوں کے اصول کے خلاف ہے۔"

"میں نے وہاں اپنا اصول چلایا تھا۔"

"یقیناً" سخت حیرت انگیز بات ہے' بہرحال میری طرف سے مبارکباد قبول کریں۔"

"یہ مبارکباد آپ لیزینا کو دیں۔"

"کیوں۔؟" وہ پھر تعجب سے بولی۔

"جیتی ہوئی رقم میرے لئے غیر دلچسپ ہے وہ اسی کی ہو گی۔"

"اوہ۔ مسٹر نواز۔ براہ کرم ایسا نہ کریں۔ یہ بات گروہ کے مفاد کے خلاف ہو گی۔"

"کیوں۔؟"

"ممکن ہے اتنی رقم کی مالک بننے کے بعد وہ گروہ کے لئے اتنی سرگرم نہ رہے جتنی رہتی ہے۔"

"یہ بات اسے میں سمجھا دوں گا۔"

"آپ کی مرضی۔ بہرحال ایک رات کی قیمت اسے بہت زیادہ ملی ہے۔ اب تو آپ کے ساتھ دوسری
رات بھی گزارنے کی خواہشمند ہو گی۔" اس نے طنزیہ مسکراہٹ سے کہا۔

"میرا دوست جب یہاں آئے تو اس کی موجودگی ضروری ہے اس کے بعد آپ اسے لے جاسکتی ہیں ہاں ایک فرمائش ضرور کرونگا۔"

"وہ کیا؟"

"آج رات سوینا کو بھیج دیں۔"

"مسٹر نواز۔ مسٹر نواز آپ کیا ہیں۔؟" وہ گردن جھٹکتے ہوئے بولی۔

"انسان ہوں مادام سی کا! آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دنیا کے سب سے انوکھے انسان۔"

"یہ صرف آپ کا خیال ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"آیئے۔ اٹھئے تو۔ گھر میں کب تک بیٹھے رہیں گے۔" اس نے کہا اور میں نے شانے ہلا دیئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم تیار ہو کر چل پڑے لیزینا کے ساتھ وینس دیکھ چکا تھا۔ آج بھی انہیں تمام چیزوں کو دیکھا ایک بات خاص طور سے محسوس کی۔ کل لیزنا ساتھ تھی لیکن اتنی نگاہیں کل ہم دونوں پر نہیں تھیں، جتنی آج۔ درحقیقت سی کاریفا۔ دوشیزگی کی حدود سے نکلنے کے باوجود کافی دلکش تھی اس میں اپیل تھی جسے نظر انداز کرنا مشکل کام تھا۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا مادام ریفا۔"

"کونسی بات کا۔؟" اس نے پیشانی پر آنے والے بال ایک مخصوص ادا سے سمیٹتے ہوئے کہا۔

"کیا آج رات سوینا۔؟"

"ضرور مسٹر نواز۔ میں آپ کے حکم کی تعمیل سے انکار کیسے کر سکتی ہوں۔؟"

"شکریہ۔"

"آپ کے دوست کے لئے بھی انتظام کرنا ہوگا؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ مجھ سے اس قدر بے تکلف نہیں ہے۔"

"مقامی ہے؟"

"نہیں۔ میرے وطن کا ساتھی۔ میرے لئے اجنبی ہے لیکن پردیس میں ہم وطن اجنبی نہیں ہوتا۔"

"درست خیال ہے آپ کا۔ ویسے اگر آپ ہمیں بھی دعوت دے دیں تو ہم بھی آجائیں۔ آپ کے دوست سے ملاقات کرلیں گے۔"

"آپ تو میزبان ہوں گی مادام ریفا۔"

"گویا اجازت ہے۔" اس نے کہا۔

"یقیناً۔" میں نے کہا اور نہ جانے کیوں وہ خاموش ہوگئی۔ بہرحال شام چھ بجے تک اس کی نشست رہی۔ اس دوران اس نے ٹیلی فون کرکے شام کی دعوت کے انتظامات کی ہدایت کردی تھی۔ جب میں واپس اس کے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر پہنچا تو سب ملازم مستعد تھے لیزینا اور سوینا بھی وہیں تھیں اور بڑی تندہی سے دعوت کے انتظامات میں مصروف تھیں۔ وینس کی تمام اعلیٰ ڈشیں تیار تھیں۔

میں ان انتظامات کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"میں نے ایک آدمی کی دعوت کی ہے مادام سی کا۔"

"آپ کے دوست کی دعوت آپ کے شایان شان ہونی چاہیے مسٹر نواز۔" سی کا نے مسکراتے ہوئے کہا "بہرحال آپ نے زبردست اہتمام کرڈالا۔" میں اور سی کا ڈرائنگ روم میں آبیٹھے۔ "ساڑھے سات بجے میں اسے لینے جاؤں گا مادام سی کا۔"

"ضرور۔ اگر آپ کہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔"

"سوری مادام۔ دراصل اس نے لیزینا کو میری بیوی سمجھا تھا میں نے بھی تردید نہیں کی۔ چنانچہ لیزینا کو اس کے سامنے یہی کردار ادا کرنا ہے میں اسے ساتھ لے جاؤں گا۔"

کتنے نشتر تھے جو میں اس کے دل میں چبھوتا تھا۔ ہر زخم کاری ہوتا تھا اور سی کا تڑپ کر رہ جاتی تھی۔ بہرحال وہ بے بسی سے گردن ہلا کر رہ گئی۔ "آپ لیزینا کو حکم دیں کہ دوسرے کام چھوڑ کر تیاری کرلے۔"

"بہتر۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر نکل گئی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اپنے ترکش کا ایک بھی تیر باقی نہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس سے زیادہ اس کے پندار کو اور کیا ٹھیس پہنچاتا۔ لیزینا جب میرے ساتھ چلی تو سخت حیران تھی۔! آپ۔ آپ دنیا کے سب سے انوکھے انسان ہیں مسٹر نواز' وہ کرتے ہیں جو ممکن نہیں ہوتا۔" اس نے عمارت سے نکلتے ہوئے کہا۔ "کیوں۔؟" ایسی کونسی بات ہوئی۔"

"باتیں تو بہت سی ہو چکی ہیں لیکن اس وقت مادام سی کا نے میرے لباس کا انتخاب کیا تھا۔ انہوں نے میرا میک اپ بھی درست کیا تھا۔ اور اس وقت ان کا انداز بھی بہت نرم تھا۔"

"خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن سی کاریفا کے اس اقدام کے بارے میں میں نے بھی سوچا تھا۔ کیا اس نے کوئی دوسری اسکیم بنائی ہے؟

☆ ☆ ☆

گلیشیر کے سامنے لزینا نے کار روک دی' اور پھر ہم دروازہ لاک کرکے نیچے اتر آئے۔ منچلا سردارے شلوار اور قمیض میں ملبوس ہمارا منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی خوشی سے کھل اٹھا!

"آجا یارا۔ مینوں یقین سی کہ تسی ٹھیک وقت تے آؤ گے۔"

"سچ سردارے؟" میں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ایہدے وچ جھوٹ دی کی گل اے۔ پنجاب دے پت اک دوجے نوں دھوکا نئیں دے سکدے!"

"چل سردارے" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ سردارے کی باتیں میرا دل دکھا رہی تھیں۔ وہ نہ جانے میرے بارے میں کیا کیا سوچ رہا تھا۔ حالانکہ جو کچھ میں تھا' اسے نگاہ میں رکھ کر اپنے وطن کا نام لیتے ہوئے بھی ہونٹ کانپ جاتے تھے۔ سردارے کو لے کر ہم نیچے اتر آئے۔ اور پھر میں نے سردارے کے لیے کار کا دروازہ کھول دیا۔ سردارے اندر بیٹھ گیا۔ اور جب میں اس کے برابر بیٹھنے لگا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بھابی دے نال بیٹھو۔ ناراض ہو جائے گی۔" میں بھی ہنسنے لگا لزینا نے کار آگے بڑھادی تھی۔

"سناؤ یار۔ کاروبار کیسا چل رہا ہے۔ کیا کرتے ہو؟" سردارے نے پوچھا۔ "ٹھیک ہے سردارے۔ امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس ہے۔ زیادہ تر ملک سے باہر رہنا پڑتا ہے۔"

"پاکستان سے کب آئے تھے؟"

"عرصہ ہوا۔"

"واپس نہیں گئے؟"

"نہیں!" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اپنے وطن کی کیا بات ہے یار۔ ان جگمگاتی ہوئی بستیوں میں سب کچھ ہے۔ اپنے وطن کی سی سادگی، اپنے دیس کا سا حسن نہیں ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو سردارے۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ لزینا کے کان ہماری گفتگو کی طرف لگے ہوئے تھے، لیکن ظاہر ہے اس کی سمجھ میں کیا آ رہا ہو گا۔ میں سردارے کو لے کر اس خوبصورت عمارت میں آ گیا، جو میری قیام گاہ تھی۔ سیکا ایک اعلیٰ لباس میں ہمارے استقبال کے لیے موجود تھی، سردارے کار سے اتر آیا اور سیکا مسکراتی ہوئی آگے بڑھی!

"اے تہاڈی بیوی دی اماں اے؟" سردارے نے پوچھا۔ اور میں ہنس پڑا۔ اگر سیکا پنجابی سے واقف ہوتی تو اس وقت نہ جانے اس کا کیا حال ہوتا!

"نہیں سردارے۔ یہ میری دوست ہیں۔"

"بلے بلے بڑی زوردار دوست ہے۔"

"آؤ۔۔۔۔۔۔ میں تمہارا تعارف کراؤں۔" میں نے سردارے سے کہا اور سیکا کے نزدیک پہنچ گیا۔ "سینورا سیکا۔ یہ میرا دوست سردار علی ہے۔ اور سردار علی یہ میری دوست سیکا!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر!" سردارے نے صاف انگریزی میں کہا۔ اور مجھے پہلی بار معلوم ہوا کہ سردارے پڑھا لکھا آدمی ہے۔ سیکا نے بھی اسے خوش آمدید کہا تھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولی۔ "مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ آپ کے وطن کی خوبی ہے آپ کے یہاں کے لوگ بڑے ترو تازہ ہوتے ہیں۔ زندگی سے بھرپور۔ آپ کے دوست سے مل واقعی خوشی ہوئی ہے۔"

"شکریہ مادام سیکا۔۔۔۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آیئے مسٹر سردار۔۔۔۔۔۔" سیکا نے کہا اور سردار علی اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ لزینا مجھے دیکھ کر مسکرائی تھی۔ لیکن پھر ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔ اسے خطرہ تھا کہ سیکا دیکھ نہ لے۔ سردارے کی خاطر مدارت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ وہ بہت متاثر ہوا تھا۔ سیکا اس کے سامنے بچھی جا رہی تھی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس نے اس دوران لزینا کا بھی خاص خیال رکھا تھا۔ ایک بار بھی اس پر حکم چلانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ گویا وہ سردارے کے سامنے میری بیوی کی حیثیت سے اس کا احترام کر رہی تھی۔ اور پھر سردارے نے اجازت مانگی اور رخصت ہوتے ہوئے اس نے کہا۔ "تیرا شکریہ نواز۔۔۔۔۔۔ اللہ تجھے بہت دے۔ یار میری اتنی حیثیت نہیں ہے کہ تیری دعوت کر سکوں۔۔۔۔۔۔ مگر، اگر تو کل میرے نال چائے پی لے تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔"

"تیری بہت بڑی حیثیت ہے سردارے۔ کل میں اور میری بیوی تیرے ہاں چائے پر آئیں گے۔ اس کے علاوہ بھی مجھے تجھ سے بات کرنی ہے۔ کل دن میں ہوٹل پر ملے گا؟"

"دن میں مشکل ہے۔ شام ہی کو ملوں گا۔"

"میں پانچ بجے پہنچ جاؤں گا۔"

"انتظار کروں گا۔" سردارے نے کہا اور پھر وہ مجھ سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ سیکا اور لزینا پیچھے کھڑی تھیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کا شکریہ ادا کیا۔ "شکریہ کی کیا بات ہے مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ آپ کا مہمان ہمارے لیے بڑی حیثیت رکھتا ہے۔" سیکا نے کہا اور پھر وہ لزینا کی جانب دیکھ کر بولی۔

"جاؤ لزینا۔۔۔۔۔۔ آج مسٹر نواز کو تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

"یس مادام۔۔۔۔۔۔!" لزینا نے ادب سے کہا اور پھر وہ چلی گئی۔ سیکا میرے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گئی تھی۔ "بڑا خوش مزاج نوجوان تھا۔" سیکا نے کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔ پنجاب کے جیالوں کے چہرے ہمیشہ مسکراتے رہتے ہیں۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے مسٹر نواز؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ مجھے سوبیتا کے بارے میں تفصیل بتائیں مادام۔" میں نے وہی ایک رٹ لگائی۔

"اتنی کیا جلدی ہے نواز؟" سیکا نے سلگتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں جلد از جلد کام ختم کر لینا چاہتا ہوں سی کا ریفا۔ کام ختم کر لینے کے بعد اگر وقت مل سکا تو پھر کچھ روز آپ کے ساتھ وینس میں گزاروں گا!"

"میں آپ کو کام سے تو نہیں روک رہی۔" سیکا بولی۔

"میں نے تو نہیں کہا ہے۔"

"مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔" سیکا اب بھی جذباتی کیفیت میں مبتلا تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مجھے گولی سے اڑا دے۔ وہ اپنے آپ کو نرم بھی رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن اندر سے کھول رہی تھی۔ "جی مادام سیکا"

"آپ۔۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔۔ مجھ سے ناراض ہیں؟"

"نہیں مادام سیکا۔ یہ اندازہ آپ نے کس طرح لگایا؟"

"آپ مجھ سے اجتناب برت رہے ہیں۔" بالآخر وہ کہہ بیٹھی۔ لیکن میں نے اس کے اس اظہار کا بھی نوٹس نہیں لیا۔۔۔۔۔۔ اور حیرت زدہ انداز میں بولا۔

"آپ کا وہم ہے مادام۔۔۔۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن نہ جانے سوبیتا کے بارے میں بتاتے ہوئے آپ کیوں جھجک رہی ہیں۔" آخر میں، میں نے خشک انداز اختیار کیا۔ اور سیکا ریفا کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ نہ جانے کس طرح اس نے خود پر قابو پایا تھا۔ ویسے یقینی بات تھی کہ اسے میرے رویے کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔ اور اس نے اپنے آپ میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر کے حالات کا جائزہ لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن یہاں آج بھی وہی کیفیت رہی تھی۔ چنانچہ آج شاید وہ پورے طور سے بدل گئی ہو۔ لیکن کیا کہہ سکتی تھی۔ تھوڑی دیر پیچ و تاب کھاتی رہی۔ پھر آنکھیں بند کر کے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرتی رہی، اور بالآخر کامیاب ہو گئی، تب اس نے آنکھیں کھولیں اور سپاٹ نگاہوں سے میری جانب دیکھتی رہی۔ "سوبیتا سان مشل کے قبرستان کے نزدیک ہے۔ ایک الگ تھلگ مقام ہے۔ کیمپوں میں ٹھہرنے والے آوارہ گرد بالآخر ادھر کا ہی رخ کرتے ہیں۔ کیمپوں میں سوبیتا کے ایجنٹ گھومتے رہتے ہیں۔ جو انہیں وہاں کا پتہ بڑے دلکش انداز میں بتاتے ہیں۔ ہپیوں کے قیام کے لیے بھی سوبیتا میں معقول بندوبست ہے۔"

"سان مشل۔۔۔۔۔۔" میں نے دہرایا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔"

"ٹھیک ہے مادام سیکا۔۔۔۔۔۔ آپ کو کچھ تکلیف دوں گا۔"

"فرمایئے۔"

"مجھے میک اپ کے سامان کی ضرورت پڑے گی۔"

"فہرست بنادیں۔"

"آپ یاد کرلیں ــــ اور اگر لکھنا چاہیں تو لکھ لیں۔" میں نے کہا اور اسے چند چیزیں گنادیں۔"
کب تک ان کی ضرورت پڑے گی؟"

"کل اول وقت میں۔"

"بہتر ــــ گیارہ بجے تک؟"

"ہاں ٹھیک ہے۔"

"میں پہنچادوں گی۔ مجھے اجازت ــــ؟"

"بہت بہت شکریہ ــــ" میں نے رسمی انداز میں کہا۔ اور وہ دانت پیستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔
وہ ــــ مادام سیکا!" میں نے اسے ٹوکا اور وہ رک گئی اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ "سوبیتا ــــ!"
میں نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پہنچ جائے گی ــــ!" سیکا نے جھٹکے دار آواز میں کہا اور مڑگئی۔ دروازہ خاصی زوردار آواز میں بند ہوا تھا۔ اور میرا دل چاہا کہ ایک بلند آہنگ قہقہہ لگاؤں۔ بوڑھی بے وقوف۔ میں نے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کہا ــــ اور پھر آرام سے صوفے پر دراز ہوگیا۔ کافی دیر تک اسی طرح آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ سردارے کا خیال آیا۔ پھر سوبیتا کی طرف ذہن مڑگیا۔ اور میں سنجیدگی سے اس کے بارے میں پروگرام بنانے لگا۔ سوبیتا میں کام کا آغاز کس طرح کیا جائے؟ میرے ذہن میں ایک چھوٹی سی سکیم تھی۔ میرے خیال میں مناسب بھی تھی۔ زیادہ گہرائی میں جانا حماقت تھی' میں سادگی سے کام کرنے کا عادی تھا اور یہی انداز زیادہ فائدے مند ہوتا ہے' جو لوگ زیادہ گہرائیوں میں جاتے ہیں ان کے لیے اتنی مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں۔ چنانچہ میں نے لیڈو کیمپ سے اپنے کام کا آغاز کرنے کے بارے میں سوچا تھا۔ خیالات میں ڈوبے ڈوبے نہ جانے کتنی دیر گزر گئی۔ مجھے وقت کا احساس بھی نہیں ہوا۔ پھر دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ کسی نے اندر جھانکا ــــ اور جلدی سے سر باہر کرلیا۔

"کون ہے ــــ؟" میں نے آواز دی۔

"مم ــــ مسٹر نواز ــــ" باہر سے ایک لرزتی آواز سنائی دی۔

"اوہ ــــ آپ ہیں ــــ تشریف لائیے ــــ تشریف لائیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور سوبیتا اندر آگئی۔ خلاف توقع اس نے ایک عمدہ لباس پہنا ہوا تھا۔ بال بھی خوبصورتی سے بندھے ہوئے تھے۔ ہونٹوں پر مناسب رنگ کی لپ سٹک بھی نظر آرہی تھی۔ میں نے حیرت سے دیدے نچائے۔ یہ کیا انقلاب تھا۔ لیکن اس کے ہونق پن کو کون دور کرسکتا تھا۔ "آؤ سوبیتا!"

"یس ــــ یس سر!" وہ جلدی سے اندر آگئی۔

"بیٹھ جاؤ ــــ!" میں نے کہا اور وہ دھم سے بیٹھ گئی۔ پھر زور سے بیٹھنے کا احساس ہوا اور اس نے تھوک نگلتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

"کہاں سے آرہی ہو ڈارلنگ!" میں نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"مم ــــ مم ــــ مادام ــــ سیکا کی کوٹھی سے۔"

"انہوں نے بھیجا ہے؟"

"یس سر ــــ!"

"خوب ــــ کیا کہا تھا؟"

"کچھ ــــ کچھ نہیں! مم ــــ میرا مطلب ہے۔ کہا تھا مسٹر نواز طلب کرتے ہیں۔""

"اور پھر ــــ؟"

"بس ــــ اور کچھ نہیں۔"

"پھر ــــ یہ میک اپ ــــ یہ لپ سٹک ــــ؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ تو ــــ یہ تو ــــ" اس نے دونوں ہاتھوں سے ہونٹ چھپالیے۔ اور اسی طرح بولی۔ "یہ تو میڈم لرینا نے کیا ہے۔"

"اوہ ــــ لرینا بھی وہاں تھی ــــ؟"

"جی ہاں ــــ جب میں مادام کے کمرے سے نکلی تو لرینا نے مجھے بلالیا۔" "پھر" میں نے اس لڑکی کی سادگی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

"پھر انہوں نے ہی یہ سب کچھ کیا۔"

"خوب ــــ کیوں؟"

"انہوں نے کہا کہ میں اتنی بری نہیں ہوں جتنا خود کو سمجھتی ہوں۔ اگر میں میک اپ کروں تو دلکش لگوں گی اور انہوں نے کہا کہ میں مسٹر نواز ــــ میں ــــ" اچانک وہ شرما گئی۔ "ہاں ہاں ــــ اور کیا کہا انہوں نے؟"

"میں نہیں بتاسکتی جناب۔"

"ادھر آؤ سوبیتا۔" میں نے کہا۔

"جی ــــ"

"میرے پاس آؤ۔"

"یس سر ــــ یس سر ــــ" وہ جلدی سے کھڑی ہوگئی۔ اور پھر میرے نزدیک آگئی ــــ!
میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے گود میں بٹھالیا۔ اور سوبیتا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ لیکن اس نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ "تم مجھ سے خوفزدہ ہو سوبیتا؟" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔ اور اس نے احمقانہ انداز میں نفی میں گردن ہلادی۔ "پھر اتنی پریشان کیوں ہو؟" اور اس نے پھر اسی انداز میں گردن ہلا دی۔ میرے ہاتھوں نے کچھ اور گردش کی۔ اور سوبیتا کے چہرے سے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اس کی جان نکل رہی ہو۔ لیکن میں نے ہمت نہ ہاری۔ آج میں اس سے بور نہیں ہوا تھا۔ "لرینا کا خیال درست ہے۔ تم اتنی بری نہیں ہو جتنا خود کو سمجھتی ہو۔" اور میرے ان الفاظ پر سوبیتا نے چونک کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک لہرائی۔ جسے میں نے بخوبی محسوس کرلیا۔ "ہاں سوبیتا۔ یہ حقیقت ہے کہ تم اتنی بری نہیں ہو۔" میں نے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"مسٹر نواز ــــ" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہ جانے تمہیں یہ احساس کیوں ہوگیا ہے؟"

"آپ ــــ آپ ــــ!" اس نے کہا۔

"ہاں ــــ کہو ــــ" میں نے اس کی ہمت بندھائی۔ لیکن وہ کچھ نہ بولی تب میں نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے نزدیک کیا اور پھر اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیے۔ میں نے سوبیتا کا جسم

ٹھنڈا ہوتا محسوس کیا۔ اور میں نے اپنے ہونٹوں کی گرفت سخت کر دی۔ سویٹا کے بدن کا سارا بوجھ میرے
آگیا۔ اس نے ذرا بھی مزاحمت نہیں کی تھی۔ ایک طویل بوسے کے بعد میں نے اسے خود سے جدا کیا
نہ جانے یہ فریب نظر تھا یا حقیقت۔ سویٹا کے چہرے پر ایک عجیب سی دلکشی پیدا ہو گئی تھی
سویٹا ——— !" میں نے اسے آواز دی۔ لیکن وہ کچھ نہ بولی۔ "آؤ ——— بیڈ روم میں چلیں۔" میں
اسے اٹھاتے ہوئے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ وہ نڈھال ہو رہی تھی۔ نہ جانے اس کے اپنے کیا جذبات تھے
تجربہ کہتا تھا کہ وفور جذبات سے سرشار ہے۔ اس کے لیے یہ سب کچھ اجنبی ہے۔ بالآخر وہ نوجوان تھی
لیکن اس کی جوانی آج تک قابل اعتنا نہیں سمجھی گئی تھی۔ مایوسیوں نے اسے آخری سٹیج پر پہنچا دیا تھا
اب اس نے دل کی باتوں میں آنا چھوڑ دیا تھا! لیکن اچانک ——— میں نے اسے مایوسیوں کے بھنور سے
نکال لیا تھا۔ اور یہ اس کے لیے کیسی اجنبی بات تھی۔ میں اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے خواب گاہ میں
گیا۔ سویٹا کے چہرے کی عجیب حالت تھی۔ کبھی اس کی آنکھوں میں شدید حیرت اُمڈ آتی' کبھی سرور مستی
خوشی کا عالم نظر آتا اور کبھی وہ خوفزدہ ہو جاتی۔ شاید سوچتی ہو گی کہ میں اسے بیوقوف بنا رہا ہوں! بہرحال میں
نے اسے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ اور خود اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور آنکھیں
جھکا لیں۔ "کیا سوچ رہی ہو سویٹا۔" میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں جناب ——— !" اس نے کسی قدر صاف آواز میں کہا۔

"تم خود کو اس قدر چھپانا کیوں چاہتی ہو سویٹا۔"

اور ——— پہلی بار اس نے معنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی "بدنما
جس قدر چھپتی رہے بہتر ہے جناب۔ اس کے ظاہر ہونے سے صرف کراہیت ہوتی ہے۔ مجھے اپنی شکل
صورت کا احساس ہے۔ نہ جانے آپ کیا چاہتے ہیں ——— ؟ کیوں چاہتے ہیں۔ نہ جانے آپ کس قسم کے
انسان ہیں؟"

"بدصورتی کا معیار خود تمہارا قائم کیا ہوا ہے سویٹا ——— یا دوسروں کا ——— ؟" میں نے پوچھا۔

"میں حقیقتوں سے فرار کی قائل نہیں ہوں جناب۔ ابتدا لوگوں کی نگاہوں کے آئینوں سے ہوئی تھی
میں نے ان کی آنکھوں میں اپنی تصویر دیکھی تھی پھر خود میری آنکھوں نے یہ حقیقت تسلیم کر لی۔"

"اس کی کچھ وجوہات ہیں سویٹا۔" میں نے کہا۔

"کیا آپ مجھے بتانا پسند کریں گے ——— ؟" آج سویٹا مختلف نظر آ رہی تھی۔ وہ اتنی نروس نہیں
تھی' جتنی پہلے روز! "ہاں ضرور ——— " میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم نے چند لوگوں کی نگاہوں سے
اپنی حقیقت چن لی۔ ممکن ہے کہ وہ سطحی نگاہ رکھتے ہوں۔ انسان کو متاثر کرنے کے لیے صرف ظاہری حسن
کافی نہیں ہوتا۔ مقابل کی اپنی شخصیت ہوتی ہے' اس کے لیے اپنی شخصیت کو نمایاں کرنا ضروری ہے۔ اور
پھر چہرے کی بات بھی آتی ہے۔ کسی نے تمہارے بارے میں غلط خیالات کا اظہار کیا ہے۔ تمہارے لیے
چہرے کی اپنی دلکشی ہے۔ دیکھنے والی آنکھ اسے تلاش نہ کر سکے' وہ دوسری بات ہے۔" "مسٹر
نواز ——— !" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے زندگی کی ساری آسائشیں مہیا ہیں۔ میں نے اپنی شخصیت کو' اپنی آرزوؤں کو ایک دائرے میں
سمیٹ لیا ہے۔ آپ نے وہ دائرہ توڑ دیا ہے مسٹر نواز ——— بتایئے میں کیا کروں ——— آپ تو
مہمان ہیں چلے جائیں گے۔ اس کے بعد میں کیا کروں گی ——— ؟ بتایئے اس کے بعد میں کیا کروں

"صاحب نگاہ کی تلاش ——— پورے بھروسے' پورے عزم کے ساتھ۔ آنکھوں والوں کی کمی نہیں

"کیا سچ مچ ——— ؟ کیا ——— سچ مچ ——— ؟" اس کے چہرے پر خوشی اُمڈ آئی۔ "یقیناً ———
اگر مجھے زندگی کا سکون مہیا ہوتا تو میں ساری زندگی تمہارے لیے وقف کر دیتا۔"

"مسٹر نواز ——— " سویٹا اچانک اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے اوپر آ پڑی' نہ جانے کب سے رکے
ضبط کے سوتے پھوٹ پڑے۔ نہ جانے کب کی کچلی ہوئی امنگیں پھٹ پڑیں۔ وہ مجسم طوفان بن گئی
ایک سیلاب' بلاخیز کی مانند میرے اوپر چھا گئی ——— اور سیلاب کے سامنے بند باندھنا کس قدر مشکل
ہے ——— میرے چھکے چھوٹ گئے ——— اور میں نے سوچا عورت کے بارے میں کوئی اندازہ لگا کر
اس کا یقین کر لینا' دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے' دبلی پتلی مدقوق سی' نیم دیوانی سی نظر آنے والی یہ لڑکی اس
قدر طاقتور ہو گی' میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ بہرحال سویٹا نے اپنے دل کی ساری حسرتیں نکالیں۔
اس تصور کے ساتھ کہ ممکن ہے اس کی زندگی کا پہلا مرد ——— آخری ثابت ہو ——— ممکن ہے
اس کے بعد ایسا کوئی سرپھرا نہ ملے جو سیکا ریفا جیسی حسین و جمیل عورت کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ
ہو ——— چنانچہ اس رات کو زندگی کی آخری رات سمجھ لیا جائے اور اس کے بعد ایسی حسین رات کا تصور
نہ کیا جائے۔"

دوسری صبح جب میری آنکھ کھلی تو سویٹا اسی انداز سے میرے پہلو میں سو رہی تھی۔ بے سدھ' بے
——— وہ جانتی تھی کہ اس کے بعد نہ ایسی رات ہو گی' نہ ایسی صبح! میں نے اسے سونے دیا اور خود باتھ
روم میں چلا گیا۔ لیکن جب میں باتھ روم سے نکلا تو سویٹا غائب تھی۔ جاگنے کے بعد اسے احساس ہوا ہو گا اور
وہ خاموشی سے باہر نکل گئی۔ میں نے لباس تبدیل کیا۔ اور پھر ملازم کو بلانے کے لیے بیل بجا دی۔ "سویٹا
کہاں ہے؟" "کچن میں ہیں جناب۔"

"ہوں ——— اخبارات بھیج دو ——— !" میں نے ملازم سے کہا اور وہ باہر نکل گیا ——— تھوڑی
دیر کے بعد میں ایک صوفے میں دراز اخبارات دیکھ رہا تھا ——— کافی دیر گزر گئی۔ پھر سویٹا آ گئی۔ اس نے
عمدہ لباس پہنا ہوا تھا۔ بال بھی ایک خاص انداز سے باندھے گئے تھے۔ اور میں حیرت سے اسے دیکھتا رہ
گیا۔ صرف ایک رات ——— صرف ایک رات کسی عورت کی زندگی میں اتنی تبدیلیاں لا سکتی
ہے ——— ؟ سویٹا درحقیقت دلکش نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے میں ایک انوکھا بانکپن آ گیا
تھا ——— اس کی آنکھوں میں گزری رات کا خمار منجمد ہو گیا تھا ——— اور میں نے سوچا ——— سویٹا
اب اتنی محروم نہ رہے گی۔ جس قدر تھی' "ناشتہ کر لیں مسٹر نواز ——— !" اس نے شرمگیں آواز میں کہا۔
"اوہ ڈارلنگ ——— !" میں مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے
قریب کیا اور اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔ سویٹا نے دونوں ہاتھ میری گردن میں ڈال کر
بوسے کو طویل اور پرجوش بنا دیا تھا۔ اس کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ میں اسے لیے ہوئے ناشتے کے
کمرے میں آ گیا۔ ملازم ناشتہ لگا رہے تھے۔ میں نے سویٹا سے اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ "اوہ ——— مسٹر
نواز یہ درست نہ ہو گا۔ آپ ناشتہ کریں۔ میں کر لوں گی۔" "کم آن سویٹا ——— اس وقت تم

میرے ساتھ ہو۔۔۔۔۔۔ جو میں کہوں، کرتی جاؤ۔" "میں نے بھی زندگی صرف انہیں لمحات میں گزار
لی ہے مسٹر نواز' اس کے بعد میں خود کو مردہ سمجھ لوں گی۔ میں سوچ لوں گی کہ زندگی صرف اتنی تھی
ہے۔" وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔۔! اور میں نے ناشتہ شروع کر دیا۔ "میں تمہاری سوچ کے خلاف ہوں
تھوڑی سی کوشش سے زندگی کے راستے منتخب کر سکتی ہو۔"

"مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ شاید میں ایسا کر سکتی۔۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔ ہاں کہو۔۔۔۔۔۔ خاموش کیوں ہو گئیں۔۔۔؟

"یہ جھینگے۔۔۔۔۔۔ میں نے اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں۔" اس نے ابلے ہوئے جھینگوں کی پلیٹ
سامنے کر دی۔ میں نے خاموشی سے جھینگے لے لیے۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس نے بات ٹالنے کی کوشش کی
ہے۔ لیکن پلیٹ میں جھینگے لینے کے بعد میں نے کہا "میں تمہارے جملے پورے ہونے کا منتظر ہوں۔"

"کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔ کچھ نہیں مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔!" اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا اور میں نے
روک لیا۔ "میرا خیال ہے۔ گفتگو کا یہ انداز۔۔۔۔۔۔ خلاف تہذیب ہے۔"

"مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔۔ میں مادام سیکا سے خوفزدہ ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔۔۔۔۔۔!" میں نے کہا۔

"میں بے وقوف نہیں ہوں مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ میں جانتی ہوں' مادام سیکا آپ کو پسند کرتی ہیں
حیرت بھی ہے۔ وہ بہت خوبصورت ہیں۔ وہ بہت دلکش ہیں۔ نہ جانے کیوں آپ نے انہیں نظر
ہے۔ مادام سیکا بے حد غصہ ور ہیں۔ لڑینا آپ کے ساتھ رہی تھی' اس کی زندگی تباہ ہو جا
اور۔۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔۔ میں بھی مادام کے عتاب کا شکار ہوئے بغیر نہ رہوں گی۔ مادام نہ جانے
ساتھ کیا سلوک کریں۔"

"تم چالاکی سے اس عورت سے محفوظ رہ سکتی ہو۔" میں نے کہا' لیکن ابھی سونیتا کوئی جواب
پائی تھی کہ اچانک ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا اور سیکا مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ "ہیلو۔۔۔۔۔۔
نواز۔۔۔۔۔۔!" اس نے کہا۔ اور پھر سونیتا کو دیکھ کر اس نے ہونٹ سکوڑے۔ اس کے منہ سے
آواز نکلی تھی۔ "خوب۔ خوب واقعی آپ جادوگر ہیں' مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔!"

"کیا آپ ناشتہ کر چکی ہیں مادام سیکا۔۔۔۔۔۔؟"

"اگر آپ دعوت دیں۔۔۔۔۔۔ تو دس بار کرنے کو تیار ہوں۔"

"تو آئیے۔"

"شکریہ۔" وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ سونیتا جلدی سے کھڑی ہو گئی تھی۔ "اوہ۔۔۔
سونیتا۔۔۔۔۔۔ بیٹھو۔۔۔۔۔۔ آج میں تمہیں ایک نئے انداز سے دیکھ رہی ہوں۔۔۔۔۔۔ بیٹھو بیٹھو
مجھے یقین کر لینے دو۔ کیا تم وہی سونیتا ہو۔۔۔۔۔۔ تمہاری تو شخصیت ہی بدل گئی۔" لیکن سونیتا
تھی۔۔۔۔۔۔ وہ بے حد نروس ہو گئی تھی۔

"کہیے مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ کیسے حال چال ہیں؟"

"ٹھیک۔۔۔۔۔۔!" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"میرا خیال ہے میں ناوقت آ گئی!" اس نے کہا۔

"شاید۔۔۔۔۔۔!" میں نے جواب دیا۔ اور سیکا کا رنگ فق ہو گیا۔ سونیتا کے سامنے ایک

تھی۔ "اوہ۔۔۔۔۔۔ تب تو مجھے نہیں رکنا چاہیے۔" وہ اچانک کرسی سے کھڑی ہو گئی۔ "ویری
۔۔۔" وہ دروازے کی طرف مڑتی ہوئی بولی لیکن میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔
انکہ سیکا نے کئی بار متوقع انداز میں مجھے دیکھا تھا۔۔۔۔۔۔! اٹھ گئی تھی اس لیے باہر نکلنا ہی پڑا۔ سونیتا پتھر
بت کی مانند ساکت کھڑی تھی۔ سیکا دروازے میں رکی۔ "ناشتے کے بعد دوسرے کمرے میں مجھ سے
ملاقات کر لینا سونیتا۔۔۔۔۔۔!" اس نے کہا اور تیز تیز قدموں سے باہر نکل گئی۔

"آؤ سونیتا۔۔۔۔۔۔ ناشتہ کریں۔" میں نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ "اس عورت سے میں نے گیارہ
بجے کے لیے کہا تھا۔ لیکن شاید یہ آج کل دن رات جاگتی رہتی ہے۔" "پلیز۔۔۔۔۔۔ پلیز مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔
اجازت دیں!" سونیتا نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "جاؤ۔۔۔۔۔۔!" میں نے خشک لہجے میں بولا۔ اور وہ بادل
نہ باہر نکل گئی۔ میں اطمینان سے ناشتہ کرتا رہا۔ میں اس عورت سیکا کو اچھی طرح زچ کر دینا چاہتا تھا۔
کے غرور کو پاش پاش کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن کافی پیتے ہوئے میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ بہرحال وہ
عورت ہے۔ ٹھیک ہے مقامی انچارج ہے۔ چالاک ہے اس کے باوجود عورت ہے۔ اور عورت خواہ
ہی چالاک کیسی ہی ذمہ دار' کیوں نہ ہو۔ جب عورت ہوتی ہے تو صرف عورت بن کر سوچتی ہے۔
وہ مجھ سے انتقام لینے پر نہ تل جائے۔ اور انتقام لینے کا بہترین ذریعہ اس وقت یہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔ وہ
اکے منتظموں کو میرے بارے میں بتا دے۔ ان سے کہہ دے کہ پولیس کا ایک مخبر ان کی تلاش میں

ممکن ہے وہ ایسا نہ کرے۔ اس کے باوجود مجھے محتاط رہنا ضروری ہے اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ جو کچھ کرنا
ہوں۔ اس پر ظاہر نہ کروں اور اپنے طور پر ہی کروں۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ سیکا کو اپنے پروگراموں
آگاہ نہیں کروں گا۔ خوب اچھی طرح ناشتہ کرنے کے بعد میں ڈرائنگ روم سے نکل آیا۔ اور پھر میں
دلوں کی تلاش میں چل پڑا۔ ملازم سے پتہ چلا کہ ایک کمرے میں سیکا موجود ہے۔ میں اس کی طرف چل
اور پھر میں کمرے میں داخل ہو گیا۔ سیکا تنہا تھی اور ایک صوفے میں دراز آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔
دروازے کی آواز پر اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اور پھر سنبھل کر بیٹھ گئی۔ "آئیے مسٹر
۔۔۔۔۔۔" اس نے کہا "سونیتا کہاں گئی؟"

"اب بھی اس کی ضرورت تھی؟"

"نہیں۔ ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔ کیا آپ نے اسے واپس بھیج دیا؟"

"ہاں۔۔۔۔۔۔ لیکن اگر آپ حکم دیں گے تو رات کو وہ آ جائے گی۔"

"شکریہ۔ میرا خیال ہے اب اس کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"اوہ۔۔۔۔۔۔!" سیکا معنی خیز انداز میں خاموش ہو گئی۔ بہرحال اس نے مجھ سے اس جملے کی وضاحت
طلب کی تھی۔ چند منٹ خاموشی رہی پھر اس نے کہا "میرے لیے اب کیا حکم ہے مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔؟"

"مجھے کرنسی کی ضرورت ہے۔"

"حکم دیں۔"

"تھوڑی سی کرنسی اور بس!" سیکا نے جلدی سے پرس کھولا اور اس نے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر
سامنے ڈال دیں۔ "کافی ہے۔" میں نے گڈیاں جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "شاپنگ کرنے آپ
ساتھ چلیں گے؟"

"مناسب نہ ہو گا۔"

"آپ نے فوری طور پر پروگرام بدلا ہے؟"

"ہاں ——!"

"کوئی خاص وجہ ——؟"

"بعض مصلحتیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ بہتر سمجھتے ہوں گے۔" سیکا نے جواب دیا۔ اور میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے اوکے مادام سیکا —— میں چلتا ہوں۔ اپنے دوسرے پروگرام سے آپ کو فون پر آگاہ کروں گا اچانک واپس پلٹ پڑا۔ اور سیکا کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پھیل گئی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے کھولے لیکن نہ کہہ سکی۔ اور میں باہر نکل آیا۔ پھر میں نے کسی جگہ رکنے کی کوشش نہیں کی عمارت کے گیٹ سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دور پیدل چلتا رہا۔ پھر ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی روک کر بیٹھ گیا۔ کرنسی میرے پاس موجود تھی۔ نشہ دور کرنے والی گولیوں کی شیشی بھی تھی۔ باقی چیزیں بازار سے مل سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ڈرائیور کو ایک بازار کا پتہ بتا دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں بازار میں تھا۔ وینس کے آبی راستے سامنے موجود تھے۔ تھوڑی سی کوشش کرنے سے دوکانیں معلوم ہو سکتی تھیں میں نے ایک گنڈولے میں بیٹھ کر ڈاج پیلس کا رخ کیا۔ پانی کی سطح پرسکون تھی —— اس کی وجہ ہوا کی کمی ہو سکتی تھی۔ گنڈولا پانی پر رواں دواں رہا —— اور پھر میں ڈوج پیلس میں اتر گیا۔ یہاں کے بازار حد پر رونق اور جدید ترین دکانوں سے آراستہ تھے۔ میں ان دوکانوں میں جھانکنے لگا' پورے بازار کا چکر لگایا۔ خاصا بڑا بازار تھا۔ میری ضرورت کی چند دوکانیں بھی نظر آئیں اور میں ان کا انتخاب کرنے لگا۔

پھر میں ایک بڑے سٹور میں داخل ہو گیا۔ سٹور میں میری ضروریات کی تمام چیزیں ہی مل گئیں۔ خوبصورت سیلز گرل نے میری پسند کے سامان کو پیک کرتے ہوئے دلکش لہجے میں کہا۔ "کیا آپ میں کام کرتے ہیں سینور ——؟"

"نہیں سویٹی —— دراصل میں ایک فیشن شو میں حصہ لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ وہ مسکرانے لگی —— میں باہر نکل آیا۔ اور اب مجھے کسی ہوٹل کی تلاش تھی۔ سانتوریا' درمیانہ ہوٹل تھا —— مجھے ایک کمرہ حاصل کرنے میں دقت نہ ہوئی —— کمرے کا کرایہ پیشگی وصول کیا جاتا تھا۔ اس لیے ہوٹل والوں کو مسافروں کی طرف سے زیادہ تشویش نہیں رہتی تھی۔ اپنے کمرے میں میں نے چہرے کی مرمت شروع کر دی۔ اب اس کام میں میں بھی خاصا ماہر ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے چہرے پر بہترین میک اپ کیا۔ ناک سرخ کرنے اور آنکھوں کے نیچے سیاہ دائرے بنانے کا لوشن لگا کے میں نے آئینے میں آخری جائزہ لیا اور خود کو ہر طرح مکمل پایا۔ اب میرے لمبے لمبے بال' سنہری داڑھی اور سنہری مونچھیں تھیں۔ آوارہ گردوں کے ہر روپ سے میں واقف ہو گیا تھا۔ چنانچہ یہ روپ دھارنے میں مجھے کوئی دقت نہ پیش آئی۔

ہوٹل والوں کو اس بات پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا کہ ایک دن کے لیے کمرہ حاصل کرنے والا شخص کے کمرے سے ایک ہپی برآمد ہوا! اس نے کمرے کی چابی دروازے میں لٹکائی اور باہر نکل گیا۔ ایک دن کا کرایہ ان کی جیب میں تھا۔ سامان کی دوسری کھیپ مجھے اب خریدنی تھی۔ اور اس کے لیے دوکانیں تاک چکا تھا۔ چنانچہ میں چل پڑا۔ اور پھر سامان حاصل کرنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی۔

ایک فولڈ کیا ہوا چھوٹا سا خیمہ —— ایک چمڑے کا بڑا تھیلا' جس میں بہت کچھ الم غلم بھرا ہوا تھا' موجود تھا۔ سب کچھ میں نے کمر سے باندھ لیا۔ جوتوں کی گرد بلا قیمت مل سکتی تھی۔ چنانچہ جوتے بھی گرد آلود ہو گئے۔ کوئی بھی چکنی شے جوتوں میں مل کر مٹی میں پاؤں لتھیڑ لو' جوتے صدیوں پرانے معلوم ہوں گے' اس حلیے میں آنے کے بعد میں لیڈو کیمپ چل پڑا! دیکھی ہوئی جگہ تھی' اس لیے وہاں پہنچ گیا۔ آوارہ گردوں کا ایک شہر آباد تھا۔ ان کی اپنی بیزار بیزار سی' خاموش خاموش سی دنیا تھی۔ جہاں دن میں زندگی اداس نظر آتی ہے۔ لیکن رات کو وہ سب زندہ ہو جاتے ہیں۔ رات کے راہی! اور رات کے شہزادوں کے اس ماحول میں میں نے بھی ایک جگہ منتخب کر لی۔ اور اپنا خیمہ ایستادہ کرنے لگا۔ میرے قرب و جوار میں بے شمار خیمے بکھرے پڑے تھے۔ آوارہ گرد ادھر ادھر اداس بیٹھے ہوئے تھے۔ چرس اور افیون کے دھوئیں کی ناگوار بو بھی ہوا میں شامل ہو کر میری طرف بھی آ جاتی تھی۔ خیمہ ایستادہ کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا اور گرد کے ماحول کو دیکھنے لگا۔

سب ایک دوسرے سے بے نیاز تھے۔ کہیں کہیں ان سیاحوں کی ٹولیاں بھی نظر آ جاتیں' جو دنیا گردی کو نکلے تھے۔ لیکن ہوٹلوں کی مہنگائیوں کو مد نگاہ رکھتے ہوئے انہوں نے بھی کیمپوں میں قیام کیا تھا۔ میں نے خیمے کے دروازے کو ڈوری سے باندھا —— اور کیمپ میں آوارہ گردی کرنے نکل کھڑا ہوا۔ بھوک محسوس ہونے لگی تھی۔ چنانچہ بازار کی طرف رخ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس حصے میں پہنچ گیا جہاں کھانے پینے کی چیزیں فروخت ہو رہی تھیں۔ قیمہ اور سوئیاں —— مینڈک کی تلی ہوئی ٹانگیں' آبی سانپ کے بیسن میں لپٹے ہوئے قتلے' بہت سی چیزیں میرے لیے اجنبی تھیں۔ لیکن چاول کے سوپ اور بھنی ہوئی مچھلی میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ نہ جانے کیوں پر تکلف کھانوں کے بعد یہ غذا مجھے بہت مزیدار محسوس ہوئی۔ پیٹ کا دوزخ بھرنے کے بعد میں بازار کی دوسری رونقیں دیکھنے لگا' اور پھر ایک جگہ ایک اداس جوڑے کو دیکھ کر رک گیا —— دبلی پتلی فاقوں کی ماری ہوئی لڑکی' جس کا پیٹ پھولا ہوا تھا' اور اس کے ساتھ ایک مڑا ہوا نوجوان' جس کے گلے میں ایک خوبصورت گٹار لٹکا ہوا تھا' دونوں ایک جگہ کھڑے ہر آنے جانے والے کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ کوئی سانحہ —— کوئی حادثہ ——! میں نے دل میں سوچا —— پہلے سوچا' آگے نکل جاؤں —— دونوں میرے لیے بے کار ہیں —— لڑکی کا پیٹ "بھرا" ہوا ہے' اور لڑکا —— وہ اس کے لیے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کر سکا ہو گا کہ اسے گٹار بیچ کر دو اور اس کا "پیٹ بھر دے" لیکن طبیعت نہ مانی۔ اور میں ان دونوں کی طرف بڑھ گیا۔ مجھے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر دونوں کے چہروں پر امید کی چمک پیدا ہو گئی۔ "آئیے جناب —— دیکھئے بالکل نیا گٹار ہے۔ کوڑیوں کے مول —— کوئی خرابی نہیں ہے اس میں —— بجا کر دیکھ لیں۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا تم یہ گٹار فروخت کر رہے ہو؟"

"جی ہاں ——!" اس نے اداس لہجے میں کہا۔ "کیوں ——؟"

"ضرورت —— ضرورت سب کچھ فروخت کرا دیتی ہے۔ پہلے میں اپنے نغمے فروخت کرتا تھا۔ لیکن اب میرے ان نغموں کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ لوگ سنتے ہیں محظوظ ہوتے ہیں اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اور پھر یہ ریکا —— ریکا بھی اپنے جسم کی کوئی قیمت وصول نہیں کر سکتی۔ کوئی مرد دو اس کے پیٹ میں اپنی نشانی چھوڑ گیا ہے —— جب تک اس سے نجات نہ مل جائے' بے ریکا ایک بے کار شے ہے۔ چنانچہ

اب اس گٹار کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔"

میری کنپٹیوں میں دھمک ہونے لگی' سر چکرانے لگا' دل چاہا میں اس مردود سے گٹار چھین کر ماروں اور اس وقت تک اس کا سر کچلتا رہوں جب تک اس کا بھیجہ نہ بہہ نکلے۔ الو کے پٹھے' جب نہیں ہے تو زندہ کیوں ہے۔ لیکن مجھے یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ ریکا کے پیٹ میں کی نشانی پر مجھے تردد کیوں ہو—— ہاں گٹار کی مجھے بھی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر میں مکمل نہ چنانچہ میں نے گٹار اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اس کے تار چھیڑے اور نغمے رو پڑے۔ سسکیاں تیز ہو گئیں۔ تب میں نے جیب سے نوٹ نکالے۔ چند نوٹ کھینچے۔ میں نے دیکھا ریکا اچک اچک کر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی—— اور پھر میں نے نوٹ اس کی طرف بڑھا دیے—— چہروں پر رونق آ گئی تھی۔ "شکریہ سینور—— بہت بہت شکریہ——!" مرد نے کہا۔ اور ہاتھ پکڑ کر ایک طرف دوڑ گیا۔ اس طرف جہاں کھانے پینے کی چیزوں کا بازار تھا——! میں تھامے انہیں دیکھتا رہا۔ بس دیکھ رہا تھا۔ ذہن خالی تھا' سوچنا بے کار تھا۔ ذہن کو تھکانے فائدہ——؟ حماقت صرف حماقت! میں نے گٹار کے تاروں کو چھیڑا اور پھر اسے گلے میں ڈال کر کی طرف بڑھ گیا۔ خیمے میں پہنچ کر میں نے گٹار ایک طرف رکھ دیا اور پھر سوچنے لگا کہ اب کیا کر کوئی بات فوری طور پر سمجھ میں نہیں آئی تو لیٹ گیا—— برابر سے کچھ آوازیں آ رہی تھیں لوگ میرے خیمے کے باہر موجود تھے۔ بڑی ہنگامی' بڑی انوکھی زندگی تھی میری بھی——!

وقت گزرتا رہا—— پھر شام ہو گئی—— جب خیمے میں اندھیرا ہو گیا تو میں باہر نکل آ لیڈو کیمپ جوان ہو گیا تھا—— ہپیوں اور آوارہ گردوں کے علاوہ شہر سے تفریح کی غرض والوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ ہپی لڑکیاں لوگوں کی نگاہوں کا مرکز تھیں۔ ایک لڑکی چند اوباش لو درمیان نظر آئی۔ معصوم سی شکل تھی اور ان لوگوں میں خود کو اجنبی محسوس کر رہی تھی۔

اور مجھے ریکا کے ساتھی کے الفاظ یاد آ گئے۔ "کوئی مردود—— اس کے پیٹ میں چھوڑ گیا ہے۔" اور—— اب—— ان اوباش شکل لوگوں میں سے کوئی مردود—— شکل لڑکی کے پیٹ میں اپنی نشانی چھوڑ دے—— اور پھر اس کا ساتھی بھی کوئی شے لیے ہوئے کھڑا ہو گا۔ لڑکی کے تر و تازہ سرخ رخسار پیلے پڑ جائیں گے۔ اونہہ—— جہنم میں جائیں۔ بھٹکی ہوئی نسل کا یہی حشر ہونا چاہیے' کیوں انہوں نے آدمیت کو اتنا ارزاں کر دیا ہے۔ کیوں انسانیت کو اس قدر مسخ کر دیا ہے۔ میں نے ان کی طرف سے نگاہیں ہٹا لیں۔ میرے خیمے کے خیمے آباد ہو گئے تھے۔ ایک خیمہ بالکل میرے خیمے سے ملا کر نصب کیا گیا تھا۔ میں پھر کیمپ کے کھڑا ہوا۔ میں اپنے مطلب کی جگہیں تلاش کر رہا تھا۔ کیمپ کافی بڑا تھا۔ لوگ تفریحات تھے—— آوارہ گردوں کے گروہ نظر آ رہے تھے۔ ایک دور افتادہ حصے میں خیموں کا ایک دائرہ میں وہاں خاص طور سے رکا۔ خیموں کے درمیان آوارہ گرد پڑے ہوئے تھے۔ کوئی اپنے جمپر سی رہا تھا—— کوئی کچھ کر رہا تھا۔

میں نے اندازہ لگایا کہ یہاں کام بن سکتا ہے۔ یقیناً" یہاں خاص محفل جمتی ہو گی۔ رات جائے تو کیا حرج ہے—— اور میں نے فیصلہ کر لیا—— پھر میں یہاں سے آگے بڑھ گھومتے گھومتے رات ہو گئی۔ پہلے پیٹ پوجا—— پھر اور کچھ—— میں نے سوچا اور

طرف چل پڑا۔ بہت سی ورائٹی تھی۔ کھانا کھاتے ہوئے میں نے سردار کے بارے میں سوچا۔ بے چارے نے انتظار کیا ہو گا۔ ممکن ہے میرے نہ پہنچنے پر اس عمارت سے بھی رابطہ قائم کیا ہو جہاں اس نے دعوت کی تھی۔ لیکن وہاں سے بھی کیا جواب ملا ہو گا؟ کھانے کے بعد میں اپنے خیمے کی طرف گیا۔ میرے نزدیکی خیمے کے سامنے دو نوجوان کھڑے تھے۔ انہوں نے سرسری نگاہ سے میری طرف دیکھا اور پھر آپس میں گفتگو کرنے لگے—— میں نے خیمے سے گٹار نکالا اور پھر اسی دائرے کی طرف چل پڑا۔ دائرے کے درمیانی میدان میں اب کافی آبادی ہو گئی تھی۔ کسی نے مجھے اندر آنے سے نہیں روکا۔ میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک کونے میں بیٹھ گیا—— نشے کی کوئی چیز میرے پاس موجود نہ تھی۔ دوسرے لوگ دھڑلے سے کوئی نہ کوئی نشہ کر رہے تھے۔ کسی کے پاس لمبے لمبے پائپ تھے۔ جن میں افیون کی گولیاں چل رہی تھیں' کہیں چرس اور کہیں گانجا—— جانا' پہچانا ماحول' جانی پہچانی خوشبوئیں——! میں نے ایک گہری سانس لی۔ محفل ابھی رنگ پر نہیں آئی تھی۔ نشے ابھی گہرے نہیں ہوئے تھے۔ ابھی بدمستی کا دور نہیں شروع ہوا تھا۔ دفعتاً" میں نے ریکا کو دیکھا۔ وہ گردن اٹھائے ہوئے اندر آ رہی تھی۔ اس کی بے چین نگاہیں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ اور پھر اس کی نگاہ میرے اوپر بھی پڑی۔ شاید اس نے گٹار پہچان لیا تھا۔ وہ ٹھٹھکی۔ اور پھر اس کے قدم میری طرف اٹھنے لگے!

وہ میرے پاس پہنچ گئی—— مجھے دیکھتی رہی۔ اور پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ "بیٹھ جاؤں——؟" اس نے کہا۔ "تمہارا ساتھی کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پھر—— پھر غائب ہو گیا کمینہ کہیں کا۔ جب اس کے پاس ایک ایک پائی ختم ہو جائے گی ——تو پھر میرے پاس آ جائے گا۔ روئے گا' مجھے اپنی محبت کا یقین دلائے گا اور پھر اس کی باتوں میں آ جاؤں گی۔ میں پھر اسے معاف کر دوں گی۔ بڑا کمینہ ہے اسے باتیں کرنے کا فن آتا ہے۔"

"کون ہے وہ تمہارا؟"

"شوہر—— میرا شوہر ہے وہ——!" اس نے آنکھیں بند کر کے بتایا۔

"تم اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتیں——؟"

"کسے اپناؤں—— کون اپنا بن سکتا ہے۔ اس سے کوئی رشتہ تو ہے۔" اس نے درد سے کہا۔ اور میرے ذہن میں پھر ہلچل ہونے لگی۔ میں نے قہر آلود نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور پھر میں گرجا "یہاں کیوں آئی ہو؟"

"اس کی تلاش میں—— صرف اس کی تلاش میں—— یقین کرو—— تم سے کچھ نہیں مانگوں گی—— کچھ بھی نہیں مانگوں گی۔ اس نے دوپہر کو کھانا کھلا دیا تھا کیونکہ خود بھی سخت بھوکا تھا۔ تمہارے پاس نہ آتی—— یہ گٹار دیکھ کر آئی ہوں۔ مجھے اس گٹار سے بہت محبت ہے۔ اسے سن کر ہی تو میں نے دنیا چھوڑ دی تھی۔ مجھے کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک وقت کھا لیتی ہوں تو کئی کئی دن آسانی سے گزار لیتی ہوں—— اگر—— اگر تمہارا دل چاہے گا—— اور تم دوسروں کے لیے گٹار بجاؤ گے تو میں بھی سن لوں گی۔" "اسے کہاں کہاں تلاش کیا——؟"

"سارے کیمپ میں—— لیکن میں جانتی ہوں' وہ یہاں نہ ہو گا۔"

"پھر کہاں ہو گا؟"

"سوچتا میں—— جن کے پاس اتنی رقم ہوتی ہے—— وہ یہاں نہیں ہوتے—— سوچتا میں

ہوتے ہیں۔" اس نے کہا اور میں چونک پڑا۔
"میں یہاں اجنبی ہوں——— سوبیتا کے بارے میں نہیں جانتا۔" میں نے کسی قدر نرمی سے کہا
"اوہ——— میں نے یہ بات سوچی تھی۔ اس وقت جب تم نے گٹار کی رقم ادا کرنے کے لیے
سے نوٹ نکالے تھے۔ اتنے نوٹوں کے ساتھ تو تمہیں سوبیتا میں ہونا چاہیے تھا۔"
"تم اسے تلاش کرنے سوبیتا میں کیوں نہیں گئیں———؟" میں نے پوچھا۔ اور وہ خاموش ہو
کئی منٹ کچھ سوچتی رہی۔ پھر آگے کھسک کر میری ران پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔ "سنو——— میں
قابل نہیں ہوں۔ میری حالت ٹھیک نہیں ہے' لیکن میں——— میں رات بھر تمہیں خوش کرتی رہ
گی——— مجھے دوسرے طریقے بھی آتے ہیں۔ اس کے عوض تم مجھے صرف سوبیتا تک کا کرایہ دے
بہت تھوڑے پیسے لگتے ہیں۔ وہ وہاں ضرور مل جائے گا۔ دیکھو تو سہی' اس حالت میں بھی اس نے میرا
نہیں کیا۔ میں بھوکی کیسے رہوں گی۔ مجھ سے بھوکا نہیں رہا جائے گا۔ ایسی حالت میں انسان بھوکا رہ بھی
سکتا۔"

میرے حلق میں ایک گولا سا آپھنسا۔ مجھے اپنا سارا وجود پگھلتا ہوا محسوس ہوا۔ سرائے عالمگیر کے
کی سوندھی سوندھی خوشبو پھر سے میری ناک میں آبسی۔ شاید' شاید زمانے کی سختیوں نے میری فطرت
غلاف چڑھایا تھا۔ وہ ہوا کے تیز جھونکے سے پلٹ گیا تھا اور نواز اصغر نے انگڑائی لی تھی۔ میرا دل چاہا
پھوٹ پھوٹ کر رو پڑوں۔ لیکن صرف یہ ایک جھونکا تھا۔ اڑنے والا غلاف پھر اپنی جگہ پر آگیا میں نے
پر نگاہ ڈالی۔ میں نے لڑکی کو دیکھا۔ لڑکی قابل رحم ہے۔ لیکن آخر کیوں؟ میں اس کی مدد ضرور کروں گا"
یہ معلوم کرنے کے بعد کہ آیا وہ مدد کے قابل ہے بھی یا نہیں۔ چنانچہ میں نے اسے صاف نگاہوں
دیکھا۔

"تم بھوکی ہو؟"
"نہیں——— دوپہر کو ہی کھانا کھایا تھا۔" اس نے اطمینان سے کہا۔
"شام کو بھی کھایا جاتا ہے۔" میں نے کہا۔
"ہاں——— شاید——— لیکن دو تین وقت کے فاقے کی عادی ہو گئی ہوں۔ اس لیے محسوس
ہوتا۔"

"اس کا کیا نام ہے؟"
"جارج———! جارج فولیو۔"
"تم نے اس سے کہاں شادی کی تھی؟"
"سینٹ مارکوب کے گرجا گھر میں!" "کیوں کی تھی؟"
"وہ گٹار بہت اچھا بجاتا ہے۔ اور میں گٹار کی دیوانی ہوں۔ میں نے اسے چاہا۔ اسے پسند کیا اور
خوشامد کی کہ وہ مجھے اپنا لے' تب اس نے مجھ سے شادی کرلی۔ میرا پورا گھرانہ اس شادی کے خلاف تھا
میں بالغ تھی اور مجھے کوئی نہ روک سکا۔ میں نے اس سے شادی کرلی۔ لیکن میرے گھرانے نے اسے
نہیں کیا۔ وہ اس سے نفرت کرتے تھے۔ تب میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا۔ وہ جنت ارضی جانے کا پروگرام
تھا۔ وہ لاابالی شخص تھا۔ ترلوکا کی تعلیمات سے آراستہ——— اس نے مجھے بھی اپنے رنگ میں
مجھے نشہ آور ادویات استعمال کراتا رہا اور میں ان کی عادی ہو گئی۔ وہ بے حد ذلیل ہے۔ بڑا ہی کمینہ

گٹار بجاتا ہے تو میں سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ پھر وہ مجھے لے کر چل پڑا۔ میرے پاس رقم کافی
تھی۔ ہم نے طویل سفر کیا——— اور وہ اس رقم سے شاہ خرچی کرتا رہا——— رقم کھٹمنڈو پہنچنے
سے پہلے ہی ختم ہو گئی تھی۔ ہمارے پاس رقم حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ تب اس نے گٹار بجا بجا کر
بھیک مانگنا شروع کر دی۔ کبھی بھیک مل جاتی کبھی نہ ملتی۔ ہاں ایک شام ایک شخص نے اسے پیشکش کی کہ اگر
وہ مجھے ایک رات کے لیے اس کے حوالے کر دے تو وہ اسے اچھی خاصی رقم پیش کر سکتا ہے۔
جارج نے مجھ سے بات کی۔ لیکن میں نے اس کی بات نہیں مانی' تب اس نے مجھے ترلوکا کی تعلیمات
بتائیں۔ اس نے بتایا کہ انسان گوشت پوست کا ایک ڈھیر ہے۔ اس کی اپنی حیثیت کچھ نہیں ہے۔ وہ اپنے
ہاتھوں سے محنت مزدوری کرتا ہے۔ آخر ہاتھ اس کے جسم کا ایک حصہ ہیں۔ اگر جسم کے دوسرے حصوں
سے بھی آسودگی حاصل کرلی جائے تو کون سی بری بات ہے۔ میں بتا چکی ہوں——— وہ باتیں بہت جاندار
کرتا ہے۔ تب میں اس شخص کے ساتھ چلی گئی۔ اس نے مجھے بہت سے نوٹ دیئے اور میں نے سب کے
سب جارج کو دے دیئے——— وہ بہت خوش تھا۔ اس نے مجھے گٹار پر کئی نغمے سنائے——— مجھے پیار
کیا اور کہنے لگا اب ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ ہم نے بھوک سے نجات کا راستہ تلاش کرلیا ہے۔
اس نے ایک ہی دن میں ساری رقم اڑا دی——— کئی انجکشن لیے' خوب افیون پی۔ مجھے بھی پلائی۔ چنانچہ
دوسری رات ہم پھر قلاش تھے۔ بھوکے تھے' اس نے کہا فکر کی کیا بات ہے میرے ذریعے رقم حاصل کی جا
سکتی ہے۔ پھر وہ نہ جانے کہاں سے کالے رنگ کا ایک آدمی پکڑ لایا۔ اس شخص نے مجھے بھنبھوڑ کر رکھ دیا۔
لیکن کھانے کے پیسے اور نشہ آور چیزوں کے پیسے وہ ہمیں دے گیا۔ اور پھر ہم اچھی زندگی گزارنے لگے۔ ہم
نے کئی ماہ جنت ارضی میں گزارے اور پھر واپس چل پڑے۔ راستے میں ہر شہر میں' میں اس کے لیے رقم
کے حصول کا ذریعہ بنی رہی——— اور پھر نہ جانے کب' نہ جانے کس طرح میرا پیٹ پھول گیا۔ اس نے
بتایا کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں——— اور——— اور——— میں خوشی سے دیوانی ہو گئی——— بچے
مجھے بہت پسند ہیں۔ تم نے چھوٹے چھوٹے' ننھے ننھے بچے دیکھے ہیں؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔
"ہاں———!" میں نے تھوک نگلتے ہوئے گردن ہلا دی۔ "کیسے پیارے ہوتے ہیں وہ———
کتنے اچھے لگتے ہیں———؟" اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ "ہاں———" میں نے اس کا
دل نہ توڑا۔

"لیکن جارج کو بچے پسند نہیں ہیں۔ اس نے بڑی پریشانی کے لہجے میں کہا تھا کہ یہ اچھی بات نہیں
ہے ہم اس بچے کو کہاں سنبھالتے پھریں گے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں حمل ضائع کرا دوں۔ لیکن زندگی
میں پہلی بار۔ میں نے اس کی بات سختی سے نہیں مانی——— میں نے کہہ دیا ایسا کبھی نہیں ہوگا——— وہ
مجھے سمجھاتا رہا——— میری خوشامد کرتا رہا' لیکن میں نے اس کی بات نہیں مانی۔ تب وہ خاموش ہو
گیا——— اور میرا پیٹ بڑھتا رہا——— لیکن لوگ مجھ سے کترانے لگے اب وہ مجھے پسند نہیں کرتے
تھے۔ جارج نے ایک بار پھر——— میری خاطر بھیک مانگنا شروع کر دی۔ اور رفتہ رفتہ ہمارے پرانے دن پھر
لوٹ آئے ہمیں کئی کئی دن کے فاقے کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن اب میں کمزور ہو گئی ہوں۔ کھانا نہیں ملتا تو
میری آنکھوں کی بینائی چلی جاتی ہے۔ میری ٹانگوں میں درد ہونے لگتا ہے۔ تب بے چارہ جارج میرا ہاتھ پکڑ
لیتا ہے۔ کیسی عجیب لگتی ہوں گی میں۔" وہ ہنس پڑی۔ "خاموش ہو جاؤ۔" میں غرایا "خاموش ہو جاؤ۔"
"ارے——— کیا تمہیں غصہ آگیا———؟" وہ چونک کر بولی۔

"جارج تمہیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے؟"

"اکثر بھاگ جاتا ہے۔ یہ کون سی نئی بات ہے۔ اسے پیسے مل جاتے ہیں تو ------ تو وہ اسی طرح جاتا ہے۔"

"وہ تمہارے بچے سے ناخوش ہے۔"

"ہاں ------ یہ بری بات ہے۔"

"اگر تمہارا بچہ پیدا ہو گیا ------ تو ------ تو وہ اس کی گردن دبا دے گا۔"

"ایں ------!" وہ خوفزدہ ہو گئی۔ اور پھر اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ "کیا ہو لگیں ------؟"

"یہ ------ یہ تو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا ------" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ "کیا یہ ناممکن ہے؟"

"میں نہیں کہہ سکتی ------ لیکن ------ لیکن کیا وہ ایسا کر سکے گا۔ کیا وہ ------ کیا وہ اتنا سنگدل ہو سکتا ہے بچے تو بڑے خوبصورت ہوتے ہیں ------ بڑے پیارے ہوتے ہیں وہ ------ کیا وہ ------؟"

"یہ تم بہتر جانتی ہو لڑکی۔"

"لیکن اب میں کیا کروں ------؟ میں اب کر بھی کیا سکتی ہوں ------؟" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیٹ پر رکھ لیے جیسے اس نے اپنے بچے کو جارج کے خونی ہاتھوں سے بچانے کی کوشش کی ہو۔

"اگر تم اپنے بچے کی زندگی چاہتی ہو تو جارج کو چھوڑ دو۔ ہمیشہ کے لیے۔" "لیکن ------ لیکن کہاں جاؤں ------؟" اس نے تشویش سے کہا۔

"کہاں کی رہنے والی ہو ------؟"

"انگلینڈ کی۔ سالبرو۔ کوٹھی نمبر ایک سو آٹھ۔" اس نے بتایا۔

"اگر تم وہاں چلی جاؤ ------ تو تمہارے گھر والے تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے ------"

"میں ان سے کہہ دوں گی کہ میں نے جارج کو چھوڑ دیا ہے۔"

"تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟"

"میرے پاس ------ ہمیشہ اپنے پاس رکھتی ہوں۔"

"کیا تم اپنے گھر جانا چاہتی ہو ------؟"

"ہاں ------ لیکن ------؟"

"میں تمہیں وہاں تک جانے کا کرایہ دے سکتا ہوں۔ میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔"

"تم ------ تم ------ لیکن ------" وہ مایوسی سے بولی۔ "میری حالت بہت خراب ہے۔ تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی ------ سنو ------ اپنا کان قریب لاؤ۔" وہ میرے کان کے قریب کرتے ہوئے بولی۔ "مجھے اور بھی طریقے آتے ہیں ------ خود ------ لوگوں نے مجھے سکھائے ہیں۔ اطمینان رکھو۔ میں تمہیں خوش کر دوں گی۔"

میں نے اسے جلتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔ اس معصوم لڑکی نے دل کے انتہائی سروں تھا ------ انسان انسان ہے فرشتہ نہیں ہے اس کی غلطیاں اس کے ساتھ، لیکن بہرطور وہ ہمدردی

"نشہ کرتی ہو ------؟" میں نے پوچھا۔ "ہاں ------ جارج کے ساتھ عادی ہو گئی ہوں ------ لیکن جب بھوک لگتی ہے تو دل نہیں چاہتا۔"

"جانتی ہو تمہارے بچے پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟"

"بہت دن سے نہیں کیا۔ مجھے یہ بات معلوم ہو گئی تھی۔"

"اپنے بچے کے لیے یہ عادت ترک کر سکتی ہو؟"

"کر چکی ہوں۔ کبھی کبھی جارج پیچھے پڑ جاتا تھا تو ------!"

"ریکا ------ میں نے تمہاری مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں تمہیں انگلینڈ بھجوانے کے لیے تیار ہوں۔" اور اس نے گردن جھکا لی۔ شاید اس کے پاس میرا شکریہ ادا کرنے کے لیے مناسب الفاظ نہیں تھے۔

"آج کی رات تمہیں یہیں گزارنی پڑے گی۔ کل میں تمہیں یہاں سے لے چلوں گا۔" اور اس نے ممنونیت سے گردن ہلا دی۔ لیکن وہ بار بار میرا چہرہ دیکھنے لگتی، جیسے سوچ رہی ہو کہ شاید میں نشے میں ہوں۔ اور جب ہوش میں آؤں گا تو دوسرے لوگوں کی طرح مجھے بھی نشے کے عالم میں کہی ہوئی باتیں یاد نہیں رہیں گی۔ لیکن بہرحال وہ تن بہ تقدیر تھی ------ کر بھی کیا سکتی تھی۔

"تم یہاں بیٹھو ------ میں ابھی آتا ہوں ------!" میں نے گٹار اتار کر اس کی گود میں رکھ دیا۔ پھر میں نے ایک طویل اور تیز سفر کیا۔ میں اس کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لایا۔ راستے میں میں اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ سیکاریفا اس کے لیے آسانی سے بندوبست کر دے گی۔ اسے کوئی دقت نہیں پیش آئے گی۔ اچھا ہے بدنصیب لڑکی کی زندگی سنبھل جائے گی ------ ہاں اگر انگلینڈ پہنچنے کے بعد بھی اس کے گھر والے اسے پناہ نہ دیں گے ------ تو پھر اس کی بدنصیبی ------ ایسی صورت میں اس کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا! تھوڑی دیر کے بعد میں واپس پہنچ گیا۔ وہ ایک خیمے کے نزدیک تنہا بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آئے جیسے میرے واپس پہنچ جانے سے اس کو حیرت کے ساتھ ساتھ خوشی بھی ہوئی ہو۔

"یہ ------ یہ کیا ہے؟" اس نے میرے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے بنڈل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کھانا ہے تمہارے لیے۔"

"اوہ ------ اوہ ------ میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں ڈارلنگ میں تمہاری احسان مند ہوں۔" اس نے بنڈل جھپٹتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ کھانے پر ٹوٹ پڑی۔ "تم بھی کھاؤ۔" اس نے کافی دیر تک کھاتے رہنے کے بعد چونک کر پوچھا۔ "نہیں میں کھا چکا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر وہ خاموشی سے کھانے میں مشغول ہو گئی۔ بنڈل کا پورا کھانا چٹ کرنے کے بعد اس نے پانی پیا۔ اور پھر گہری گہری سانسیں لینے لگی ------ اس کی آنکھوں سے احسان مندی کے آثار جھلک رہے تھے۔

"میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں ڈارلنگ ------ تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے کسلمندی سے کہا۔ "گٹار سنو گی ------؟"

"گٹار ------" وہ اچھل پڑی۔ "سناؤ۔ سناؤ۔" اس نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا اور میں نے گٹار سنبھال لیا ------ محفل رنگ پر آ رہی تھی۔ اب بدمست قہقہے گونجنے لگے تھے۔ گٹار کی آواز نے ایک دم ماحول پر سکوت طاری کر دیا۔ قہقہے رک گئے، گردنیں گھوم گئیں، نشہ موسیقی کے رسیا گردنیں گھما گھما کر

دیکھنے لگے۔ میں تار درست کرتا رہا—— اور پھر تاروں کی آواز ایک نغمے میں ڈھل گئی۔ سر رودے نہ جانے کیوں میری انگلیوں نے یہ درد بھرا نغمہ شروع کر دیا تھا—— اس میں میرے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ ہپی ساکت تھے۔ اس نغمے نے انہیں غم کی دھند میں لپیٹ دیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں بے بسی تھی—— اور ریکا منہ کھولے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے ساری جان چہرے میں کھنچ آئی ہو۔ بہت سے آوارہ گرد میرے نزدیک جمع ہو گئے۔ مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا—— ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ نغمہ عروج پر پہنچا—— تار سسکتے رہے—— اور پھر کر ٹوٹتے ہوئے انسان کی طرح کراہنے لگے—— اور آخر—— خاموش ہو گئے—— لیکن ماحول کا سحر نہ ٹوٹا۔ وہ سب اداس کھڑے تھے۔

پھر زندگی لوٹ آئی۔ میرے نزدیک کھڑے لوگوں نے زور زور سے تالیاں بجائیں—— دور کھڑے ہوئے لوگوں نے تالیاں بجائیں' اور بہت سے ہپی بدمست آوازوں میں مجھے داد دینے لگے۔ تب ایک دراز قد لڑکی میری طرف لپکی—— اس نے میری کمر میں ہاتھ ڈال کر میرے گال چوم لیے—— "ہائے میری جان—— تمہارا دل کیوں رو رہا ہے——؟ تم اتنے اداس کیوں ہو——؟"

"میں جانتا ہوں—— سب کچھ جانتا ہوں۔" ایک نوجوان آگے بڑھا۔ "مجھے بتاؤ—— مجھے دو—— میں اس کے سارے دکھ اپنے سینے میں جذب کر لوں گی—— میں اسے مسکراہٹیں دوں گی——" لڑکی بے چینی سے بولی "اس کے پاس کچھ نہیں ہے—— اس کی روح پیاسی ہے۔"

"ہمیں اس کی پیاس بجھا دینی چاہئے—— آؤ—— اس کی مدد کریں۔" اور فراخ دل لوگ چرس' افیون' کوکین' ہیروئن جو کچھ ان کے پاس تھا لے کر میری طرف دوڑے—— خود لڑکی نے ایک سگریٹ اپنے لباس سے نکالا—— اسے سلگایا—— اور میرے ہونٹوں سے لگا دیا—— ناچار مجھے سگریٹ کے کش لینے پڑے۔ موقع نہیں ملا تھا کہ گولی منہ میں ڈال لوں لیکن اس کے بغیر چرس پینا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ چالاکی سے ایک گولی نکال کر زبان کے نیچے رکھ لی۔ چند ساعت قبل میں یہاں تنہا تھا اجنبی تھا—— لیکن اب میرے درجنوں شناسا موجود تھے۔ میرے بے شمار ہمدرد تھے۔ میں نے کسی کے ہاتھ سے چند کش لیے—— کسی کی سگریٹ میں دم لگایا—— دراز قد کی لڑکی میری اجارہ دار بنی ہوئی تھی—— اس نے دونوں ہاتھوں سے دوسرے لوگوں کو روکا ہوا تھا—— وہ جسے چاہتی میرے قریب آنے دیتی—— اور جسے چاہتی مجھ سے دور رکھتی—— ایک عجیب طوفان بدتمیزی برپا ہو گیا تھا۔ پھر کسی طرف سے ایک روتی ہوئی آواز ابھری—— "ایک اور نغمہ فنکار—— ایک اور نغمہ—— روح کی پیاس ابھی نہیں بجھی۔ تڑپا دے گٹار کے تاروں سے—— ہائے——!"

ہائے—— ہائے—— ہائے——" چاروں طرف سے ہائے ہائے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ "ہمیں طرب کے گیت سنا فنکار—— آنسو تو زندگی بھر کے لیے ہیں—— ہم ابتدا سے رو رہے ہیں—— ہم پیدا ہونے کے وقت سے آج تک رو رہے ہیں۔ ہماری روح دکھوں کی دلدل میں ڈوب چکی ہے۔ ہمیں زندگی سے دور لے چل۔ گٹار کے تار وقت کے قیدی نہیں ہیں۔ تیری انگلیاں آزاد ہیں—— ہمیں طرب بخش دے—— ہم رقص کرنا چاہتے ہیں—— ہم آنسوؤں کا مذاق اڑانا چاہتے ہیں۔ آنسو جو زندگی کا جزو بن چکے ہیں—— ہمیں طرب کے نغمے دے دے فنکار—— آہ—— ہمیں طرب بخش دے۔"

"خاموش رہو—— فنکار کا ذہن کسی کا تابع نہیں ہوتا—— اسے صرف وہ کرنے دو جو وہ چاہتا ہے—— خاموش رہو—— انتظار کرو۔" دراز قد لڑکی کی آواز ساری آوازوں پر بھاری تھی۔ اور پھر اس نے پیار بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ "سنا دے ایک نغمہ فنکار۔" اور میں نے گٹار سنبھال لیا! میں نے لڑکی کی آنکھوں میں جھانکا۔ نشے سے سرخ آنکھیں—— لیکن دلکشی لیے ہوئے۔ لمبا جسم—— لمبا قد' لمبے بال—— اور میرے ہونٹوں پر پسندیدگی کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میری سڈول انگلیوں نے تار چھیڑے' اور ماحول ہنس پڑا۔ میں نے ایک اطالوی نغمہ چھیڑ دیا—— مسرت میں ڈوبا ہوا نغمہ—— یہ ایک مقبول ترین نغمہ تھا۔ اور پھر کون تھا جو زمین پر ہو۔ فضا میں ہو ہو کار گونج اٹھی۔ ہپی مست ہو گئے تھے۔ سوائے ریکا کے اور کوئی نہیں بیٹھا تھا۔ صرف ریکا میرے قدموں کے نزدیک بیٹھی مجھے عقیدت سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت تھی۔ نغمہ بہت طویل تھا۔ ناچنے والے گر گر پڑے' لیکن گرنے والے پھر اٹھتے اور بے ڈھنگے قدموں سے ناچنے لگتے۔ یہ نغمے کی توہین تھی کہ ان کے قدم ان کے ساتھ نہ دیتے' جب میں نے دیکھا کہ رقص کرنے والے نڈھال ہو رہے ہیں—— تو آہستہ آہستہ میں نے نغمہ ختم کر دیا۔ اور تالیاں گونج اٹھیں—— دراز قد کی لڑکی اچھل کر مجھ پر آ لدی۔ اس نے اپنی دونوں ٹانگیں میری کمرے کے گرد لپیٹ لیں اور ہاتھ گردن میں ڈال دیے' اور پھر وہ بے تحاشا میرے ہونٹ' پیشانی اور آنکھیں چومنے لگی۔

"آہ—— فنکار—— میری زندگی—— میری جان—— تو کہاں سے آیا ہے۔ کیا تو آسمان سے اترا ہے——" وہ مجھے چومتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ بمشکل تمام میں نے اس سے نجات حاصل کی۔

"ایک اور نغمہ فنکار—— ایک اور نغمہ——" نشے میں دھت آواز گونجی—— "نہیں بس—— یہ انسان ہے تھک گیا ہو گا۔" لڑکی غرائی۔

"ہائے میں مر جاؤں گا۔" اسی آواز نے کہا۔ "مر جاؤ——" لڑکی غرائی—— اور پھر میری کمر میں ہاتھ ڈال کر بولی "تم میرے خیمے میں چلو میری جان—— ان دیوانوں کی باتوں پر غور نہ کرو۔"

"یہیں بیٹھو—— میں آزاد فضاؤں کا پرندہ ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں تمہیں چشمہ حیات پر لے چلوں گی—— آؤ—— ضد نہ کرو—— یہ لوگ تمہیں سکون نہیں لینے دیں گے۔ میرے اندر سکون کے خزانے دفن ہیں—— آؤ—— میں ان خزانوں کے منہ کھول دوں گی۔"

"یہیں بیٹھو—— میرے پاس—— میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔"

"کون ہے—— کہاں ہے—— اسے بھی لے چلو—— میں بہت فراخدل ہوں۔" لڑکی جھوم کر بولی۔ "یہ—— وہ یہ ہے۔" میں نے ریکا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اور لڑکی نے چونک کر ریکا کو دیکھا۔ "یہ—— یہ تمہاری کون ہے—— کیا تمہاری محبوبہ—— کیا تمہاری بیوی——؟"

"ان دونوں میں سے کوئی نہیں ہے—— یہ صرف میری ساتھی ہے۔"

"صرف ساتھی—— اوہ——" اس نے ریکا کو غور سے دیکھ کر گردن ہلائی۔ "خوب ساتھ نبھایا ہے اس نے—— لیکن یہ مریض ہے فنکار—— تم نے اس کے مرض کا علاج کیوں نہیں کرا دیا—— اب تو یہ لاعلاج ہو چکی ہے—— کیا اس کے بعد بھی یہ تمہاری ساتھی رہے گی——؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا ——— اور لڑکی میرے پاس ہی بیٹھ گئی۔ اس نے جیب سے سگریٹ پیکٹ نکال لیا تھا ——— پھر اس نے ایک سگریٹ مجھے دیا۔ دوسرا خود سلگایا اور تیسرا ریکا کی طرف بڑھایا۔

"نہیں ——— نہیں ——— میں نہیں پیوں گی ——— میں نہیں پیوں گی۔"

"کیوں ———؟" لڑکی حیرت سے بولی۔ "میں نہیں پیوں گی ——— میرا بچہ ——— میرا بچہ ———!"

"اوہ ——— بہت پیار ہے اپنے بچے سے ——— لیکن اس سے کیا ہوتا ہے پیو ——— وہ بھی عادی ہو جائے گا۔"

"میں نہیں پیوں گی ———" ریکا نے گردن ہلا دی۔ "اسے مجبور نہ کرو ——— مجھے تمہارا نام بھی نہیں معلوم۔"

"یاکی ——— کون نہیں جانتا مجھے!" لڑکی نے ایک گہرا کش لے کر دھواں اڑاتے ہوئے کہا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"فنکار کہتی ہو ——— فنکار کہتی رہو ——— میں خود کو اپنے گٹار سے علیحدہ نہیں کرنا چاہتا۔" میں نے کہا اور لڑکی ہنسنے لگی ——— پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور انگلیاں چوم لیں۔ "فنکار عظیم ہوتا ہے۔ نہ جانے اس کی انگلیوں پر یہ سحر کون پھونک دیتا ہے۔ اجازت دو تو میں تمہاری گود میں سر رکھ کر لیٹ جاؤں۔ تمہیں تو اعتراض نہیں ہے لڑکی۔" یاکی نے ریکا کی طرف دیکھا اور ریکا نے بادل نخواستہ گردن ہلا دی۔ یاکی میری گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ اور سگریٹ کے کش لیتی رہی۔ میرے جذبات ابھر رہے تھے لیکن میں خود کو سنبھال رہا تھا ——— یہ رات انسانیت کی رات ہے۔ اس رات جذبات کو فرض پر حاوی نہیں ہونا چاہئے۔ ریکا مظلوم ہے۔ اس کے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد ہی کچھ کر سکتا تھا۔ چنانچہ یاکی میری گود میں سر رکھے مچلتی رہی۔ اس نے میرے جذبات برانگیختہ کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن میں برف کی مانند سرد تھا۔

تب وہ میری گود میں سر رکھے رکھے سو گئی۔ ریکا جاگ رہی تھی۔ اس کی دھندلائی ہوئی آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا اور پھر میں نے یاکی کا سر اپنے زانو سے ہٹا کر زمین پر رکھ دیا' اور ریکا کی طرف کھسک گیا۔ "سو جاؤ ریکا ——— آؤ ——— میری گود میں سر رکھ کر سو جاؤ۔" میں نے کہا۔

"میں ——— میں اس قابل نہیں ہوں فنکار ——— تمہارا فن کنوارا ہے اور میں آلودہ۔ لیکن میری روح کو ایک گہرا سکون ملا ہے۔ جب تم نے جارج کا گٹار خرید لیا تو میرے دل میں ایک زخم نمودار ہو گیا تھا۔ میں نے دکھے دل سے سوچا تھا کہ جارج کا فن اس سے چھن گیا۔ جارج کی ساری دلکشی ختم ہو گئی۔ میں نے اس گٹار کی بدقسمتی پر بھی غور کیا تھا ——— لیکن تمہارے فن کو دیکھ کر اندازہ ہوا ——— کہ گٹار کو اس کی صحیح جگہ مل گئی ہے۔ آہ ———! انگلیوں کا یہ جادو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا فنکار ——— کاش میں زندہ ہوتی ——— کاش میں تمہیں تمہارے فن کا خراج پیش کر سکتی۔" ریکا نے جذباتی انداز میں بولی۔

"کیا تم میرے لیے مخلص ہو ریکا۔"

"ہاں فنکار ——— جارج میری نظروں سے گر چکا ہے۔"

"تم مجھے کچھ دینا چاہتی ہو؟"

"ہاں ———؟"

"مسٹر ریکا ——— اپنے وطن واپس جاؤ ——— تم نے جو زندگی اپنائی ہے اسے ترک کر دو ——— خواہ کتنی ہی مشکلات پیش آئیں۔ ثابت قدم رہو۔ اگر تمہارے لوگ تمہیں پسند نہ کریں تو ان سے الگ رہ کر نئی زندگی کی ابتدا کرو۔ تمہارا بچہ پیدا ہو جائے تو اس کی بہتر نگہداشت کرو' خواہ اس کے لیے تمہیں تمہارہ کر محنت مزدوری کرنا پڑے۔"

ریکا مجھے دیکھتی رہی ——— پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "اگر میں اپنے وطن پہنچنے میں کامیاب ہو گئی ——— تو وعدہ کرتی ہوں کہ ——— وہی کروں گی جو تم نے کہا ہے۔"

"شکریہ ریکا ———" میں نے کہا اور ریکا میرے زانو پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ دو دو لڑکیاں تھیں ——— لیکن آج میرے ذہن کو نہ جانے کیوں زنگ لگ گیا تھا۔ میرے خیالات صاف ستھرے اور پاکیزہ رہے تھے۔ دوسری صبح میں نے ریکا کو جگایا ——— اور پھر اسے ساتھ لے کر خاموشی سے خیموں کے دائرے سے نکل آیا ——— پہلے ریکا کا بندوبست کرنا تھا۔ اس کے بعد ہی اور کچھ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں اسے ساتھ لے کر ایڈوکیمپ سے نکل آیا۔ پھر ہم نے گنڈولے کا سفر کیا ——— اور ایک مخصوص جگہ پہنچ گئے۔ جہاں ٹیلیفون دستیاب ہو سکتا تھا۔ یہاں سے میں نے سیکا ریفا کے فون نمبر ڈائل کیے۔ اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے کافی دیر کے بعد فون ریسیو کیا گیا۔ بولنے والی سیکا ہی تھی اور اس کے انداز سے ناگواری کا احساس ہو رہا تھا۔ لیکن میری آواز سن کر وہ چونک پڑی۔ "اوہ ——— مسٹر نواز ——— کہاں سے بول رہے ہیں ———؟"

"سان مارکو چوک کے نزدیک ہوں۔"

"خیریت ——— رات کہاں گزاری ———؟"

"مصروفیت میں ——— ایک ضروری کام ہے۔"

"فرمائیے ———"

"نوعیت بالکل ذاتی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو ٹھیک ہے ——— ورنہ میں اپنے طور پر کوشش کروں ———؟"

"آپ کا کوئی ذاتی کام کر کے مجھے دلی مسرت ہو گی مسٹر نواز۔"

"تب پھر پیشگی شکریہ ——— آپ کسی شخص کو یہاں بھیج دیں۔ چوک کے نزدیک ایک ہپی جوڑا موجود ہے۔ لڑکی آپ کے پاس پہنچ جائے گی' اس کے پاس پاسپورٹ موجود ہے۔ اسے انگلینڈ بھجوانے کا مناسب بندوبست کر دیں ——— بس یہ کام ہے۔"

"کوئی حیثیت نہیں رکھتا ———! لڑکی آج ہی روانہ کر دی جائے گی۔"

"شکریہ! بس یہی کام ہے مادام سیکا۔"

"آپ کی مرضی کے مطابق ہو جائے گا۔ لیکن آپ؟"

"میں نے کام شروع کر دیا ہے۔ اب کامیابی کے بعد ہی آپ سے ملاقات کروں گا۔"

"دیکھئے ——— مسٹر نواز ——— اگر آپ ہمیں حالات سے باخبر رکھیں تو بہتر ہے ——— تاکہ ہم آپ کی مدد کر سکیں۔ درپردہ ہی سہی ——— اگر حالات کسی طور بگڑ جائیں تو آپ تنہا تو نہ رہیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ مادام سیکا۔۔۔۔۔ لیکن اگر ضرورت پڑی تو آپ کے علاوہ اور کسے تکلیف دوں گا۔" میں نے کہا۔

"میں لیزینا کو بھیج رہی ہوں۔۔۔۔" سیکا نے کہا۔۔۔۔ اور میں نے ایک بار پھر شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔۔۔۔ پھر میں نے ریکا سے کہا۔

"ابھی ایک لڑکی آئے گی۔ وہ تمہیں ساتھ لے جائے گی اور پھر وہ تمہاری روانگی کا بندوبست کرے گی۔۔۔۔ تمہیں پورے آرام کے ساتھ لندن پہنچا دیا جائے گا۔"

"میں تمہارے لیے زندگی کی آخری سانس تک دعا کروں گی فنکار۔ میں تمہیں کچھ نہیں دے سکی لیکن میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گی۔" اس نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔۔۔۔ اور میں نے اس کا شانہ تھپتھپا دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دور سے لیزینا کی کار نظر آئی۔۔۔۔ چوک کے نزدیک وہ رک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ "جاؤ اس کار کی طرف بڑھ جاؤ۔۔۔۔ تم اسے مسٹر نواز کا حوالہ دے سکتی ہو۔۔۔۔"

"مسٹر۔۔۔۔ نواز۔۔۔۔؟ کیا یہ تمہارا نام ہے؟"

"جاؤ ریکا۔۔۔۔ ان چکروں میں مت پڑو۔"

"اچھا میرے محسن۔۔۔۔ میرے ساتھی۔۔۔۔ میرے عظیم فنکار۔۔۔۔" ریکا نے میرے ہاتھ پکڑے، چومے اور پھر کار کی طرف بڑھ گئی۔ میں واپس پلٹ پڑا۔ ریکا کار میں بیٹھ گئی اور لیزینا نے کار سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی، تب میں واپس چل پڑا۔۔۔۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے خیمے میں تھا۔ راستے میں، میں نے ناشتہ کی کچھ چیزیں لے لی تھیں۔ جنہیں میں اپنے خیمے میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اپنا گٹار لیا اور باہر نکل آیا۔۔۔۔ آج میں ہر قیمت پر اپنے کام کی ابتدا کرنا چاہتا تھا۔۔۔۔ چنانچہ میں نے اسی ولیڑے کا رخ کیا جہاں پچھلی رات گزاری تھی۔ حسب معمول یہاں لوگ رہے تھے۔ زیادہ تر لوگ خیموں میں گھسے ہوئے تھے، یا پھر۔۔۔۔ آوارہ گردی کرنے نکل گئے تھے۔ یاکی کا خیمہ مجھے معلوم نہ تھا۔۔۔۔ لیکن میرے پرستار مجھے بھولے نہیں تھے۔ ایک دبلے پتلے مدقوق سے آدمی نے مجھے دیکھ کر دانت نکال دیے۔

"ہیلو۔۔۔۔!" وہ میرے قریب آ گیا۔

"ہیلو۔۔۔۔" میں نے بیزاری سے کہا۔

"سگریٹ۔۔۔۔!" اس نے چرس بھرے ہوئے سگریٹ سے میری تواضع کرنا چاہی۔ "نہیں شکریہ۔۔۔۔ کیا تم یاکی کو جانتے ہو؟"

"ہاں۔۔۔۔!"

"اوہ۔۔۔۔ اس کا خیمہ کون سا ہے۔۔۔۔؟"

"میرے ساتھ آؤ۔۔۔۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ تب اس نے ایک خیمے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ اس کا خیمہ ہے۔"

"شکریہ۔۔۔۔" میں نے کہا اور پھر خیمے کے سامنے پہنچ گیا۔ میں نے یاکی کو آواز دینے کی بجائے گٹار کے تاروں پر انگلیاں پھیریں، اور یاکی دیوانہ وار باہر نکل آئی۔۔۔۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے، اور وہ سخت پریشان معلوم ہوتی تھی۔۔۔۔ اس نے مجھے دیکھا اور پاگلوں کی طرح

لپٹ گئی۔ "تم۔۔۔۔ تم آ گئے فنکار۔۔۔۔ کہاں چلے گئے تھے۔۔۔۔ کیوں چلے گئے تھے۔۔۔۔ میں نے تمہاری تلاش میں کیمپ کا کونہ کونہ چھان مارا۔۔۔۔ ایک ایک سے تمہارے بارے میں پوچھا اور جب تم نہ ملے تو میں نے سوچا کہ تم فنکار ہو۔ نہ جانے کون سی دنیا سے تمہارا تعلق تھا۔۔۔۔ شاید تم آسمان سے اترے تھے اور آسمان پر واپس چلے گئے۔"

"میں پستیوں کی خاک ہوں یاکی۔۔۔۔ آسمانوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔۔۔۔"

"نہیں۔۔۔۔ فنکار کا فن اسے آسمان کی انتہا تک بلند کر دیتا ہے۔ آؤ۔۔۔۔ میرے ساتھ آؤ فنکار۔۔۔۔ تمہاری جگہ تو دلوں میں ہے۔ آؤ۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے خیمے میں لے گئی۔ چھوٹے سے خیمے میں اس نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔

"جاؤ۔۔۔۔ میں تمہاری کیا خدمت کروں۔۔۔۔؟"

"میں یہاں سے جا رہا ہوں یاکی۔۔۔۔!" میں نے ابتدا کی۔

"کہاں۔۔۔۔؟ کیوں۔۔۔۔؟"

"یہ جگہ مجھے پسند نہیں ہے یاکی۔۔۔۔ نہ جانے کیوں۔۔۔۔ میں کہیں اور جانا چاہتا ہوں۔۔۔۔ کیا یہاں انجکشن ملتے ہیں؟"

"اوہ۔۔۔۔ عام طور سے نہیں۔۔۔۔ کبھی کبھی کچھ لوگ نظر آ جاتے ہیں جن کے پاس انجکشن ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کافی قیمت وصول کرتے ہیں۔۔۔۔ اور یہاں کیمپ میں ان خیموں میں قیام کرنے والے اتنی قیمت نہیں دے سکتے، چنانچہ صبر کرتے ہیں۔"

"وہ کہاں ملتے ہیں یاکی۔۔۔۔ انہیں تلاش کرو۔۔۔۔"

"کیا تمہارے پاس رقم ہے فنکار۔۔۔۔؟" یاکی نے اداسی سے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔ میرے پاس کافی کرنسی موجود ہے۔"

"سچ۔۔۔۔ وہ مسرور ہو گئی۔" مجھے افسوس ہے فنکار۔۔۔۔ میرے پاس زیادہ پیسے نہیں ہیں۔۔۔۔ ورنہ تمہاری ضرورت پوری کر کے مجھے خوشی ہوتی۔۔۔۔ لیکن اگر تمہارے پاس کرنسی موجود ہے تو ہم آج ہی سوبیتا چلیں گے۔ ہائے اس جگہ کا تصور ہی کیسا دلکش ہے۔۔۔۔ میں نے اسے ایک بار دیکھا ہے لیکن دوبارہ دیکھنے کی حسرت باقی ہے۔"

"سوبیتا کیا ہے؟"

"تم اس کے بارے میں نہیں جانتے۔۔۔۔؟" یاکی نے حیرت سے کہا۔

"نہیں۔۔۔۔"

"تب تو۔۔۔۔ تب تو تمہیں کچھ نہیں معلوم۔۔۔۔ کچھ نہیں دیکھا تم نے، ہم آج ہی سوبیتا چلیں گے۔۔۔۔ وہاں سب کچھ موجود ہے فنکار۔۔۔۔ اور وہاں تمہارے فن کے قدر دانوں کی تعداد یہاں سے زیادہ ہو گی۔"

"چلو یاکی۔۔۔۔ ہمیں وہاں ضرور چلنا چاہیے۔۔۔۔ میں یہاں سے سخت بے زار ہوں۔"

"تب مجھے اجازت دو۔۔۔۔ میں وہاں کے لیے کارڈ حاصل کر لوں بغیر کارڈ وہاں جانے والے سوبیتا کی دلچسپیوں سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔"

"اوہ۔۔۔۔ کارڈ کہاں سے ملے گا؟"

"یہاں لیڈو کیمپ میں ——— سوبیتا کے ایجنٹ موجود ہیں ——— وہ کارڈ ایشو کرتے ہیں خاص خاص لوگوں کو جن سے وہ مطمئن ہوتے ہیں' مجھے یہاں سب جانتے ہیں ——— مجھے دقت نہ گی۔"

"تو کیا عام لوگ وہاں نہیں جاتے ———؟"

"جاتے ہیں ——— لیکن انہیں وہاں وہی کچھ ملتا ہے جو عام ہے۔ وہ وہاں کی خاص جگہوں پر نہیں سکتے ——— ہاں کارڈ ہو تو پھر سوبیتا میں اور مقام ہوتا ہے۔ میرے پاس اتنی رقم موجود ہے کہ میں حاصل کرلوں۔ لیکن وہاں کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔"

"میرے پاس کاغذ کے حقیر ٹکڑوں کی کافی تعداد موجود ہے یاکی' تم اس کی فکر مت کرو۔" میں پرواہی سے کہا "تب تم یہاں آرام کرو ——— میں ابھی آتی ہوں ———" یاکی نے پیار بھرے انداز میں کہا۔ اور پھر وہ خیمے کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ میں نے ایک گہرا سانس لیا ——— اور خیمے ایک حصے میں ڈیرہ ڈال دیا ——— سوبیتا تک پہنچنے کے لیے بہتر انتظام ہو گیا تھا ——— ذرا دیکھا تو جلد اس سوبیتا کو

یاکی تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد آئی ——— اس نے سبز رنگ کا ایک خوبصورت کارڈ میرے سامنے ڈال دیا۔ اور مسکراتے ہوئے بولی "یہ کارڈ یہاں ایشو ہوتے ہیں۔ ان میں تین رنگ کے کارڈ ہوتے ہیں سبز' سرخ اور پیلے۔ کارڈ حاصل کرنے والوں کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ ان کے کارڈ کے رنگ کے کیا معنی ہیں سرخ کارڈ جن کے پاس ہوتے ہیں ان کے بارے میں ہدایت ہوتی ہے کہ انہیں مخصوص جگہوں کے علاوہ کہیں نہ جانے دیا جائے۔ پیلے کارڈ والے ناپسندیدہ شخصیت ہوتے ہیں۔ گویا کسی مجبوری کے تحت انہیں کارڈ ایشو کر دیا جاتا ہے ——— اور ہدایت ہوتی ہے کہ ان کی سخت نگرانی کی جائے لیکن سبز کارڈ والے درست سمجھے جاتے ہیں ——— اور ان کے لیے سوبیتا ان کا گھر ہوتا ہے۔" "خوب ———" میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "دراصل سوبیتا کو جنت ارضی کے نمونے کے طور پر بنایا گیا ہے۔ یہ جگہ شاید ترلوک کسی بڑے معتقد کی ہے۔ گو میں نے وہاں سب کچھ نہیں دیکھا لیکن دیکھنے کی حسرت ہے۔"

"تم نے میرا اشتیاق بے حد بڑھا دیا ہے یاکی۔ آؤ چلیں۔"

"میں تیاریاں کرلوں ڈارلنگ۔" یاکی نے کہا اور پھر وہ خیمے کا سامان سمیٹنے لگی۔ پھر اس نے خیمے دروازہ مضبوطی سے سی دیا اور میرے ساتھ نکل آئی۔ حسب معمول ہم گنڈولے میں بیٹھ کر چل پڑے گنڈولا چل پڑا ——— گرینڈ کینال سے نکل کر وہ ایک ذیلی نہر میں داخل ہو گیا ——— اور پھر سے نکل کر برنالورڈ محل کے بائیں سمت نکل آیا۔ "پورے وینس میں ایک سو پندرہ جزیرے ہیں ایک سو ساٹھ نہریں اور چار سو محرابی پل آپس میں ملاتے ہیں۔ ہماری منزل آٹھواں جزیرہ ہے۔" یاکی بتایا۔ "تمہیں وینس کے بارے میں کافی معلومات ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "چھ ماہ سے ہوں۔"

"خوب ———!" میں نے گردن ہلائی۔ آبی سفر جاری رہا ——— اور یاکی مجھ سے گفتگو رہی ——— وہ ایک تعلیمیافتہ لڑکی تھی' پورے طور سے ہپی ازم میں رچی ہوئی' دنیا اس کی نگاہوں میں بے حقیقت تھی۔ اس کے خیالات وہی تھے جو اس کی نسل کے عام لوگوں کے ——— اس کا کہنا زندگی ایک خوبصورت پھول ہے۔ اسے سونگھو ——— کیونکہ جلد یا بدیر اس کی خوشبو سوکھ

گی ——— اس سے سمجھوتہ کرو ——— اس کے بارے میں غلط توقعات مت قائم کرو۔ جب اس کا اختتام ہو تو تمہارے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے ——— اپنی شخصیت سے تہذیب کا بوجھ اتارو ——— وہ بن جاؤ جو ہو' جھوٹے اقدار کے رنگ خوشنما لیکن کڑوے ہوتے ہیں۔ ان رنگوں کو نہ اپناؤ۔ میں نے اس کے کسی خیال کی تردید نہیں کی بہر طور مجھے اس سے تعاون کرنا تھا۔ اور پھر طویل سفر ختم ہو گیا ——— اس طویل سفر کے لیے خاصی رقم خرچ کرنا پڑی تھی ——— لیکن میرے پاس ابھی بہت کچھ تھا ——— ختم ہونے پر اور حاصل کیا جا سکتا تھا ——— اس لیے مجھے کیا پرواہ ہوتی۔"

ہم آٹھویں جزیرے پر اتر گئے ——— یہاں عام آبادی نہیں تھی۔ کچھ سرکاری دفاتر تھے جو نہ جانے کون سے محکمے سے متعلق تھے۔ جزیرے کی آب و ہوا بھی زیادہ خوشگوار نہیں تھی۔ سوبیتا کے لیے ایک پکی سڑک موجود تھی جس پر پیدل ہی چلنا پڑتا تھا ——— یہاں کوئی سواری موجود نہیں تھی۔ چنانچہ ہم چل پڑے۔ جس جگہ ہم تھے یہ ڈھلان میں تھی۔ خاصی چڑھائی چڑھنا پڑی اور پھر جب ہم اوپر پہنچے تو سوبیتا کی خوبصورت عمارت دور سے نظر آنے لگی۔ کافی وسیع علاقے میں پھیلی ہوئی تھی یہ عمارت ——— دور سے ہی شاندار نظر آتی تھی ——— بہرحال ہم وہاں پہنچ گئے۔ عمارت کے گیٹ پر کوئی چوکیدار نہیں تھا۔ گیٹ سے داخلے کے تین راستے تھے۔ تینوں کے درمیان دیواریں کھنچی ہوئی تھیں۔ بہرحال ہمارا رخ درمیانی راستے کی طرف تھا۔ اس سے گزر کر ہم بغیر چھت کے ایک ہال میں پہنچ گئے۔ ہال آوارہ گردوں سے بھرا پڑا تھا۔ لوگ دیواروں سے ٹیک لگائے' درمیان میں اوندھے سیدھے پڑے ہوئے تھے۔ کسی کو کسی کی پروا نہیں تھی ——— ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ یہ عام جگہ ہے۔ یہاں کا کوئی کرایہ نہیں ہوتا۔ بس آؤ' ہر قسم کی منشیات حاصل کرو۔ جب تک چاہو پڑے رہو۔ جب چاہو واپس چلے جاؤ۔

"خوب ———!" میں نے گردن ہلائی اور یاکی واپس نکل آئی راستے میں اس نے مجھ سے پوچھا۔ "تمہارے پاس کرنسی کافی ہے نا ———؟"

"ہاں ——— تم بے فکر رہو ———"

"تب آؤ ———" وہ گیٹ تک آئی اور ہم ایک اور راستے پر چل پڑے ——— اس راستے کا اختتام ایک نیم تاریک کمرے میں ہوا جس میں ایک عمدہ قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک طرف کاؤنٹر تھا جس پر ایک خوبصورت جاپانی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ ہمارے قدموں کی چاپ سن کر اس نے گردن اٹھائی اور پھر نرم مسکراہٹ سے بولی "کیا آپ کے پاس کارڈ ہے سینورتا ———؟"

"ہاں ———!"

"پلیز ———" اس نے کہا اور یاکی نے کارڈ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا ——— "اوہ ——— ویری سوری ——— ویل کم سینور ——— ویل کم سینورتیا۔ کیا حکم ہے؟"

"ہمیں کمرہ چاہیے۔"

"ایک منٹ ———!" اس نے کہا اور ایک رجسٹر نکال لیا۔ پھر اس نے رجسٹر میں تلاش کر کے ایک نمبر منتخب کیا۔ اور بولی "روم نمبر ففٹی ایٹ۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔ اس نے ہمارا کارڈ اپنے پاس رکھ لیا اور ہمیں دو سرخ رنگ کے خوبصورت بیج دے دیئے۔ پھر اس نے ایک طرف لگا ہوا بٹن دبایا اور ایک دروازے سے ایک اور جاپانی لڑکی باہر نکل آئی۔ وہ اپنے قومی لباس میں تھی۔ وہ ہمارے سامنے جھکی اور پھر سیدھی ہو کر مسکرانے لگی۔

"روم نمبر ففٹی ایٹ ـــــ!" کاؤنٹر والی لڑکی نے کہا اور اس نے پھر گردن جھکا دی۔ جاپانی لڑکی
رقم بتائی اور میں نے نوٹوں کی گڈی نکال کر اس کی ادائیگی کر دی۔ لڑکی نے شکریہ ادا کیا اور پھر ہم
لڑکی کے ساتھ اسی دروازے کی طرف چل پڑے جدھر سے لڑکی آئی تھی ـــــ دروازے کے
جانب کمروں کے دروازوں کی قطار تھی۔ شفاف گیلری میں قالین بچھا ہوا تھا۔ اپنے گندے جوتوں سے
قالین کو روندتے ہوئے ہم راہداری کے بائیں سمت مڑ گئے۔ دائیں سمت کھلی جگہ تھی۔ شاید کسی
طرف جانے کے لیے۔! اور پھر روم نمبر اٹھاون کے سامنے پہنچ کر ہم رک گئے۔ لڑکی نے کمرہ کھولا اور
اندر داخل ہو گئے۔ خاصا وسیع کمرہ تھا۔ ایر کنڈیشنڈ تھا اور ضرورت کی تمام چیزوں سے آراستہ۔ "کسی چیز کی
ضرورت ـــــ؟" لڑکی نے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔"

"آپ کی خادمہ آپ کی منتظر رہے گی۔ یہ سفید بٹن دبا دیں۔"

"ٹھیک ہے۔" یاکی نے کہا۔ لڑکی جھکی اور باہر نکل گئی۔ میں نے ایک طویل سانس لے کر یاکی کی طرف
دیکھا اور یاکی مسکرانے لگی۔ "کیسی جگہ ہے؟" اس نے پوچھا۔ "بہت عمدہ۔"

"یہاں اور بھی بہت کچھ ہے۔ دیکھو گے تو خوش ہو جاؤ گے۔"

"ضرور دیکھوں گا۔"

"تمہیں انجکشن کی ضرورت ہے؟"

"ہاں ـــــ!"

"کیا میں ملازمہ کو آواز دوں۔"

"ابھی نہیں ـــــ ابھی یہاں کے حالات دیکھوں گا۔ انجکشن ہم لوگ رات کو لیں گے۔"

"اوہ ـــــ میں بھی ـــــ؟" یاکی خوش ہو کر بولی۔

"یقیناً" ـــــ تم مجھ سے الگ کہاں ہو ـــــ؟"

"اوہ ـــــ ڈارلنگ ـــــ تم ہر طرح ایک عمدہ آدمی ہو۔" اس نے رومانی انداز میں کہا۔
میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ میں نے اسے مایوس نہیں کیا اور اس کا طویل بوسہ لیا۔ "آؤ ـــــ
باہر کی سیر کریں۔" یاکی نے کہا۔

"چلو ـــــ!" میں نے جواب دیا۔ اور ہم اپنے کمرے کو تالا لگا کر باہر نکل آئے۔ یاکی بھی اس
سے واقف نہیں تھی۔ اس نے صرف یہاں کے بارے میں سن لیا تھا۔ ہم راہداری کے دوسرے حصے
پہنچ گئے۔ اس طرف ایک بڑا ہال تھا۔ ہال میں چاروں طرف سٹور تھا۔ جس پر کئی لڑکیاں اور نوجوان
موجود تھے۔ اس سٹور میں ہر قسم کے سگریٹ ـــــ سویٹس ـــــ دوائیں ـــــ ملبوسات
ضرورت کی دوسری چیزیں موجود تھیں۔ یاکی نے میری جیب میں خاصی رقم دیکھی تھی۔ چنانچہ وہ ملبوسات
کے حصے کی طرف چل پڑی اور پھر اس نے ایک خوبصورت گون، سر میں باندھنے کے لیے رنگین پردل
ایک پٹی پسند کی۔ اور میں نے اسکی قیمت ادا کر دی۔ میں نے بھی اعلیٰ قسم کے سگریٹ خریدے اور ہم
بڑھ گئے۔ یاکی بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔ وہ بار بار محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگتی تھی۔
ریستوران میں پہنچ گئے۔ ایر کنڈیشنڈ ریستوران میں چند ہی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہاں بار بھی تھا۔
میز پر بیٹھ کر میں نے ایک ہلکی شراب اور بھنے ہوئے تیتر طلب کیے۔ جو فوراً" فراہم کر دیے گئے۔ یاکی

لے لے کر کھا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے عرصے سے اس نے کوئی ڈھنگ کی چیز نہ کھائی ہو۔ گو یہ جگہ بے حد
مہنگی تھی لیکن اس کے باوجود میرے پاس اتنی کرنسی موجود تھی کہ میں یہاں ایک ہفتہ گزار سکتا تھا اور پھر
کرنسی کی مجھے پرواہ بھی کیا تھی۔ کھانے کے بعد ہم نے بل ادا کیا اور وہاں سے نکل آئے۔ اس کے بعد ہم
دوسرے حصوں میں گھومتے رہے۔ سرخ بیج ہمارے سینوں پر آویزاں تھے۔ اگر نہ ہوتے تو بعض حصے
ہمارے لیے الاؤ نہ ہوتے۔ وہاں لوگ موجود تھے۔ البتہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہاں قابل اعتراض
بات کیا ہے۔ بہرحال خوب آوارہ گردی کرنے کے بعد ہم اپنے کمرے میں آ گئے۔ "تقریباً" آدھا سو بیتا دیکھ
لیا ہے ہم نے۔" یاکی نے کہا۔
عمدہ جگہ ہے لیکن یہاں قابل اعتراض بات کیا ہے۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آیا؟" میں نے کہا۔ "
رات کے پروگرام ـــــ! جو عام آدمیوں کے لیے نہیں ہوتے۔"

"اوہ ـــــ!" میں نے گردن ہلائی۔ اور پھر رات کا انتظار کرنے لگا۔ یاکی نے چرس کے دو سگریٹ
بھرے ایک میرے حوالے کر دیا اور دوسرا خود سلگانے لگی۔ میں نے بھی اپنا سگریٹ سلگا لیا تھا۔ ہم دونوں
خاموشی سے چرس پیتے رہے۔ یاکی بار بار میری طرف دیکھنے لگتی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری طرف سے
پہل کی منتظر ہے۔ لیکن اس وقت میرے ذہن پر خیالات کی یلغار تھی۔ میں نے اس کی طرف توجہ نہیں
دی۔ سگریٹ ختم ہو گئی۔ اور یاکی اپنے بستر پر دراز ہو گئی۔ لیٹتے ہی اسے نیند آ گئی۔ اور جب وہ سو گئی تو میں
نے اسے غور سے دیکھا۔ جسمانی طور پر خاصی تھی۔ دراز قد، صحت مند جسم البتہ اس کا چہرہ خوبصورت ہونے
کے باوجود زیادہ دلکش نہیں تھا۔ اس پر اس کے خیالات کا عکس موجود تھا۔

زیادہ وقت برباد کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں یہاں کے رات کے پروگرام دیکھنے کے بعد کام کا آغاز کر دینا
چاہتا تھا۔ چنانچہ خیالات میں ڈوبا ہوا میں بھی سو گیا۔ اور پھر اس وقت آنکھ کھلی جب پوری طرح رات ہو چکی
تھی۔ یاکی بھی اسی وقت جاگی تھی۔ "فنکار ـــــ!" اس نے مجھے آواز دی۔ "ہوں"

"جاگ گئے؟"

"ہاں"

"آخر تمہارا کوئی نام بھی تو ہو گا؟" یاکی نے کہا۔

"ہاں"

"تو مجھے بتا دو نا! یہ اجنبیت اچھی نہیں لگتی۔"

"پیٹر ـــــ مائیک پیٹر"

"اوہ ـــــ بڑا خوبصورت نام ہے۔ تمہارے فن کی طرح۔ مجھے ایسے نام بہت پسند ہیں۔"

"شکریہ یاکی۔" میں اٹھ گیا۔ کمرے کا باتھ روم بھی اٹیچ تھا۔ میں باتھ روم میں جا کر خوب نہایا۔ بال
اور داڑھی بچا رکھی تھی۔ کیونکہ میک اپ خراب ہونے کا اندیشہ تھا۔ پھر میں نہا کر باہر نکل آیا۔

"تم بھی نہا لو یاکی!"

"تم کہتے ہو تو نہا لیتی ہوں۔ ورنہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ اصل غسل تو روح کا ہوتا ہے۔ روح پاک
ہو تو جسم کیا حیثیت رکھتا ہے۔"

"جسم کی بھی کچھ ضرورتیں ہوتی ہیں یاکی۔"

"فانی جسم کی ضرورتیں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔"

"پھر تم کھانا کیوں کھاتی ہو؟ نشہ کیوں کرتی ہو؟"

"اس ناکارہ ڈھیر کو باقی رکھنے کے لیے۔"

"اگر ہم اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں تو اس کی ضرورتیں بھی پوری کرنی ہوں گی!"

"ٹھیک ہے میں نہا لیتی ہوں۔" یاکی نے کہا اور کپڑے اتارنے لگی۔ میں اس کی حرکت پر چونکا لیکن یاکی میری طرف سے بے نیاز تھی۔ اس نے پورے جسم کا لباس اتار دیا۔ سفید بدن۔ جس پر کہیں کہیں میل کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ سڈول ——— اور نسوانیت کی تمام دلکشی لیے ہوئے۔ میرے بدن پر چیونٹیاں رینگنے لگیں۔ یاکی نہ جانے درحقیقت لاپرواہ تھی یا مجھے آزما رہی تھی۔ وہ اطمینان سے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ کپڑے وہ باہر ہی پھینک گئی تھی اور اندر سے پانی گرنے کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد اس کے گنگنانے کی آواز ——— یاکی کی آواز اچھی تھی۔ وہ ایک فلمی نغمہ گنگنا رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ نہاتی رہی۔ اور میں ایک کرسی میں دراز سوچتا رہا پھر اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آئی۔ میں ایک بار پھر چونکا تھا۔ نہانے سے اس کا بدن موم کی طرف صاف شفاف ہو گیا تھا۔ پانی کے قطرات اس کے لمبے سڈول بدن پر پھسل رہے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی میرے سامنے آ گئی۔

"پیٹر!" اس نے مجھے آواز دی۔

"ہوں"

"پلیز ——— مجھے ایک سگریٹ دو۔" وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ دیوانی لڑکی مجھ پر چھانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ بہرحال میں اتنا کچا بھی نہیں تھا۔ اس کے حسین بدن سے متاثر ضرور ہوا تھا لیکن اس قدر بھی نہیں کہ بدحواس ہو جاتا۔ میں نے خاموشی سے ایک سگریٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

اس نے مست انداز میں سگریٹ سلگائی اور پاؤں پر پاؤں رکھ کر بیٹھ گئی۔ چند ساعت میں، میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ اپنے جسم سے مجھے متاثر کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن ابھی نہیں۔ میں اس کی خواہشات پوری کروں گا لیکن ابھی نہیں۔ ویسے وہ اعتدال سے کام لے رہی تھی۔ اور مجھے یہ بات پسند تھی۔ اس نے ضرورت سے زیادہ کوئی بات نہیں کی تھی۔

"رات ہو چکی ہے یاکی۔ کیا باہر نہیں چلو گی؟"

"ہاں۔ ضرور چلیں گے ڈارلنگ میرے سگریٹ بھی ختم ہو چکے ہیں۔ تم نے انجکشن کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہاں میں بھی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔" یاکی نے اپنا گون پہنا۔ سر کی پٹی باندھی اور خاصی عمدہ نظر آنے لگی۔ میں نے بھی گٹار گلے میں لٹکا لیا تھا۔ ہم نے پہلی بار ملازم کو بلانے کے لیے گھنٹی کا بٹن دبایا اور فوراً ہی ایک لڑکی اندر آ گئی۔ لیکن یہ مقامی ہی تھی۔

"سینورا۔" اس نے گردن جھکا کر کہا۔

"ہم سوبیتا کے لیے اجنبی ہیں۔ کیا ہمیں یہاں کے پروگرام نہیں بتاؤ گی؟"

"ضرور سینوریتا۔ کیا آپ مجھے گائیڈ کی حیثیت سے قبول کریں گی؟"

"ہاں ——— کیا حرج ہے؟"

"تب آئیے ——— آپ لوگ اپنی ضروریات مجھے بتا دیجئے۔"

"ہمیں انجکشن لینا ہے۔"

"آئیے ———!" لڑکی نے کہا۔ اور ہم اس کے ساتھ باہر نکل آئے۔ چھوٹے سے قد کی یہ لڑکی

بری نہیں تھی۔ اس کی کمر بہت پتلی تھی اور کولہے چوڑے۔ جن کی ہلنت بہت دلکش تھی۔

ملازمہ اچھی ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔ اور ہم لڑکی کے ساتھ چلتے رہے۔ وہ ہمیں لیے ہوئے ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گئی۔ جہاں بہت سے لوگ انجکشن لے رہے تھے۔ مجھے یہ بات ناگوار لگی۔ لیکن بہرحال نشہ نہ ہونے دینے والی گولی میں نے منہ میں رکھی اور کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ جہاں انجکشن کی اقسام کی تفصیل موجود تھی۔ یاکی نے اپنے لیے انجکشن پسند کیے۔ میں نے بھی ہلکی قسم کے دو انجکشن منتخب کر لیے تھے۔ اور پھر ان کی قیمت فوری طور پر ادا کر دی گئی۔ انجکشن لینے کے بعد ہم باہر نکل پڑے۔

"کیا آپ کورس اٹینڈ کریں گے؟" ملازمہ نے پوچھا۔

"یہ کیا ہوتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"نرلوکا کی تعلیمات پر مبنی کورس ——— سوبیتا کے خصوصی پروگرام کی حیثیت رکھتا ہے۔"

"ضرور۔" میں نے کہا اور ملازمہ ہمارے ساتھ چل پڑی۔ اس بار ہمیں ایک طویل سفر کرنا پڑا تھا۔ پھر ہم ایک ونڈو پر پہنچے اور یہاں سے ہمیں تین ٹکٹ خریدنا پڑے جو کافی قیمتی تھے۔ اس کے بعد ہم ایک کمرے میں داخل ہو گئے جہاں کچھ نہ تھا۔ چاروں طرف کی دیواریں سپاٹ تھیں۔ میں نے اور یاکی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ لیکن ملازمہ ایک دیوار کے قریب کھڑی ہو گئی۔ چند ساعت کے بعد دیوار میں ایک سرسراہٹ سی ہوئی اور پھر دیوار کا ایک سپاٹ حصہ کسی دروازے کی طرح کھل گیا۔ اس میں ایک شخص موجود تھا۔ ملازمہ نے تینوں ٹکٹ اسے دیے۔ اور اس نے ہمیں اندر آنے کا اشارہ کیا۔ عجیب و غریب لفٹ تھی۔ جو دس بارہ گز سے زیادہ نیچے نہ گئی۔ اس کا دروازہ کھلا۔ اور اس بار ہم ایک بڑے ہال میں تھے جسے کلوک روم بھی کہا جا سکتا تھا۔ چاروں طرف خانے بنے ہوئے تھے۔ اور ان میں بے شمار لباس ٹنگے ہوئے تھے۔

"براہ کرم لباس اتار دیں۔" ملازمہ نے کہا۔

"کیا مطلب ———؟" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"ہم لباس پہن کر اندر نہیں جا سکتے۔ یہاں کا قانون ہے۔"

"اوہ ———" میں نے ہونٹ سکوڑے۔ یاکی نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ اپنے لباس کی طرف بڑھ گئے۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا ڈارلنگ۔" اس نے گنگناتے ہوئے کہا۔ مجھے ہچکچاہٹ ہو رہی تھی۔ لیکن ہماری گائیڈ نے خود بھی اطمینان سے اپنا لباس اتار دیا۔ اب اس کے جسم پر لباس نام کی کوئی شے نہیں تھی۔ بلاشبہ جسمانی طور پر حسین لڑکی تھی۔ تب مجبوراً مجھے بھی وہی کرنا پڑا۔ جو انہوں نے کیا تھا۔ لیکن اس بے باکی سے لباس اتارنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ مجھے پسینہ آ گیا۔ لیکن دونوں لڑکیاں کسی قسم کی گھبراہٹ محسوس نہیں کر رہی تھیں۔ میں ان کے درمیان تھا۔ ایک دروازے پر ایک برہنہ شخص ملا اس نے سیاہ رنگ کے تین نقاب ہماری طرف بڑھا دیے۔ جن سے آدھے سے زیادہ چہرہ ڈھک گیا۔ کسی قسم کی کوئی گھٹن نہیں تھی۔ اور پھر ہم آخری دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ اندر کا ماحول نیم تاریک تھا۔ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور بے شمار لوگ ان کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن سب کے سب لباسوں سے بے نیاز تھے۔ عورتوں اور مردوں کی کوئی تخصیص نہیں تھی۔ ہم بھی کرسیوں کی ایک قطار کی طرف بڑھ گئے۔ سامنے ہی ایک چوڑا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی۔ ملازمہ اور

یاکی میرے دونوں طرف بیٹھ گئی تھیں۔ سٹیج پر ایک بڑی سی گھڑی لگی ہوئی تھی۔ جس کی سوئیاں چمک رہی تھیں۔ پروگرام ٹھیک دس بجے شروع ہو گا۔ ملازمہ نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ اور میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے گردن ہلا دی۔ ہال میں منشیات کے دھوئیں چکرا رہے تھے لیکن پورے ہال کی دیواروں میں گندی ہوا باہر پھینکنے والے پنکھے لگے ہوئے تھے۔ اس لیے ماحول بالکل معتدل تھا۔ ملازمہ آہستہ سے میری طرف جھکی۔ "اگر آپ پسند کریں جناب تو میرے جسم سے احتراز نہ کریں۔ جب وقت تک آپ یہاں مقیم ہیں میں آپ کی ملکیت ہوں———!" اس نے بے تکلفی سے میری ران پر ہاتھ رکھ دیا۔

☆ ☆ ☆

لڑکی مجھے پسند تھی' اور پھر یہ عجیب و غریب ماحول' لباس سے بے نیاز' بھدے' خوبصورت' سڈول جسم میرے چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔ خود میں کبھی اتنے لوگوں کے سامنے عریاں نہیں ہوا تھا۔ لاکھ میں خود سے' اپنی ذات سے بیگانہ تھا' لیکن ذہن کے انتہائی گوشوں میں ابھی ایک جھجھک باقی تھی اور یہی جھجھک مجھے اس ماحول میں ضم نہ ہونے دے رہی تھی۔

حالانکہ دوسرے لوگ پر سکون تھے۔ انہیں اپنے بے تکے جسموں کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ موٹے موٹے' گندے بدن عریاں تھے چونکہ پروگرام شروع نہیں ہوا تھا' اس لئے لوگ آزادی سے گھوم پھر رہے تھے۔ انہوں نے چہرہ چھپا کر گویا بلی کے خوف سے نجات حاصل کر لی تھی۔ بڑی بڑی حسین لڑکیاں اپنے حسن سے بے نیاز میرے سامنے سے گزر رہی تھی۔ اور میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔

عورت——— لباس——— پردہ پوشی——— عورت کے تصور سے کیسی کیسی داستانیں وابستہ ہیں۔ لیلیٰ مجنوں' ہیر رانجھا' شیریں فرہاد' سسی پنوں' سوہنی مہنیوال کہاں کے لوگ تھے۔ یہ ایک دوسرے سے اس قدر متاثر کیوں تھے۔ اگر وہ اس ماحول میں ہوتے' تو کیا عشق و عاشقی کی ان داستانوں کا کوئی وجود ہوتا۔؟ یہاں تو عورت بے حد حقیر ہے۔ اس نے اپنی لطافتوں کو نمایاں کر دیا ہے۔ اور ہر عیاں چیز دلکشی کھو بیٹھتی ہے۔ چنانچہ میری نگاہ میں بھی ان حسین اجسام کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی۔ ایک حسین لڑکی' جس کی عمر سترہ سال سے زیادہ نہ ہو گی۔ ہاتھ میں ٹرے تھامے ہمارے قریب آ کر جھکی۔ اس کی نسوانیت میں کوئی کھلکھلاہٹ نہیں تھی۔ پتھر کی طرح ٹھوس بدن۔!

میں نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

"کچھ پیش کروں———؟" اس نے خوبصورت آواز میں پوچھا۔

"یاکی———!" میں نے یاکی کو آواز دی۔

"جینڈول———" یاکی نے آرڈر دیا۔

"تمہارے لئے———؟" میں نے ملازمہ سے پوچھا۔ وہ بھی بہرحال اس وقت میری ساتھی تھی۔

"شکریہ——— اگر کوئی ہلکی شراب——— اس سے زیادہ کچھ نہ پی سکوں گی۔" میں نے دونوں کے لئے آرڈر دے دیا۔ ملازمہ للچائی ہوئی نگاہوں سے میرے بدن کو دیکھ رہی تھی۔ اس سے نگاہیں ملیں تو وہ مسکرائی——— اور پھر میرے کان کے قریب منہ کر کے بولی۔

"مسٹر پیٹر———!"

"ہوں۔"

"تمہارا بدن بے حد خوبصورت ہے——— انتہائی سڈول اور تر و تازہ۔"

"شکریہ———!" میں نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ جواب دیا۔

"تمہارے سفید اور چوڑے سینے پر——— یہ سیاہ بال بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔" اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر سہلاتے ہوئے کہا۔ "کیا میں تمہارے سینے کا بوسہ لے لوں۔؟" اس نے سوال کیا۔ یہ ...نے گھبرائے ہوئے انداز میں اسے' پھر یاکی کو' اور پھر قرب و جوار میں بیٹھے لوگوں کو دیکھا۔ یاکی غور سے ...جوڑے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ لڑکی نوجوان کی آغوش میں سر رکھے لیٹی تھی اور نوجوان ایک لمبے ...کو ہونٹوں میں دبائے' جینڈول کے کش لے رہا تھا۔ لیکن باقی لوگ اپنی دھن میں مگن تھے' ملازمہ نے ...ساعت میرے جواب کا انتظار کیا۔ پھر مسکرائی۔ میری طرف جھکی اور اس نے میرے سینے پر ہونٹ رکھ ...ایک پھریری سی میرے بدن میں دوڑ گئی۔ ملازمہ نے میرے سینے کے کئی بوسے لئے اور پھر ہونٹ ...سینے سے رگڑنے لگی۔ اس کے انداز میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ اور پھر اس نے نڈھال سے انداز میں ...اپنا سر میری آغوش میں رکھ دیا۔ میری جان نکل رہی تھی۔ ملازمہ کی پوزیشن بدلنے سے یاکی نے گردن گھمائی ...پھر ملازمہ کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے سوچا کہ شاید وہ یہ بات پسند نہ کرے' لیکن اس کی پیشانی پر ...بل شکن نمودار نہ ہوئی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے شفاف سینے پر رکھ دیا اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

سوچا کی حقیقت کھل رہی تھی۔ توبہ ہے سوچیتا——— ظاہر ہے یہ سب کچھ جائز طور سے تو نہیں ہوتا ہو گا لیکن اتنے اعلیٰ پیمانے پر کاروبار کرنے والے معمولی لوگ تو نہ ہوں گے۔ ان کی پشت نہ جانے کتنی ...ہو۔ یہ لوگ جو یہاں نقاب لگائے ہوئے موجود تھے۔ نہ جانے ان میں وینس کے کتنے معززین ہوں۔ ...ن کے حکام مکمل طور سے اس کاروبار سے ناواقف تو نہ ہوں گے۔!

گویا سوچیتا کی بنیادیں اکھاڑنے میں سخت محنت سے کام کرنا پڑے گا۔ میں نے سوچا۔ لیکن اس وقت یہ ...ب کچھ میں ملازمہ——— اور یاکی کی حرکتوں سے ذہن ہٹانے کی خاطر سوچ رہا تھا۔ پورا ماحول ہی بھیانک ...اور ملازمہ——— لیکن——— اچانک اسٹیج پر ایک تیز گھنٹہ بجا۔ اور ہال کی بھنبھناہٹ معدوم ہو ...ل۔ لوگ خاموش ہو گئے' سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ملازمہ نے بھی میری آغوش سے چہرہ ہٹا لیا۔ اس کا تنفس تیز ...رہا تھا۔! ویٹرس ہماری طلب کردہ اشیاء لے آئی۔ یاکی لمبے پائپ میں جینڈول بھرنے لگی۔ ملازمہ نے ہلکی ...رب کے دو جام تیار کئے اور میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے پورا جام حلق میں انڈیل لیا——— حلق میں ...لئے پڑے ہوئے تھے۔ جسمانی حالت عجیب تھی۔! اسٹیج پر گھنٹے کی موسیقی گونجتی رہی۔ پھر کسی کونے سے ...قوس کی صدا ابھری' اور کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ گھنٹے اور ناقوس کی آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اور ...ہال پر ایک عجیب سی دہشت آمیز کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ تب پورے ہال میں تاریکی پھیل گئی۔ گہری ...اور سخت تاریکی۔ لیکن اسٹیج پر روشنی پھوٹ رہی تھی۔ سبز' اودی' اور نیلی روشنی———! یوں تاریک ...ماحول منور ہونے لگا۔ سامنے لگی ہوئی گھڑی دس بجا رہی تھی۔ اسٹیج پوری طرح روشنی میں نہا گیا۔ تب ...ناقوس اور گھنٹے کی آواز رک گئی۔ لیکن فضا میں اس کا ارتعاش اب تک گونج رہا تھا۔ اور پھر اسٹیج کے ایک ...کونے پر تحریک ہوئی۔ بکھرے ہوئے بالوں اور لمبی ڈاڑھی والا ایک کریہہ صورت بوڑھا آہستہ آہستہ اسٹیج پر نمودار ہوا۔ وہ بہت لاغر تھا۔ لیکن اس کے بدن پر لباسوں کا ڈھیر تھا۔ لوہے کے ٹکڑے' زنجیریں' چھوٹے ...بھرنے پتھر۔ اس کے پورے بدن پر بندھے ہوئے تھے' جن کی وجہ سے اسے چلنے میں بھی دقت ہو رہی

تھی۔ اور پھر وہ اسٹیج کے عین درمیان آکر کھڑا ہو گیا!

"اے جاندارو ——— کیا تم مجھے دیکھ رہے ہو۔؟" اس نے پوچھا۔ اسٹیج پر شاید مائیک پوشیدہ تھا۔ کیونکہ بوڑھے کی آواز کافی صاف اور بلند تھی۔ "ہاں ——— ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں۔!" نہ جانے کہاں سے جواب ملا۔

"تم کون ہو۔؟" بوڑھے نے سوال کیا۔

"انسان۔!" جواب ملا۔ "غلط ——— آہ ——— غلط ——— بالکل غلط ——— تم انسان نہیں ہو۔" بوڑھے نے بمشکل ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اس کے چہرے سے کرب کا اظہار ہو رہا تھا۔ پھر اس نے گردن گھمائی اور اس کی گردن میں بندھی زنجیر کھنک اٹھی۔ "میں کون ہوں ـــ بتاؤ میں کون ہوں؟"

"تم بھی انسان ہو۔"

"شاید ——— شاید تم ہی ٹھیک کہہ رہے ہو۔ شاید ——— لیکن میں اتنا لاغر کیوں ہوں؟ میں اتنا کمزور کیوں ہوں؟ میں اتنا بزدل کیوں ہوں؟ میرے شانوں پر کتنا بوجھ ہے۔ میرے پیروں میں کیسی وزنی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ میرے ہاتھوں میں زنجیریں ہیں۔ کیوں ———؟ تو کیوں ———؟ اگر میں انسان ہوں، تو میرے اوپر اتنے بوجھ کیوں لاد دیئے گئے ہیں ———؟ آخر کیوں ———؟" بوڑھے کی اداکاری بہت عمدہ تھی۔ "پھلتی پھولتی انسانیت کے بے شمار دشمن ہیں۔ کچھ قوی۔ کچھ کمزور، پتھر کے دور میں رہنے والے کس قدر مطمئن، مسرور تھے، انہیں مکانوں کی پروا نہیں تھی۔ انہیں لباس و خوراک کی فکر نہیں تھی، جدوجہد کرتے تھے، کھاتے تھے اور آرام سے سو جاتے تھے۔ پھر انسان نے خود کو تہذیب کے دور میں داخل کیا۔ تہذیب ——— انسانیت کی دشمن نمبر ایک ——— انسان نے خود اپنے اوپر پابندیاں لگائیں۔ کیسی انوکھی مخلوق ہے یہ ——— اسے فطرت کی آزادی پسند نہیں آئی اس نے خود اپنے پیروں میں بیڑیاں ڈال لیں۔ یہ خود اپنی ذلت میں محبوس ہو گیا۔ تہذیب نے اسے خوف دیا۔ یہ اپنے سائے سے بھی خوفزدہ رہنے لگا! آہ ——— انسان نے تہذیب کے عفریت کو خود پر حاوی کر لیا۔ اس نے اپنی فطرت مسخ کر لی، اور اس کے اوپر بوجھ بڑھتے رہے۔ تہذیب نے انسان کو کیسی کیسی شکلیں دی ہیں۔ اولاد آدم اس خوفناک مرض میں کس طرح گرفتار ہوئی ہے۔ دیکھو اس بھوت نے انسان سے اس کی عقل چھین لی ہے۔ یہ کتنا سنگدل ہو گیا ہے۔ یہ جنگیں کرتا ہے۔ زمین کے لئے ——— بچی دولت کے لئے جو اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ یہ بے معنی چیزوں کے لئے اپنی نسل کو فنا کر دینا چاہتا ہے۔ اس نے گھر بنائے ہیں۔ سرحدیں متعین کر دی ہیں۔ کیا انسان کی کوئی سرحد ہے۔؟"

بوڑھے نے رک کر چاروں طرف دیکھا اور پھر مایوسی سے گردن ہلائی۔

"آہ ——— یہ جاندار ——— کس طرح سسک رہے ہیں۔ ان کے لئے کیا کریں۔ بتاؤ ——— انہیں کیسے اس سنہری دور میں لے جائیں۔ میرے بھائیو! میرے بچو! ہم لاغر ہیں۔ ہم کمزور ہیں۔ ہم محدود ہیں۔ تہذیب کا عفریت طاقتور ہے۔ اس کی لاکھوں زبانیں ہیں۔ اس کے کروڑوں دانت ہیں۔ اس کے اربوں ہاتھ ہیں۔ یہ ہاتھ ہر ایک گردن تک پہنچ گئے ہیں۔ انسان تہذیب کے شکنجے میں جکڑ گیا ہے۔ پھڑپھڑا رہا ہے۔ ہم کیا کریں۔ بتاؤ ——— ہم اس خوبصورت مخلوق کے لئے کیا کریں۔؟"

بوڑھے نے رونے کی اداکاری کی ——— اور پھر میوزک کے ایک جھماکے کے ساتھ وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں، اس کے چہرے پر وحشت نظر آرہی تھی۔ تب اس نے کرخت آواز میں

کہا۔ "تم نے کیا کہا تھا ——— میں کون ہوں۔؟"

"انسان ———" وہی آواز ابھری۔ "تو دیکھو ——— میرے کمزور بازوؤں میں کتنی طاقت آگئی ہے۔ یہ خود اعتمادی ہے۔ یہ بیزاری ہے۔ یہ انتقام ہے۔ میں ان تین ہتھیاروں سے مسلح ہو کر تہذیب کے مقابلے پر آگیا ہوں۔! رشتوں کا بوجھ۔!" بوڑھے نے ایک زنجیر اتار کر نیچے پھینک دی۔ "معاشرے کا خوف ———!" اس نے دوسری زنجیر اتار کر نیچے پھینک دی۔ "فکر روزگار ———" اس نے بیڑیاں بھی اتار پھینکیں۔ "میری ماں نے مجھے جنا ہے۔ کیونکہ وہ مجھے جن سکتی تھی۔ لیکن وہ عورت ہے۔ اس کے پیٹ سے ایک لڑکی بھی برآمد ہوئی۔ لوگ اسے بہن کہتے ہیں۔ لیکن وہ عورت ہے۔ وہ میری ضرورت ہے۔ اس کے بطن میں تحریک ہوئی۔ اور اس نے ایک اور لڑکی تخلیق دی۔ وہ بھی عورت ہے۔ دوستو ——— کیا وہ عورت نہیں ہے۔؟"

"وہ عورت ہے ——— صرف عورت ہے۔"

"تہذیب کے منہ پر سیاہی پھیر دو۔ وہ ہماری دشمن اول ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ یہی ہمارا ملک ہے۔ دیکھو ——— میں کتنا ہلکا ہو گیا ہوں دیکھو میں کتنا مسرور ہوں۔ میرے بدن پر کوئی نہیں ہے۔ میری روح سبک ہے۔ آہ ——— لیکن میں تمہارے لئے غمزدہ ہوں۔ میرے ہم آواز ہو جاؤ۔ میری پیروی کرو ———! لگے دم۔ مٹے غم۔ ہری کرشنا۔ ہری رام۔ ہری کرشنا۔ ہری رام ———!" بوڑھا پیچھے ہٹتا گیا اور پھر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ لیکن میرے ضمیر میں ایک بے چینی سی ابھر آئی تھی۔ ایک عجیب سی بے کلی، جسے میں کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ مجھے اس بوڑھے سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی۔ مجھے اس کی بکواس سے شدید اختلاف تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس سے گفتگو کروں۔ میں اس سے کچھ کہوں۔ میں ثابت کروں کہ اس نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ افیون یا کسی اور نشے کی پنک میں کہا ہے' اس کی گفتگو حقیقت سے بہت دور ہے۔ اس نے صرف بکواس کی ہے۔ لیکن موقع نہیں تھا۔ میں نے آہستہ آہستہ یہ خواہش دبا دی۔ اسٹیج پر اب خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ روشنیاں بھی مدھم پڑ گئی تھیں۔ "ترلوکا ———!" ہال کے کونے سے ایک بدمست آواز ابھری۔ اور پھر بہت سی آوازوں کے ساتھ ہی اسٹیج پر روشنی ہو گئی۔ اور پھر ایک برہنہ شخص اسٹیج پر آیا۔ اور اس نے اعلان کیا۔ "مسٹر ویلز نیو ——— اور مس پوشی! ——— حال ہی میں اپنے ملک سے یہاں آئے ہیں۔ جنت ارضی جانے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہیں۔ لیکن یہ دونوں ترلوکا کی تعلیمات سے آراستہ ہیں۔ انہوں نے دل کی گہرائی سے ان تعلیمات کو قبول کر لیا ہے۔ تہذیب کے دشمن۔ آپ کے سامنے فرسودہ روایات کو قتل کریں گے۔ خواتین و حضرات' ویلز نیو ——— پوشی۔!" اور اس کے ساتھ ہی سیاہ لباس میں ملبوس ایک حسین لڑکی ——— اور ایک نوجوان اسٹیج پر آگئے۔!"

دونوں کے خدوخال یکساں تھے۔ وہ صحیح معنوں میں بہن بھائی معلوم ہوتے تھے۔ پہلے دھیمے میوزک پر انہوں نے رقص کیا۔ پاکیزگی کا رقص۔ لڑکی اپنے بھائی سے شرما رہی تھی۔ لیکن پھر وہ رقص کرتے کرتے ہم آغوش ہو گئے۔ نوجوان نے لڑکی کے ہونٹوں کا بوسہ لیا اور لڑکی کسی قدر بے چین ہو گئی اور پھر اس کے بعد نوجوان کے ہاتھ لڑکی کے بدن پر پھسلنے لگے۔ اگر یہ اداکاری تھی تو اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ لڑکی خوفزدہ تھی۔ گھبرائی ہوئی تھی۔ شرما رہی تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ بھی نوجوان کی طرف رجوع ہو گئی۔ اور شیطانیت کی ساری منازل طے کرتے گئے۔ تیز روشنیوں نے انہیں حلقے میں لیا ہوا تھا۔ شیطان کی نسل

اپنے جد امجد کے احکامات کی پابندی کر رہی تھی بڑا ہیجان خیز منظر تھا۔ یاکی اور ملازمہ کسمسا رہی تھی۔ وہ میرے جسم کا قرب حاصل کرنے میں کوشاں تھیں۔ لیکن —— میرا دل سینے میں پھڑپھڑا رہا تھا۔ مجھے شدید وحشت ہو رہی تھی۔ اور یہ گھبراہٹ اس قدر بڑھی کہ میں پریشان ہو گیا۔ میں نے سوچا کچھ اور وقت میں نے یہاں گزار لیا۔ تو میرا ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔ دل الٹ رہا تھا۔ یہ سب کچھ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ ابھی شاید میں پستی کی اس انتہا کو نہیں پہنچا تھا۔ جہاں ضمیر کی جگہ صرف ایک سیاہ داغ رہ جاتا ہے۔ ابھی شاید دل کے مقام پر کچھ سرخ خون جمع تھا —— !"یاکی —— !" میں نے گھٹی ہوئی آواز میں اسے آواز دی۔

"ڈارلنگ —— !" یاکی بہکے ہوئے لہجے میں بولی۔

"میں جانا چاہتا ہوں۔"

"ہوں ——" یاکی مسکرائی۔ "بے شک میری جان —— یہ مناظر بے حد ہیجان خیز ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر اور رکو —— ابھی بہت سے آئٹم باقی ہوں گے کیوں —— تم بتاؤ۔" اس نے ملازمہ کی طرف رخ کر کے کہا۔

"یس سینورا —— یہ تو ابتدا ہے۔ سارے خصوصی پروگرام باقی ہیں۔ ویسے سینور اگر ضرورت محسوس کر رہے ہوں تو —— ہال کے ملحق کمرے موجود ہیں۔ ضرورت مند وہاں جاتے ہیں اور پھر واپس اپنی سیٹوں پر آجاتے ہیں۔" ملازمہ نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن وہ غلط سوچ رہی تھی۔ میں "ضرورت مند" نہیں تھا۔ میرے دل کی کیفیت تو کچھ اور ہی تھی۔ "خصوصی پروگرام کیا ہیں ——؟" یاکی نے ملازمہ سے پوچھا۔

"ہوں —— سینورا —— یوں تو بہت سے جوڑے آئیں گے۔ اور پروگرام پیش کریں گے۔ لیکن آخری دو آئٹم بہت عمدہ ہوتے ہیں۔ آج کے پروگرام میں لڑکی کی عمر صرف تیرہ سال ہے اور مرد ساٹھ سال کا ہے اور دوسری جانب پینتالیس سالہ عورت' اور صرف بارہ سالہ لڑکا —— ! یہ دونوں ماں بیٹے ہیں۔"

"ونڈر فل —— ونڈر فل ——" یاکی نے حیرت زدہ انداز میں کہا —— لیکن میں وحشت سے اٹھ گیا۔ "میں چلتا ہوں یاکی —— میں جا رہا ہوں۔" میں نے کہا اور دونوں کے جواب کا انتظار کیے بغیر میں بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دونوں لڑکیاں پہلے تو شاید حیران رہ گئی تھیں۔ پھر دونوں اٹھ کر میری طرف لپکیں۔ میں اس کمرے میں آگیا' جہاں لباس رکھے ہوئے تھے۔ "پیٹر —— پیٹر —— کیا بات ہے۔ بتاؤ تو سہی۔" یاکی حیرت سے بولی۔

"تم چاہو تو پروگرام دیکھو یاکی —— میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ —— کیا بات ہے ڈارلنگ —— شاید تم برداشت نہیں کر پائے۔"

"نہیں یاکی —— میں اس وقت تنہائی چاہتا ہوں۔"

"میں آپ کو سکون دوں گی سینورا ——" ملازمہ نے کہا۔

"تم میرے ساتھ آؤ۔" میں نے ملازمہ سے کہا۔

"میں آخری آئٹم ضرور دیکھوں گی ڈارلنگ —— تمہاری طبیعت ٹھیک ہو جائے تو تم واپس آجانا۔" یاکی نے کہا۔ ملازمہ بھی اپنا لباس پہن رہی تھی۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف

واپس آگیا۔ دل میں ایک دھواں سا تھا' ایک عجیب سی گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ سانس بند ہوا جا رہا تھا۔ ملازمہ میرے ساتھ تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے۔ وہ کمبخت شاید یہی سمجھ رہی تھی کہ میں جذبات سے پاگل ہو گیا ہوں۔ اور ——— اب ——— میں اسے طلب کروں گا' لیکن میری کیفیت کچھ اور تھی۔ میرے دل سے ایک آواز ابھر رہی تھی۔ "میرے معبود ——— میرے معبود ——— میں کن پستیوں میں آپڑا ہوں۔ آہ ——— یہ پستیاں میرا مقدر کیوں بنا دی گئی ہیں۔ کیا میں بھی اس غلیظ معاشرے کا ایک فرد نہیں بن گیا ہوں۔ کیا میں بھی ان میں شامل نہیں ہو گیا ہوں۔ کیوں ———؟ آخر کیوں ———؟ میرا دل تو اس غلاظت کو قبول نہیں کر رہا ہے۔"

لیکن ——— میرے دماغ میں سناٹا تھا۔ ولاسے کی کوئی آواز میرے ذہن میں نہیں ابھری ———

آہ ——— شاید میں بھی گناہ کی ان منازل تک آپہنچا ہوں۔ جہاں دلا سے کی کوئی آواز نہیں ہوتی۔ پھر ——— کیا کروں میں ——— جسم کی اس قید سے کیسے نکل بھاگوں۔ اپنی روح کو کیسے آزاد کروں۔ کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ کوئی طریقہ نہیں ہے۔

"سنو ———!" میں نے ملازمہ کا شانہ دبوچتے ہوئے کہا۔

"سینورا ———!" ملازمہ حیرت سے بولی۔ "شراب لاؤ۔ شراب ——— انتہائی تیز ——— میں اپنے وجود کو غلاظت میں دفن کر دینا چاہتا ہوں۔ لاؤ ——— جلدی کرو ——— جاؤ ———" میں نے اسے دھکا دیا اور اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ ملازمہ گرتے گرتے بچی ——— اس نے حیرت سے میری طرف دیکھا تھا۔ یہاں تو وہ لوگ آتے تھے جو ان مناظر سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے تھے۔ خود بھی ان میں ڈوب جاتے تھے اور پھر وہ جنسی بھیڑیے بن جاتے اور ان کے شکار دل کھول کر انہیں لوٹتے۔ ملازمہ سوچ رہی ہوگی۔ اس نئے جانور پر نہ جانے کونسا جنون سوار ہوا ہے۔ وہ شراب لے آئی۔ اور میں نے گلاس پر گلاس چڑھانے شروع کر دیئے۔ "سینورا ——— " وہ مجھے روکتے ہوئے بولی۔ "گیٹ آؤٹ ——— جاؤ ——— باہر نکل جاؤ۔" میں گرجا ——— میرا دل رو رہا تھا۔

"سینورا ——— میں ——— میں آپ کو۔!"

"چلی جاؤ۔ خدا کے لئے یہاں سے چلی جاؤ۔ چلی جاؤ۔" میں نے خونی نگاہوں سے اسے گھورا اور وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ پھر وہ گردن ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میرا ٹائپ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ لیکن میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میرے گوہر شراب کے گلاس میں غرق ہو رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ میں بدنصیبوں کی انتہا پر ہوں' جہاں پاکیزگی کا کوئی نشان نہیں ہے۔ محبتوں کے دروازے میرے لئے بند ہو چکے ہیں۔ نیکی کی کوئی آواز میرے کانوں میں نہیں آسکتی۔ مجھے سکون کے لئے صرف شراب کا سہارا ہے۔ آہ ——— شراب ——— غلاظتوں سے اکتائے ہوئے دل کے لئے غلاظت ہی مرہم ہے۔ یہ انتہا ہے۔ بوتلیں خالی ہو گئیں۔ اور میں نہ جانے کہاں گر پڑا۔ میرا وجود مدہوشی سے ہم آغوش ہو کر خود کو فنا کر بیٹھا۔ نہ جانے کب جاگا تھا۔! طبیعت بھاری تھی۔ ذہن پر ابھی تک بوجھ تھا۔ نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ یاکی میرے پیروں کے نزدیک پڑی تھی۔ برہنہ ——— اس کا لباس بہت دور پڑا تھا۔ غالباً واپسی پر اس نے مجھے جگانے کی انتہائی کوشش کی ہوگی۔ لیکن میں تو موت سے ہم آغوش تھا۔ تھک ہار کر سو گئی ہوگی۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس برہنہ عورت سے نفرت ہو رہی تھی۔ اس کے جسم کی دلکشی ذرا بھی متاثر نہیں کر رہی تھی۔ حکن ——— جو دل کی تھی۔ کیا کروں۔؟ کیا کرنا چاہیے۔؟

باکی بستر کی چادر ڈالی۔۔۔۔ اور ملازمہ کو بلانے کے لئے گھنٹی بجادی آنے والی اجنبی تھی۔ یا تو ڈیوٹی بدل گئی تھی۔ یا پھر اس ملازمہ نے ایک پاگل سے دور رہنا پسند کیا تھا! آنے والی دبلی پتلی سی نوجوان لڑکی تھی۔ چہرے پر کسی قدر سنجیدگی تھی۔ بالائی لب پر رواں تھا اور ہونٹ قدرتی طور پر بہت سرخ تھے۔ اس نے اپنے سفید دانتوں کی نمائش کی۔ "سینورا۔"

"تم کون ہو۔۔۔۔؟"

"آپ کی خادمہ۔۔۔۔!"

"وہ کہاں چلی گئی۔۔۔۔؟"

"ڈیوٹی بدل گئی ہے۔ اگر آپ کو پسند ہے تو خصوصی طور پر بلوائی جاسکتی ہے۔" اس نے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ اب میں سوچ رہا تھا کہ میں نے ملازمہ کو کیوں بلوایا ہے۔ اس سے کچھ کہنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے وقت پوچھا۔

"ساڑھے بارہ بجے ہیں جناب۔!"

"اوہ۔۔۔۔" میں چونک پڑا اور پھر میں نے بستر چھوڑ دیا۔ "سنو۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔" میں باتھ روم جا رہا ہوں۔ تم۔۔۔۔ مگر ٹھہرو۔۔۔۔ ناشتے کا وقت تو نکل گیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں کے لئے لنچ کا بندوبست کردو۔"

"بہت بہتر جناب۔۔۔۔" لڑکی نے گردن ہلائی اور باہر نکل گئی۔ میں باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ پانی کے شاور کھول کر میں ان کے درمیان بیٹھ گیا۔ چاروں طرف شاور لگے ہوئے تھے اور ان سے پانی کی باریک پھواریں نکل کر بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیتی تھیں۔ ٹھنڈے پانی سے کچھ ایسا سکون ملا کہ دل چاہا شام تک یہیں بیٹھا رہوں۔ ویسے اب کسی بارے میں سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ سوچ صرف زخم لگاتی ہے۔ اور میں ان زخموں کی تکلیف برداشت کرنے کے قابل نہیں تھا! یاکی۔۔۔۔ غسل کرتے ہوئے میں نے سوچا۔۔۔۔ خوبصورت عورت ہے۔ نہ جانے اس نے میرے بارے میں کیا سوچا ہوگا۔ اور۔۔۔۔ پھر وہ راز ملازمہ۔۔۔۔! اوہ۔۔۔۔! ملازمہ کے تصور کے ساتھ ہی میری آنکھوں کے سامنے اسٹیج کے مناظر گھوم گئے۔ آوارہ گردوں کے خلاف میرے ذہن میں ایک نئی نفرت نے جنم لیا۔ یہ ناکارہ لوگ۔۔۔۔ الٹے سیدھے تصورات میں لپٹے ہوئے۔ گندے کیڑوں کی مانند۔ رینگتے ہوئے۔ انسانیت کو خاک و گور کرنے میں کوشاں۔ لیکن۔۔۔۔ ان کی کیا حیثیت ہے۔ ہر عہد میں ان کی نسل پیدا ہوتی ہے۔ کبھی کسی شکل میں، کبھی کسی شکل میں۔۔۔۔ لیکن اہل دل ان کے دھوکے میں نہیں آتے۔ انسانیت قائم ہے۔ اور قائم رہے گی۔ قدرت کے بنائے ہوئے قانون کمزور نہیں ہوتے۔ قوم لوط ڈوبتی رہتی ہے۔ میں نے دل سے ان کے بارے نفرت کی تھی۔

باقی کام میرا نہ تھا۔ میں تو خود بھٹکا ہوا انسان تھا! باتھ روم کے دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ بند نہیں تھا۔ یاکی اندر آگئی۔

"پیٹر۔۔۔۔!" اس نے پیار بھرے لہجے میں پکارا۔

"ہوں۔۔۔۔" مجھے ایک لمحے کے لئے جھجک محسوس ہوئی۔ اس نے اپنے بدن سے چادر لپیٹی ہوئی تھی۔ پھر میں اس سے بے نیاز ہو گیا۔

"کب تک نہاتے رہو گے۔؟"

"بڑا سکون مل رہا ہے یاکی ——!" میں نے کہا۔

"اچھا ——" وہ مسکرائی۔ پھر اس نے بھی چادر اتار پھینکی۔ "میں بھی آجاؤں"۔

"آجاؤ ——!" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اور وہ بھی' پھواروں کے درمیان میرے قریب آگئی۔ اس کا بدن بھی پانی کی دھاروں میں لپٹ گیا۔ !" وہ مسکرا رہی تھی۔

"پیٹر ——!" اس نے میری کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہوں ——!"

"تم کیسے انسان ہو۔؟"

"کیوں ——؟"

"رات کو تم وہاں سے کیوں اٹھ آئے تھے۔ تمہاری کیفیت کچھ عجیب سی ہو رہی تھی۔"

"ہوں ——!" میں بے معنی سے انداز میں مسکرا دیا۔ اس احمق لڑکی کو میں کیا جواب دیتا۔ "پروگرام کس وقت ختم ہوا تھا۔؟" میں نے اس کے سوال کو ٹالتے ہوئے کہا۔ "سوا پانچ بجے —— ہائے پیٹر —— نہ جانے تم کیوں چلے آئے تھے۔ ایسے عجیب و غریب مناظر میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھے۔" یاکی نے آنکھیں بند کرتے ہوئے سسکی سی لی۔ "میں دیکھنا بھی نہیں چاہتا یاکی ——!" میں نے نفرت سے کہا۔

"کیوں —— کیا تمہیں ترلوکا کی تعلیمات سے اتفاق نہیں ہے۔؟" یاکی نے حیرت سے پوچھا۔ " ترلوکا ——!" میں نے آہستہ سے کہا اور پھر میں سنبھل گیا۔ جذباتی ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس احمق لڑکی کے سامنے خود کو کھولنے سے کیا فائدہ۔؟ چنانچہ اس موضوع کو ٹالنے کے لئے میں نے اسے آغوش میں لے لیا۔ یاکی کی خود بھی یہی خواہش تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے مجھے بھینچ لیا۔ اور پھر کسمساتے ہوئے بولی۔

"واپسی پر میں نے تمہیں جگانے کی بے حد کوشش کی۔ لیکن تمہاری نیند بیہوشی سے مشابہہ تھی۔ بمشکل مجھے نیند آئی تھی۔"

"کیوں ——؟"

"نہ جانے تم کیسے انسان ہو۔ ایسے ہیجان خیز مناظر کو دیکھنے کے بعد بھی۔" اس نے باتھ روم کے چکنے فرش پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے مجھے خود پر گھسیٹ لیا۔ رات کو میں جذباتی ہو گیا تھا۔ اس وقت میرے اوپر کوئی اور کیفیت نہیں طاری ہوئی۔ لیکن اس وقت میں نارمل تھا۔ اور نارمل حالت میں' میں یاکی کے نرم و گداز اور حسین جسم کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔! پانی کی پھواریں ہمارے بدن گدگدا رہی تھیں۔ یاکی بے حد مسرور تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے بدن ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ اور میرے دل میں شعلے لپک رہے تھے۔!

پھر شعلے سرد ہو گئے۔ یاکی نے دونوں بازوؤں میں منہ چھپایا پانی کی پھواروں کے نیچے سے اس کا دل بھی اٹھنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن میں نے غسل کیا' اور باہر نکل آیا۔! میرے بدن پر صرف تولیہ تھا۔! باہر قدم رکھتے ہی میں چونک پڑا۔ نئی ملازمہ کھانے کی ٹرالی کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ دلکش انداز میں مسکرائی۔! اور میں نے تولیہ برابر کر لیا۔!

"کیا میں آپ کا لباس دوں جناب۔؟" اس نے بے جھجک پوچھا یہ سب کچھ ان کے لئے اجنبی نہیں

تھا وہ اس کی عادی تھیں۔ میں نے بھی لاپروائی سے کام لیا۔ "ہاں ——— شکریہ ———" میں نے الماری کی طرف اشارہ کیا۔ لباس کے معاملے میں ملازمہ نے اپنی پسند سے کام لیا تھا' چنانچہ میں نے اس کا منتخب کردہ لباس پہن لیا۔ پھر پاکی بھی باہر نکل آئی۔ اس کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔ ملازمہ کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکی' لیکن پھر لاپروا ہو گئی۔ اس نے اپنا لباس اٹھا کر پہن لیا۔ اور پھر ہم کھانے پر بیٹھ گئے۔ کھانے کے دوران میں سوچ رہا تھا اب کچھ کام ہونا چاہئے۔ سوبتا میں' میں عیاشی کرنے نہیں آیا تھا' یہاں کام کرنا تھا۔ اور اس کے لئے پاکی کی معیت ——!

لیکن نئی الحال کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ بلکہ پاکی کو ایک اور طرف بھی استعمال کیا جا سکتا تھا۔ اور ——— یہ نئی بات میرے ذہن میں ابھی ابھی آئی تھی۔ وینڈر فل ——— ! میں نے خوشی سے سوچا۔ اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ پاکی باسانی دوسروں کو متاثر کر سکتی تھی۔ میں دل ہی دل میں اپنی اس تجویز پر خوش ہونے لگا اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ اسی پر عمل کروں گا۔ پاکی بھی اس دوران خاموش رہی تھی۔ کھانے کے بعد ملازمہ نے برتن اٹھائے اور میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔ "میرے لائق اور کوئی خدمت جناب ———؟"

"نہیں شکریہ۔ تمہاری ڈیوٹی کس وقت تک ہے؟"

"رات کو آٹھ بجے تک ——— لیکن آپ حکم دیں گے تو رات کو بھی رہ سکتی ہوں۔"

"رہ جانا ———" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہت بہتر ———" ملازمہ نے عجیب سی نگاہوں سے پاکی کی طرف دیکھا۔ لیکن پاکی جس نسل سے تعلق رکھتی تھی وہاں ایسی چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے اس بات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ ملازمہ واپس چلی گئی۔ پاکی اب ایک آرام کرسی پر دراز تھی۔

"تو رات کا پروگرام تمہیں بہت پسند آیا۔؟"

"ہاں ——— لیکن اگر تم ساتھ ہوتے' تو اور لطف آتا۔!"

"پھر کبھی سہی ——— !" میں نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"پیٹر ———؟" پاکی نے کہا۔ "ہم کتنے عرصے تک یہاں رہ سکتے ہیں؟"

"کیوں ———؟"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔ یہ جگہ بہت مہنگی ہے۔ کیا تم زیادہ عرصے تک اسے برداشت کر سکو گے؟"

"تم بے فکر رہو ڈارلنگ ——— !" میں نے جواب دیا۔

"مجھے سوبتا بے حد پسند ہے۔"

"مجھے بھی ——— !"

"ابھی تو ہم نے اسے پورے طور سے دیکھا بھی نہیں ہے۔ یہاں نہ جانے کیا کیا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"فطرت کی آسودگی کے لئے سوبتا والوں نے جدید ترین انتظامات کئے ہیں۔"

"اوہ ——— تمہیں کیسے معلوم۔؟"

"جب تم چلے آئے تھے تو ایک اور سوکھا سڑا نوجوان میرے پاس آ بیٹھا' گدھا کہیں کا! مجھ سے عشق جتانے لگا' اسی نے مجھے یہاں کے بارے میں تفصیل بتائی تھی۔"

"خوب ——— !"

"اور پھر ـــــ بیٹھے ہی بیٹھے سسکیاں بھرنے لگا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔"

"ہوں ـــــ" میں ہنس پڑا۔ "کیا تعلیمات کے یہ کورس روزانہ ہوتے ہیں؟"

"یہ نہیں معلوم ـــــ" یاکی نے کہا۔ اور میں نے ایک اور بات سوچی ٹھیک ہے۔ میں یاکی کے ساتھ یہاں آیا ہوں۔ یاکی میرا ایک سہارا ابنی ہے۔ لیکن یہاں کے بارے میں تفصیلی معلومات ملازماؤں سے ملی تھی۔ پچھلی رات کی ملازمہ خاصی دلکش تھی۔ چھوٹے سے قد کی وہ عورت مجھے پسند آئی تھی۔ ان لوگوں میں خاص بات یہ تھی کہ وہ بھرپور تعاون کرتی ہیں۔ اس لئے یاکی کو جس استعمال کے لئے میں نے منتخب کیا تھا۔ وہ اپنی جگہ درست سہی۔ ملازمہ کو بھی شیشے میں اتارنا چاہئے۔ بہت ہی عمدہ ـــــ میں نے سرور انداز میں سوچا۔ میرا ذہن آج خوب چل رہا تھا ـــــ! گھڑی نے دو بجائے۔ اور میں نے ایک طویل انگڑائی لیکر یاکی کی طرف دیکھا۔

"خاموش ہو یاکی ـــــ؟"

"کوئی بات نہیں ہے۔ پیٹر ـــــ میرا خیال ہے ملازمہ کو بلا کر کچھ منگاؤ۔"

"نشے کی طلب ہو رہی ہے؟"

"ہاں ـــــ"

"ضرور منگالو ـــــ لیکن میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔"

"کیا ـــــ؟"

"ہم سویتا میں ہیں ـــــ تم میری ساتھی ہو۔ لیکن تمہارے پاس لباس نہیں ہیں۔؟"

"ہاں ـــــ!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں نہیں ہیں۔ میں تمہیں ایک اسٹینڈرڈ کی عورت دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"بس نہیں ہیں پیٹر ـــــ" اس نے بیچارگی سے کہا۔

"ہم دوست ہیں یاکی' اور تم ایک اچھی ساتھی ہو۔ آؤ ـــــ اس وقت نشہ نہیں کریں گے۔ بازار چل کر نئے لباس خریدیں گے۔ سویتا مجھے بہت پسند ہے۔ ہم یہاں طویل عرصے قیام کریں گے۔"

"سچ پیٹر ـــــ؟" وہ خوشی سے کھل اٹھی۔

"یقیناً ـــــ اٹھو۔!" میں کھڑا ہو گیا۔ یاکی بھی میرے ساتھ اٹھ گئی۔ اور پھر ہم دونوں باہر نکل آئے۔ ابھی میرے پاس خاصی کرنسی موجود تھی۔ چنانچہ زبردست خریداری کی گئی۔ یاکی کو چکر آرہے تھے۔ خوشی سے اس کی زبان گنگ تھی۔ میں نے اس کے لئے بے حد حسین کپڑے اور ہلکے زیورات خریدے۔ بہرحال اب کرنسی کی ضرورت تھی۔! چنانچہ ہم ایک ریستوران میں آبیٹھے۔ کیبن میں بیٹھ کر میں نے مشروبات کا آرڈر دیا۔ اور یاکی سے باتھ روم کے لئے کہہ کر اٹھ گیا۔ ایک فون بوتھ سے میں نے سی لیزیتا کو فون کیا۔

فون لیزیتا نے ریسیو کیا تھا۔

"ہیلو لیزیتا ـــــ!" میں نے اس کی آواز پہچان کر کہا۔

"اوہ ـــــ مسٹر نواز ـــــ"

"کیسی ہو ـــــ؟"

"ٹھیک ہوں مسٹر نواز ـــــ لیکن آپ کہاں چلے گئے۔؟"

"مصروف ہوں لیزینا ——"
"کیا اب یہاں نہیں آئیں گے مسٹر نواز۔"
"فرصت ملنے پر ضرور آؤں گا۔"
"اچھا ——" لیزینا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔
"مادام ریتا کہاں ہیں؟"
"موجود نہیں ہیں۔ کہیں گئی ہوئی ہیں۔" لیزینا نے جواب دیا۔
"اوہ لیزینا —— مجھے کرنسی کی فوری ضرورت ہے۔؟"
"ہاں —— ہاں —— جہاں حکم دیں پہنچا دوں۔ مادام سی کا کی تجوری کی چابی میرے پاس موجود ہے۔"
"گڈ —— تو پھر کرنسی لے کر نعویل ریستوران پہنچ جاؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"
"بہت بہتر —— کتنی رقم درکار ہے۔؟" اس نے پوچھا اور میں نے اسے بھاری رقم بتادی۔ "میں حاضر ہو رہی ہوں۔"
"اوکے —— آجاؤ —— اور سنو —— میں تمہیں پام کی ٹریک کے پاس ملوں گا۔"
"بہت بہتر ——!" لیزینا نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ پھر میں واپس کیبن میں پہنچ گیا۔ یاکی اطمینان سے مشروب پی رہی تھی۔ اس کے چہرے سے بے پناہ خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ اور پھر میں نے اپنا گلاس اٹھالیا۔ یاکی مسکراتی نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہی تھی۔
"تم بے شمار خوبیوں کے مالک ہو پیٹر ——" اس نے کہا۔ "مثلاً ——؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا فن —— میرا خیال ہے گٹار بجانے میں تم اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ تمہارے نغمے روح میں ہلچل مچا دیتے ہیں۔ بحیثیت مرد تم عورت کی اولین پسند ہو۔ بلا مبالغہ ایک حسین اور بھرپور مرد —— فراخ دل ہو۔ اور عورت کا دل رکھنا جانتے ہو۔ اور پھر —— اس کے علاوہ دولت مند ہو۔ کیا تمہارے والد کوئی بڑے بزنس مین ہیں۔؟"
میں دل ہی دل میں ہنسنے لگا! والد تو نہیں —— میں خود ہی بڑا بزنس مین ہوں۔ بہرحال میں نے یاکی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور صرف اتنا کہا کہ میں کوئی بھی ہوں۔ وہ مجھے پسند کرتی ہے یہ میری خوش قسمتی ہے۔
یاکی میرے لئے کافی اہمیت اختیار کر گئی تھی۔ میں اسے اپنے خاص مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں نے پھر اس سے معذرت کی اور باہر نکل گیا۔
پام ٹریک کے پاس لیزینا ایک سیاہ ہینڈ بیگ لئے ہوئے کھڑی تھی۔ میں آہستہ قدموں سے اس کی طرف بڑھ گیا۔ لیزینا نے اچٹتی سی نگاہ میرے اوپر ڈالی اور پھر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ ظاہر ہے وہ مجھے کیسے پہچان سکتی تھی۔ لیکن میں مسکراتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔
"لیزینا ——!" میں نے اسے آواز دی۔ اور وہ بری طرح اچھل پڑی۔ اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ "میں نواز ہوں لیزینا۔" میں نے پھر کہا۔
"اوہ —— میرے خدا —— یہ تم ہو نواز —— لیکن۔"
"لیکن سے آگے ابھی کچھ نہ بتا سکوں گا۔"

"میرے خدا ——— میرے خدا ———" لیزینا شدید حیرت زدہ تھی۔

"لے آئیں ———؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ———!" وہ سنبھل کر بولی۔

"لاؤ ———!" میں نے کہا۔ اور لیزینا نے ایک گہری سانس لی۔ پھر اس نے ہینڈ بیگ میری طرف بڑھا
"لو ——— یہ میں نہ رکھ سکوں گی اسے تم واپس ہی لے جاؤ۔"

تب لیزینا نے کرنسی نوٹوں کی موٹی موٹی کئی گڈیاں نکال کر میرے حوالے کر دیں' اور پھر لرزتی ہوئی
واز میں بولی۔ "مجھے آپ کو دیکھ کر شدید حیرت ہوئی ہے مسٹر نواز۔"

"کیوں ———؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ ——— آپ اس حلئے میں کیسے عجیب لگتے ہیں۔ آپ ——— آپ کی شخصیت کہاں اور یہ
کہاں۔؟"

"میرا کام تمہارے علم میں ہے لیزینا۔"

"ہاں ———!" لیزینا نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"چھوڑو ان باتوں کو ——— سناؤ۔ سیکا کے کیا حال ہیں۔؟"

"سیکا ———!" لیزینا نے پھر ایک گہری سانس لی۔ "مغرور عورت زندگی میں پہلی بار بے چین ہوئی
۔ اس سے قبل وہ ایسی بے بسی کا شکار کبھی نہیں ہوئی ہو گی مسٹر نواز ——— آپ غور کریں۔ وینس میں
احب اقتدار ہے' اس کے تعلقات اس قدر وسیع ہیں کہ وہ ——— کسی بھی بڑی حیثیت کے شخص کو
لیاں پر نچا سکتی ہے۔ لیکن آپ نے قدم قدم پر اسے ذلیل کیا ہے اور وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اس
زیادہ بے بسی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ آپ خود غور کریں۔"

"ہوں ———!" میں نے لیزینا کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

"ایک بات بتائیں مسٹر نواز۔"

"ہوں ———؟"

"آپ نے اسے اس طرح نظر انداز کیوں کیا۔؟"

"لیزینا ——— ٹھیک ہے وہ صاحب حیثیت ہے۔ لیکن ——— ان باتوں کو جانے دو ——— کہ
ے خلاف کیا کر سکتی ہے۔ اگر وہ ایک عام عورت کی حیثیت سے مجھ سے پیش آئی ہوتی۔ تو ممکن ہے
سے برداشت کر لیتا۔ لیکن اس نے پہلی ہی ملاقات میں' مجھے متاثر کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور میں
وقت اسے سبق دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"ہوں ———" لیزینا مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ "غریب سونیتا بھی بگڑ گئی۔"

"کیا مطلب ———؟"

"جب وہ روزانہ میک اپ کرتی ہے اور یقین کریں مسٹر نواز اچھی لگتی ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کسی دن
کہیں نہ مار دیں۔" لیزینا نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنس پڑا۔

تھوڑی دیر تک میں لیزینا سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر میں نے اس سے اجازت چاہی۔

"مسٹر نواز ———" لیزینا آہستہ سے بولی۔

"کیا آپ ــــــ کیا آپ پھر نہیں آئیں گے۔ کیا آپ۔؟؟"

"عزمت کی بات ہے لیزینا ــــــ کسی فریب کو ذہن میں جگہ مت دو۔ ہم سب فریب کی دنیا کے باسی ہیں۔ قدم قدم پر غیر متوقع حالات پیش آتے ہیں۔ دیکھو ــــــ بھول جاؤ ــــــ او کے ــــــ!"

میں نے کسی قدر خشک انداز میں کہا۔ اور واپس مڑ گیا۔ نوٹوں کی گڈیاں میں نے اپنے لباس میں چھپالی تھیں۔ پھر بھی ان کی تعداد اتنی تھی کہ وہ ابھرے ہوئے تھے۔ میں نے پلٹ کر لیزینا کی طرف نہیں دیکھا اور اندر واپس آگیا۔ یاکی کو اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہ میں کہاں گیا ہوں۔ کیوں گیا ہوں۔ اور کتنی دیر میں واپس آؤں گا۔ وہ تو اپنے خریدے ہوئے سامان کو چھو چھو کر دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ اتنا سامان ــــــ اتنے قیمتی ملبوسات کیا مجھ سا احمق دوسرا بھی مل سکے گا ــــــ! شاید وہ یہی سوچ رہی ہو گی۔

"چلیں یاکی ــــــ؟" میں نے اسے پوچھا۔

"چلو ڈارلنگ ــــــ!" وہ مستعدی سے بولی۔ اور میں نے ویٹر سے بل طلب کر لیا۔!

اس کے بعد رات تک ہم اپنے کمرے میں آرام کرتے رہے۔ یاکی بہت خوش تھی۔ اس دوران اس نے چرس کے دو سگریٹ پئے تھے۔ پھر وہ کہنے لگی۔ "رات کو انجکشن لیں گے پیٹر ــــــ"

"ضرور ڈارلنگ ــــــ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بلکہ تم اگر چاہو تو آج بھی کورس اٹینڈ کرو۔"

"اور تم ــــــ؟"

"نہ جانے کیوں۔ مجھے اس جگہ سے خوف آتا ہے۔"

"تو ــــــ تم پورا پروگرام دیکھ لیتے تو ــــــ تو روزانہ رات کو وہاں پائے جاتے۔"

"میری طرف سے بھی تم ہی پروگرام دیکھ لینا۔"

"تھینک یو ــــــ تب میں انجکشن بھی وہیں لے لوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور پھر میں نے کسی خیال کے تحت کہا۔ "یاکی ــــــ اگر کوئی تم سے میرے بارے میں پوچھے کہ میں تمہارا کون ہوں' تو تم کیا کہو گی۔؟"

"میرا ساتھی ــــــ میرا محبوب ــــــ" یاکی محبت سے بولی۔

"اور میرا شوہر۔"

"تو ــــــ لو ــــــ کیا مجھے یہ حق پہنچتا ہے۔؟" یاکی نے مسرت کا اظہار کیا۔ "یقیناً ــــــ" میں نے جواب دیا۔ اور اس نے لپک کر میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ میرے کئی بوسے لینے کے بعد وہ مجھ سے علیحدہ ہو گئی اور مجھ سے رقم لے کر آوارہ گردی کرنے نکل گئی۔ یاکی کے سلسلے میں میری تیاریاں مکمل تھیں۔ میں اس لڑکی سے کام لینا چاہتا تھا۔ رات کے ساڑھے دس بجے تھے کہ ملازمہ میرے کمرے میں آگئی۔ میں اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ دبلی پتلی لڑکی خاصی حسین نظر آ رہی تھی۔ "ہیلو ــــــ" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میں حسب وعدہ حاضر ہو گئی جناب۔" اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"آؤ ــــــ آؤ ــــــ کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"روفیلشا۔"

"کیا ۔ ۔ فیلشا ۔ ۔" میں نے پوچھا۔

—" وہ شرماتے ہوئے بولی۔
جی ہاں —
کیا تمہاری ڈیوٹی کے اوقات ختم ہو گئے۔؟"
جی ہاں — لیکن آپ نے کہہ دیا تھا اس لئے یہ اوقات بڑھائے گئے۔"
کیا مطلب —؟"
موچیا کے مہمانوں کے ہر حکم کی پابندی کی جاتی ہے۔ یہاں کا پورا عملہ مہمانوں سے تعاون کرتا ہے۔
نے ڈیوٹی انچارج کو بتا دیا کہ آپ نے رات کو بھی مجھے طلب کیا ہے۔ اس لئے اس نے میری ڈیوٹی کے
بڑھا دیئے۔"
ہوں —" میں نے گردن ہلائی۔ "آؤ — بیٹھو۔ اس وقت میرے خیال میں تم ہوٹل کی
نہیں بلکہ میری دوست — میری مہمان ہو۔" میں نے کہا اور وہ میرے نزدیک آ گئی۔ میں نے
بازو پکڑ کر اسے اپنے نزدیک بٹھا لیا تھا۔! "کیا پینا پسند کرو گی روفیشا۔؟"
جو آپ پینا پسند کریں جناب۔!"
موچیا میں رہ کر تم بھی منشیات کی عادی ہو گئی ہو گی۔؟"
نہیں جناب — اس قسم کے نشے مجھ سے برداشت نہیں ہوتے۔ میری طبیعت بگڑ جاتی ہے۔"
اوہ — پھر — شراب۔؟"
جی ہاں — پی لیتی ہوں۔"
تب اپنی پسند کی شراب لے آؤ روفیلشا — اس کے بعد ہم گفتگو کریں گے۔"
آپ کے لئے —؟" اس نے پوچھا۔ "آج ہم بھی تمہاری پسند میں شریک ہو جائیں گے۔"
نے جواب دیا۔ اور وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہلکی شراب کی دو بوتلیں، اور
فروٹس کی ایک پلیٹ لئے اندر آ گئی۔ اس نے بڑے اہتمام سے گلاس بنائے اور میرے نزدیک
بیٹھا
پچھلی رات — میں نے کورس اٹینڈ کیا تھا۔" میں نے سلسلہ گفتگو چھیڑا۔ "جی —" وہ
ے بولی۔
تم نے دیکھا ہے؟"
جی ہاں — کبھی کبھی کوئی معزز مہمان لے جاتا ہے۔"
کیا خیال ہے تمہارا اس پروگرام کے بارے میں —؟" میں نے کہا اور میرے اس سوال پر وہ
اس نے پریشان سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ڈھیلے ڈھالے انداز میں بولی۔
دلچسپ ہوتا ہے۔"
کیا دل سے تم بھی ترلوکا کی تعلیمات کی قائل ہو۔"
اس سوال نے اسے پھر کشمکش میں مبتلا کر دیا۔ لیکن پھر اس کے ضمیر کی آواز کاروباری مصلحتوں پر
گئی۔ اور اس نے بھاری لہجے میں کہا۔ "جی نہیں — ب"
پھر پروگرام تمہیں دلچسپ کیوں لگا؟"
میں نے صرف آپ کی خوشی کی خاطر کہہ دیا تھا جناب — مجھے معاف کیجئے۔ میں اسی معاشرے
ایک فرد ہوں — جو انسانیت پسند ہے۔ مجھے معاشرے کے اصولوں سے نفرت نہیں ہے۔ گو میں ایک ایسے

دوارے میں کام کرتی ہوں' جہاں شرافت سے میرا کوئی تعلق نہیں سمجھا جا سکتا۔ نہ سہی ——— لیکن میں انسانی اقدار کی قائل ہوں۔ کیا ہوا اگر اس پر عمل پیرا نہیں ہوں تو ———"

رونیشا کی آواز میں خوف' سچے جذبات' افسوس سبھی شامل تھا۔ وہ ڈر رہی تھی کہ اس کا مہمان اس سے ناراض ہو جائے گا اور ممکن ہے سوجیتا کے اصولوں کے خلاف کام کرنے پر اسے ملازمت سے بھی جواب مل جائے۔ لیکن حقیقی عورت بول رہی تھی۔ یہ آواز براہ راست دل کی گہرائیوں سے آ رہی تھی۔

"کیا سوجیتا کے منتظم بیبی ازم کے قائل ہیں۔"

"منتظم ———!" رونیشا نے تلخ لہجے میں کہا۔ "ان کا تعلق جاپان سے ہے جناب ——— سوجیتا کا مالک لوئی کو ہے اور لوئی کو بد مست ہے۔ وہ ——— وہ ترلوکا کی تعلیمات کو صرف جنسی کھیل سمجھتا ہے۔ اور لوگوں کو لوٹ لیتا ہے۔"

"خوب ———" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "رونیشا ——— میں بھی ترلوکا سے نفرت کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں' وہ جو کوئی بھی ہے ایک بھٹکا ہوا دیوانہ ہے۔ جو انسانیت کے خلاف سازش کر رہا ہے۔ میں آوارہ گرد ضرور ہوں۔ لیکن میری حیثیت صرف ایک سیاح کی ہے۔ میں بھی ترلوکا کے نظریات سے نفرت کرتا ہوں۔ اس لئے تم تردد نہ کرو۔ میں تمہارا ہم آواز ہوں۔ میں ان بے وقوفوں سے واقف ہونا چاہتا ہوں جو ترلوکا کی تعلیمات کے سہارے یہاں احمقانہ حرکتیں کرتے ہیں۔"

"آپ ——— آپ درست کہہ رہے ہیں جناب ———؟" وہ خوش ہو کر بولی اسے خوف سے نجات مل گئی تھی۔ "بالکل رونیشا ———!"

"مجھے بھی آپ دوسروں جیسے نہیں معلوم ہوتے ———" اس نے میرے سینے سے لگتے ہوئے کہا۔ "سوجیتا تو اس قسم کی حرکتوں کا گڑھ معلوم ہوتا ہے۔"

"لوئی کو ——— بھٹکی ہوئی نسل کے لوگوں کی نفسیات سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے یہاں ایسے ایسے انتظامات کئے ہیں کہ سوجیتا کے اندر داخل ہونے کے بعد وہاں سے جانے کو دل نہ چاہے۔"

"تو ——— مجھے ابھی یہاں آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا۔ میں نے ابھی صرف کورس ہال دیکھا ہے۔ تم مجھے یہاں کے بارے میں بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"انسانی ذہن کو الجھانے کے جس قدر سائنٹیفک طریقے ہو سکتے تھے' سب یہاں جمع کر لئے گئے ہیں۔ یہاں ایسے ریکارڈ روم ہیں۔ جہاں عورتیں' اپنی زندگی کے شرمناک واقعات ریکارڈ کراتی ہیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ کس طرح جذبات سے مجبور ہو کر انہوں نے اپنے چھوٹے بھائیوں کو' نوجوان لڑکوں کو برے راستے پر لگایا۔ اور ان سے حظ حاصل کیا۔ یہاں جنسی تعلقات کی آوازیں بھی ریکارڈ کرائی جاتی ہیں۔ اور پھر یہ ریکارڈ سننے والوں کے جذبات ابھارنے کے کام آتے ہیں۔ یہاں ایسے ماہر فن ہیں جو پوشیدہ مناظر آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور اپنی ایجاد کردہ' حرکتیں دکھاتے ہیں۔ یہاں ایسی مشینیں ہیں' جو عورت کو مرد کا اور مرد کو عورت کا بدل پیش کرتی ہیں۔ اور یہ بدل' حقیقت سے زیادہ لذت انگیز ہوتا ہے۔ اس کے بعد ——— سوجیتا کی اپنی لیبارٹری ہے جہاں نشہ آور اشیاء کو اور زیادہ موثر ——— اور کشش انگیز بنایا جاتا ہے۔ اسی لئے سوجیتا دور دور تک مشہور ہے۔"

"خوب ——— کمال ہے۔ لیکن کیا مقامی حکام سوجیتا کے خلاف کچھ نہیں کرتے ———؟"

"اعلیٰ ترین حکام یہاں آتے ہیں۔ اور لوئی کو ان کے اعزاز میں خصوصی پروگرام ترتیب دیتا ہے۔"

"ہوں ——" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تو یہ سوچتا تو در حقیقت حیرت ناک جگہ ہے۔ کیا اعلیٰ حکام سے تمہاری ملاقات بھی ہوئی ہے روفیشا۔؟"

"بہت سے لوگوں سے —— وینس کی ایک اعلیٰ ترین شخصیت مجھ سے عشق کرتی ہے۔ مسٹر جیرا جب بھی یہاں آتے ہیں۔ مجھے طلب کرتے ہیں۔"

"جیرا کو ——؟" میں نے دوہرا لیا۔ "ان کی کیا پوزیشن ہے۔؟" اور جب روفیشا نے جیرا کو کی حیثیت بتائی تو میں دنگ رہ گیا۔ اور میرے ذہن میں پھلجھڑیاں چھوٹنے لگیں۔

"کیا مسٹر جیرا کو روزانہ آتے ہیں۔؟"

"نہیں —— ہفتے میں صرف ایک بار ——"

"خوب —— ! بہرحال انوکھی جگہ ہے یہ —— مسٹر جیرا کو کا قیام کہاں ہوتا ہے۔؟"

"روم نمبر ایک سو گیارہ ان کے لئے مخصوص ہے۔"

"کونسے دن آتے ہیں۔؟"

"ہفتے کی رات کو —— اتوار یہاں گزارتے ہیں اور اتوار کی شام کو واپس چلے جاتے ہیں۔"

"شراب اور روفیلشا —— ! در حقیقت تم بے حد حسین ہو۔ اگر مسٹر جیرا کو تمہارے دیوانے ہیں تعجب کی بات نہیں ہے۔ تم مجھے بھی بے حد پسند آگئی ہو۔"

اور پھر آہستہ آہستہ روفیشا کھلتی گئی۔ اس نے کہا۔ "شینی آپ سے بے حد متاثر ہے جناب!"

"شینی کون۔؟"

"وہی —— جو کل آپ کے ساتھ کورس میں شامل تھی۔"

"اوہ —— وہ جس کی جگہ تم ڈیوٹی انجام دے رہی ہو۔؟"

"جی ہاں۔"

"وہ مجھ سے کیوں متاثر ہے۔ کیا کہا تھا اس نے تم سے۔؟"

"ہم پیشہ ور ضرور ہیں جناب —— لیکن ہماری اپنی بھی پسند ہوتی ہے۔ شینی کو آپ کا جسم بے حد پسند آیا تھا۔ وہ اس کے حصول کی خواہش مند تھی۔ لیکن شاید محروم رہی۔ اس نے آپ کے ترو تازہ بدن کی تعریف کی تھی۔"

میں مسکرانے لگا! پاگل لڑکی —— میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ میں نیا نیا جوان نہیں ہوا ہوں اور نہ میری زندگی کی پہلی دوسری لڑکی ہو۔ ان کاروباری خوشامدوں کی کیا ضرورت ہے۔ تجھے اچھی خاصی رقم مل جائے گی۔ "لیکن تم محروم نہ رہو گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ —— تھینکیو —— جناب ——" اس نے کہا اور در حقیقت میں نے اسے محروم نہ رکھا۔ دبلی پتلی اس حسینہ نے میری رات رنگین بنا دی اور صبح کو جب وہ رخصت ہونے لگی تو میں نے بغیر گنے ہوئے کچھ نوٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیئے وہ ضرور رہ گئی تھی۔ در حقیقت اس کے بعد کی اتنی قیمت نہیں تھی۔ بلکہ اس رقم میں اس کی فراہم کردہ بیش قیمت معلومات کا معاوضہ بھی شامل تھا! جب وہ چلی گئی تب میں نے یاکی کے بارے میں سوچا۔ اور چونک پڑا کیا ملی گئی۔ معاً میری نگاہ سامان کی تلاش میں دوڑی۔ لیکن یاکی کو میں نے جو سامان دلایا تھا وہ جوں کا توں موجود تھا۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی جو میں نے سوچی تھی۔ میرا واسطہ ایسی لڑکیوں سے پڑتا رہتا تھا

یاکی بھی انہیں میں سے ایک تھی۔ لیکن وہ کہاں رہ گئی۔؟ میں نے جلدی جلدی غسل کیا اور ابھی باتھ روم سے باہر بھی نہیں نکلا تھا کہ دروازے سے کوئی داخل ہوا۔ اور پھر یاکی کی آواز سنائی دی۔

"ڈارلنگ ـــــ ڈارلنگ ـــــ تم کہاں ہو۔؟"

"باتھ روم میں ـــــ!" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور یاکی ـــــ باتھ روم میں ہی آ گئی۔ لیکن میں لباس پہن چکا تھا۔ یاکی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ غور سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"تم نے میری رات کی غیر حاضری کا برا تو نہیں منایا ڈارلنگ ـــــ؟"

الو کی پٹھی ـــــ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ مجھے یہ پڑی ہے۔ "نہیں یاکی ـــــ لیکن پوری رات کہاں گزاری۔؟"

"پانچ بجے کورس ختم ہوا۔ ایک احمق میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔ سخت ڈھیٹ تھا کہ میں کیا بتاؤں۔ مجبوراً بقیہ وقت اس کے ساتھ گزارنا پڑا۔ پاگل کتا ـــــ" وہ ہنس پڑی۔ میں نے اس سے کچھ نہ کہا اور پھر وہ باتھ روم میں داخل ہو گئی۔ پھر ہم دونوں نے ناشتہ کیا۔ اس کے بعد یاکی نے لباس تبدیل کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے سخت نیند آ رہی ہے ڈارلنگ ـــــ کیا میں تھوڑی دیر تک سو لوں۔؟"

"ضرور ـــــ آرام کرو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لو ـــــ تم بھی سو جاؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نہیں یاکی ـــــ میں پوری رات آرام کی نیند سویا ہوں۔ تم آرام کرو۔" میں نے جواب دیا اور پھر یاکی سو گئی۔ میں نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل گیا۔ آج میں سوجیتا کے دوسرے حصوں کا جائزہ لینا چاہتا تھا!

چنانچہ میں آوارہ گردی کرنے لگا! بہت بڑا علاقہ تھا۔ جدید ترین طرز تعمیر سے آراستہ ـــــ میں نے اس صاف ستھرے ماحول کو پسندیدگی سے دیکھا۔ لیکن پھر مجھے اس کے گھناؤنے پروگرام یاد آئے، اور میرے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے۔ ہاں ـــــ میں بہت برا انسان تھا لیکن اس کے باوجود میں ان رشتوں کا احترام کرتا تھا۔ ان اصولوں سے محبت کرتا تھا جو انسانیت کے ستون ہیں۔ اور لوئی کو ـــــ وہ شخص ـــــ جس نے دولت کے حصول کے لئے ـــــ انسانیت کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔! میں اس شخص کو دیکھنا چاہتا تھا۔ میرے پاس خصوصی کارڈ موجود تھا۔ اس لئے مجھے کسی بھی حصے میں جانے کی روک ٹوک نہیں تھی۔ میں اس حصے میں جا نکلا، جہاں سوجیتا کے دفاتر تھے۔ یہ دفاتر ایک قطار سے بنے ہوئے تھے۔ سب کے سب ایئر کنڈیشنڈ تھے۔ میں ان کے سامنے سے گزرتا ہوا ان کے عقب میں آ گیا۔ ابھی میں زیادہ دور نہیں گیا تھا۔ کہ اچانک ایک دفتر کا عقبی دروازہ کھلا۔ اور دو آدمی کسی کو بازوؤں سے پکڑے باہر نکلے۔ انہوں نے اس شخص کو زور سے دھکا دیا، اور وہ اوندھے منہ گر پڑا۔! دھکا دینے والے دونوں جاپانی نوجوان تھے۔ ان کے پیچھے ایک تیسرا شخص بھی برآمد ہوا۔ لیکن گرنے والا جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اور پھر پنجابی زبان کی گالیاں سن کر میں چونک پڑا۔ آواز بھی میں نے پہچان لی۔ وہ سردارے تھا۔ جس نے پہلے تو انگریزی میں جتنی گالیاں یاد تھیں دے ڈالیں۔ کمی محسوس ہوئی تو پنجابی زبان کی دلچسپ گالیوں پر اتر آیا۔ "کان کھول کر سن لو۔ لوئی کے ـــــ ہم سے بگاڑ کر اچھا نہ کرو گے۔؟" سردارے گھونسہ ہلاتے ہوئے بولا۔ اور بعد میں برآمد ہونے والا جاپانی ہنس پڑا۔

"میں کسی کو قتل نہیں کرتا سردار علی ـــــ لیکن میرے ماتحت ـــــ ان کے لئے یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہوتے۔!"

"تو تم مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہو؟" سردارے دہاڑا۔
"ہاں ۔۔۔۔۔ لیکن اب سے چند منٹ کے بعد یہ دھمکی حقیقت بن جائے گی۔" اس لئے میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ خاموشی سے چلے جاؤ۔" جاپانی نے پرسکون لہجے میں کہا۔
"اچھی بات ہے۔ اچھی بات ہے۔ میں دیکھوں گا۔" سردارے نے کہا اور وہ واپس پلٹ پڑا۔ میں نے جلدی سے دوسری سمت اختیار کی۔ اور پھر سردارے کی پشت پر پہنچ گیا۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ تب میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا! سردارے چونک پڑا۔ اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں جھلاہٹ نظر آئی۔
"کی اے اوئے۔" اس نے کہا۔
"کوئی گل نئیں ۔۔۔۔۔ ساڈے نال آ ۔۔۔۔۔!" میں نے کہا۔ اور سردارے اچھل پڑا۔ مجھے پہچاننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ کیونکہ میری شکل بدلی ہوئی تھی۔ لیکن میری پنجابی نے اسے متاثر کیا۔
"گل دسو جی ۔۔۔۔۔ تسی ہو کون۔؟" وہ اکھڑے ہوئے انداز میں بولا۔
"میرے ساتھ آؤ سردارے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔
"کمل ہے ۔۔۔۔۔ چلو ۔۔۔۔۔" سردارے نے شانے اچکا دیئے اور پھر میرے ساتھ چل پڑا۔ میں اسے لئے ہوئے اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس نے حیرت سے سوتی ہوئی یاکی کو دیکھا ۔۔۔۔۔ پھر مجھے ۔۔۔۔۔!
"بیٹھ جاؤ ۔۔۔۔۔"
"پر تسی ہو کون۔؟"
"آواز بھی نہیں پہچانتے سردارے ۔۔۔۔۔" میں نے کہا۔
"ارے نواز ۔۔۔۔۔ مگر ۔۔۔۔۔" اس نے پاگلوں کے سے انداز میں مجھے گھورتے ہوئے کہا۔
"تمہارا خیال ٹھیک ہے سردارے ۔۔۔۔۔ میں نواز ہی ہوں۔"
"مگر ۔۔۔۔۔ تم یہاں ۔۔۔۔۔ تمہاری تو شکل ہی بدلی ہوئی ہے۔؟ یہ سب کیا ہے نواز۔؟"
"تیری شادی نہیں ہوئی سردار ۔۔۔۔۔ ورنہ بیوی سے اکتا کر کچھ دن کہیں اور گزارنے کے لئے تو بھی ایسے ہی بھیس بدلتا ۔۔۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہوں ۔۔۔۔۔!" سردارے گردن ہلانے لگا۔ اس نے ایک بار پھر سوئی ہوئی یاکی کو دیکھا۔ اور گردن ہلاتے ہوئے آنکھ دبائی ۔۔۔۔۔ میں نے بھی جواب میں اسے آنکھ مار دی!
"عیش کرو پیارے ۔۔۔۔۔ مگر بھابی بھی خوبصورت ہے۔" اس نے کہا۔
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے سردارے ۔۔۔۔۔ کیا پیو گے۔؟"
"یار ۔۔۔۔۔ کچھ کھانے کو بھی منگا لے ۔۔۔۔۔ بھوکا ہوں۔" سردارے نے بے تکلفی سے کہا۔ اور میں نے گھنٹی بجا دی۔ پچھلے دن والی ملازمہ اندر آئی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرا دی۔ میں نے بھی اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا تھا۔ "میرے دوست کیلئے کچھ کھانے کو لاؤ۔ میں بھی قریش لائم لوں گا۔"
"بہت بہتر ۔۔۔۔۔" ملازمہ نے کہا اور باہر نکل گئی۔
"ہوں ۔۔۔۔۔ تو یہ عیش ہو رہے ہیں۔ ٹھیک ہے پیارے ۔۔۔۔۔ عیش کرو۔" سردارے کی آواز

میں ایک لاوا سی گھل گئی۔ پھر وہ چونک کر بولا۔ "لیکن تم نے میرے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"یہ ادھر لے آئی۔" میں نے یاکی کی طرف اشارہ کیا۔

"بھابی سے کہہ دوں تو ——؟" اس نے کہا اور میں ہنس پڑا۔ پھر میں نے اس کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر تم یہاں کیسے سردارے۔؟"

"کیوں —— اپنا دل نہیں ہے کیا ——" وہ بے ڈھنگے انداز میں ہنسا۔

"ضرور ہے —— لیکن بد قسمتی سے میں تمہیں لوئی کو کے ساتھ دیکھ چکا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ ——" وہ بھی سنجیدہ ہو گیا۔ کئی منٹ تک گہری سنجیدگی سے میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "تیرا تعلق مقامی پولیس سے تو نہیں ہے نواز؟"

"ہو بھی تو اپنے یار کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"ہاں یار مجھے بھروسہ ہے۔"

"ویسے میرا تعلق کسی سے بھی نہیں ہے سردارے۔"

"دراصل —— یہ لوئی کو بہت حرامی ہے۔ سالا ایک نمبر کا خود غرض —— اب تجھ سے کیا چھپاؤں نواز —— اپنا دھندا اچھا نہیں ہے۔"

"منشیات سپلائی کرتے ہو۔؟"

"ہاں —— سالے کو بیس سیر چرس دی تھی۔ جب بھی آتا ہوں اس کے لئے مال لاتا ہوں۔ پیسے دینے میں کھرا آدمی ہے۔ مگر طوطا چشم ہے۔"

"کیا مطلب ——؟"

"اس بار بھی اس نے فوری ادائیگی کر دی تھی۔ مگر غلطی ہو گئی۔ اس روز قمار خانے چلا گیا تھا۔ سالوں نے پائی پائی نکلوا لی۔ اس دن سے سخت کڑکی چل رہی ہے۔ سالا یہاں وینس میں پیسے کمانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ہوٹل والے الگ جان کو آئے ہوئے ہیں۔ سالوں نے سامان بھی قبضے میں لے لیا ہے' اس حرامی لوئی کو کے پاس آیا تھا کہ کچھ ایڈوانس دے دے' لیکن بڑا ہی ماں کا خصم ہے۔ صاف منع کر دیا۔ اور نوبت تو تکار کلامی تک پہنچ گئی۔ اس کی ایسی تیسی' اب سالے کے دشمنوں کو مال دیا کروں گا۔"

"اوہ ——!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ تو یہ سردارے بھی اپنی ہی لائن کا آدمی ہے۔ میں نے سوچا —— میں کونسا نیک آدمی تھا' جو سردارے کو کسی نیکی کی تلقین کرتا۔ ویسے مجھے خطرہ تھا کہ سردارے اگر اکھڑپن میں لوئی کو سے بھڑ گیا تو نقصان اٹھا جائے گا!

"تو نے مجھ سے کیوں نہیں کہا تھا سردارے —— میں یہاں موجود ہوں پھر تو نے تکلیف کیوں اٹھائی۔؟"

"لے —— پردیس میں بھی اپنے یار سے قرض مانگتا پھرتا۔ ہاں —— بس ایک افسوس ضرور تھا۔ تیری اور بھابی کی دعوت نہیں کر سکا۔ کیا تو سمجھتا ہے میں تجھے دعوت دیئے بغیر چلا آتا —— مگر بس غلطی ہو گئی۔ پہلی بار یہاں کھیلا تھا۔ سالے کھلی کھلی بے ایمانی کرتے ہیں۔"

"ہوں ——" میں نے گردن ہلائی۔ "کسی گروہ کے لئے کام کرتا ہے سردارے۔؟"

"او نئیں یار —— میں سستا مال خرید لیتا ہوں۔ اسے بناتا ہوں' اور پھر ان سالوں کے سر منڈھ جاتا ہوں۔ اس بار بھی ڈیڑھ لاکھ کا مال تھا۔"

"تو تجھے نقصان ہو گیا اس بار۔"

"اوئے —— اس کی پرولہ کب کی ہے۔ نفع نقصان تو چلتا ہی رہتا ہے۔ بس مال نہیں تھا جیب میں —— مگر یہ سالا لوئی کو —— بہت حرامی ہے۔" اتنی دیر میں ملازمہ ہماری طلب کردہ چیزیں لے آئی۔ اور سردارے بے تکلفی سے ان پر پل پڑا۔ میں کچھ سوچ رہا تھا کہ لوئی کو کتنا مطمئن ہے۔ اس نے اس بات کی پرواہ بھی نہیں کی کہ سردارے اس کے بارے میں پولیس کو اطلاع دے سکتا ہے۔ اس نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ وہ سوبیتا سے باہر نکل گیا یا نہیں۔

بہرحال لوئی کو' کو تباہ کرنے میں خاصی محنت کرنی پڑے گی۔ لیکن سردارے —— کیوں نہ اسے اپنے ساتھ شریک کر لیا جائے۔ دقت کی بات تو نہیں ہے۔ اپنی ہی لائن کا آدمی ہے۔ جب سردارے خوب کھا چکا تو اس نے ایک لمبی ڈکار لی۔

"تیری دوسری دعوت کا بھی شکریہ نواز —— پر یار معاف کرنا۔ تیرا یار غریب ہے۔"

"میرے ہوتے ہوئے میرا یار غریب کیسے رہ سکتا ہے سردارے' لے یہ رکھ لے —— جتنی ضرورت ہو لیتے رہنا!" میں نے ایک گڈی نکال کر سردارے کو دے دی۔ "ذلیل کر رہا ہے یار —— یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"سردارے —— آگے بات مت کرنا! کاغذ کے یہ ٹکڑے تیری دوستی سے زیادہ تو نہیں ہیں۔ تیرے بدن میں پنجاب کی خوشبو بسی ہوئی ہے میرے دوست —— کیا اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔"

"مگر نواز ——!"

"رکھ لے یار —— کوئی دوسری بات کر —— اب تیرا کیا پروگرام ہو گا۔؟ گھر واپس جائے گا۔؟"

"اپنا کوئی گھر نہیں ہے نواز ——"

"کیا مطلب ——؟"

"ماں باپ بچپن میں ہی مر گئے تھے۔ بھائی بھلے تھے۔ پر انہوں نے اپنا بوجھ نہیں اٹھایا۔ اور یتیم خانے میں پھکوا دیا۔ پر اپن کو وہاں کا ماحول پسند نہیں آیا۔ سب کچھ چھوڑ دیا۔ سڑکوں پر جوان ہوئے' اور پھر یہ دھندہ شروع کر دیا۔!"

"ہم سب کی ایک ہی کہانی ہے سردارے۔ مگر یار —— اس دنیا سے شکوہ کون کرے۔ کیا تو وطن واپس جائے گا۔؟"

"ہاں یار —— دھندہ تو کرنا ہی ہے۔"

"کہیں اور کیوں نہیں جاتا۔"

"کہاں جاؤں —— بس یہیں تک پہنچ ہے۔"

"اور بھی جگہیں بھی ہیں۔ اگر تو کہے تو میں تیرے لئے کام مہیا کر دوں؟"

"کیسا کام ـــــ کسی کی غلامی اپن سے نہیں ہو گی۔ اور پھر نوکری میں ملے گا کیا۔؟ اپن عیش کے عادی ہو گئے ہیں۔"

"عیش ہی کی نوکری مل جائے تو ـــــ"

"عیش کا کام صرف اسمگلنگ ہے۔ اپن وہی کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے سردارے ـــــ تو یہ سمجھ تجھے کام مل گیا۔ تیری پسند کا کام۔ اس رقم کو ایڈوانس سمجھ کر رکھ لے۔"

"اوئے ـــــ مگر کام کیا ہے۔؟"

"بتادوں گا یار ـــــ فی الحال تو عیش کر ـــــ"

"اک گل مینوں دس دے ـــــ سچ سچ ـــــ کیا تو بھی ـــــ؟"

"سب ایسے ہی چلتا ہے سردارے ـــــ بس اس سے زیادہ بات مت کر ـــــ جا ہوٹل جاکر عیش کر ـــــ اسے خرچ کر دے' اور لے لینا۔"

"اوئے جیو میرے یار ـــــ دل خوش ہو گیا۔" سردارے نے اٹھ کر مجھے سینے سے لگالیا۔ اور پھر تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ مجھ سے رخصت ہو گیا۔ سردارے کے بارے میں مجھے کوئی الجھن نہیں تھی۔ میری حیثیت بھی معمولی تو نہیں تھی۔ غلام سیٹھ کے بغیر بھی میں اسے ملازم رکھ سکتا تھا۔ بہرحال اب مجھے لوئی کوئی فکر تھی ـــــ! اور اس کے لئے مجھے ابھی بہت سے کام کرنے تھے۔! چنانچہ اس رات کو ـــــ میں نے یاکی کو کہیں نہیں جانے دیا۔ دن بھر سونے کے بعد وہ تازہ دم ہو گئی تھی۔ اور پھر اس کی پسند کے انجکشن لگوانے کے بعد میں نے اسے بستر پر گھسیٹ لیا۔! "اور بستر پر میں نے اس سے اظہار مدعا کیا ـــــ "میں کل ذرا کام سے جاؤں گا یاکی ـــــ تم آرام سے یہاں رہو ـــــ!"

"کتنی دیر کے لئے جاؤ گے پیٹر ـــــ"

"ممکن ہے دو تین روز لگ جائیں۔ ممکن ہے جلد آجاؤں۔ لیکن تم فکر مت کرو۔ عیش کی زندگی بسر کرو۔ اخراجات کی پرواہ نہیں ہے۔" اور یاکی کو اخراجات کے علاوہ اور کس بات کی پرواہ ہو سکتی تھی۔ نوٹوں کی دو گڈیاں دیکھ کر اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ پھر دوسرے دن میں نے سوبیتا چھوڑ دیا۔ سوبیتا سے نکل کر میں نے اپنا حلیہ درست کیا۔ اور سنجیدگی کے جامے میں آگیا۔ مجھے خاصی جدوجہد کرنی تھی' چنانچہ پہلے مرحلے پر میں نے وینس کے ایک اخباری رپورٹر کو پھانسا۔ یہ وینس کے ایک بڑے اخبار کا رپورٹر تھا۔ میں نے اس پر بے تحاشا خرچ کیا۔ اور دس گھنٹے کی شدید محنت کے بعد میں نے اسے اپنا جگری دوست بنا لیا۔ یوں بھی جیگروس ایک نڈر انسان تھا ـــــ! وہ بڑے کام کا آدمی نکلا۔ اسی کے ذریعے میری رسائی پولیس کے چند افسران تک ہوئی ـــــ پورے چار دن کے اندر میں نے پہلا مرحلہ مکمل کر لیا۔! ان چار دنوں میں' میں نے سوبیتا کا رخ نہیں کیا تھا۔ البتہ میں نے یاکی سے ٹیلیفون پر رابطہ رکھا تھا۔ یاکی نے رسمی طور پر اپنی بے قراری کا اظہار کیا تھا میں نے اس سے کہہ دیا کہ میں بہت جلد آؤں گا۔ بہرحال میں اپنا کام کر رہا تھا۔ تب ایک شام ـــــ وینس کے ایک خوبصورت مقام پر میں نے جیگروس کو شراب پلائی اور جب وہ پوری طرح موڈ میں آگیا تو میں نے اس سے کہا۔

"کیا تمہارا اخبار بھی بڑے آدمیوں کے ہاتھوں بکا ہوا ہے جیگروس؟"

"کیا مطلب ـــــ؟" جیگروس غرایا۔ "ہم فقیر منش لوگوں کی توہین نہ کرو دوست۔"

"اگر تم بکے ہوئے نہیں ہو جیگروس ـــــ تو معاشرے کی ان برائیوں کی طرف سے تم نے کیوں آنکھیں بند کر رکھی ہیں جو تمہاری پیشانی کا داغ بن گئی ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا ـــــ تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟" جیگروس نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ تمہارے شہر میں' دین و مذہب کی' معاشرے کے تقدس کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ انسانیت سے نفرت کی مہم چلائی جاتی ہے ماں اور اس کے کمسن بیٹے کو محو اختلاط دکھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ انسان آزاد ہے۔ اس پر سے پابندیاں ہٹ جانی چاہئیں۔ بوڑھے باپ کو اپنی کمسن بیٹی کی عصمت لوٹتے ہوئے پیش کیا جاتا ہے۔ بھائی اور بہن کے تقدس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یہ سب اسٹیج پر پیش کیا جاتا ہے اور تمہارے لوگ خوش ہو کر انسانیت کی کراہیں سنتے ہیں۔ "کیا تم نشے کے عادی ہو میرے دوست ـــــ!" جیگروس ایک خوفناک غراہٹ سے بولا۔ "اگر ایسی بات ہے تو جاؤ ـــــ سو جاؤ ـــــ اور جب ہوش آئے تو میرے پاس معذرت کرنے آجانا۔ گو یہ قابل معافی بات نہیں ہے۔"

"جیگروس ـــــ اگر میں یہ سب کچھ تمہارے سامنے پیش کر دوں تو ـــــ؟"

"تو ـــــ تو ـــــ لیکن یہ کیا بکواس ہے۔ تم ہوش میں نہیں ہو۔ تم ہوش میں نہیں ہو۔"

"تم مجھے مدہوش قرار دے کر اپنی گردن بچانا چاہتے ہو جیگروس ـــــ! شاید تمہیں معلوم ہے کہ اس جگہ کی ـــــ ان لوگوں کی پشت پناہی تمہارے ہاں کے برسراقتدار لوگ کرتے ہیں۔" میں نے طنز کے تیر برساتے ہوئے کہا۔ "مسٹر پیٹر ـــــ مسٹر پیٹر ـــــ اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکوں گا۔ اس سے زیادہ ـــــ سنو ـــــ اگر تم یہ سب کچھ ثابت کر دو گے۔ تو ـــــ تو صرف یہ کہہ سکتا ہوں' کہ ـــــ کہ اس برائی کو سامنے لانے کے لئے اپنی زندگی پیش کر دوں گا اپنی جان دے دوں گا۔ اگر مجرم صاحب اقتدار ہوئے تو انہیں بے نقاب کر کے پھانسی پر چڑھ جاؤں گا۔ لیکن اگر یہ الزام غلط ہے مسٹر پیٹر ـــــ تو ـــــ تو ـــــ!؟"

"یہی سزا میں اپنے لئے تجویز کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ـــــ مجھے بتاؤ ـــــ یہ سب کہاں ہوتا ہے۔"

"اس جگہ کا نام ہے سوبیتا ـــــ!"

"اوہ ـــــ میں نے اس بدنام جگہ کے بارے میں سنا ہے۔ لیکن ـــــ لیکن ہاں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔؟"

"میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔"

"ہوں ـــــ" جیگروس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "پیٹر ـــــ کیا تم مجھے بتا سکو گے کہ اس جگہ کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔؟"

"جدید قسم کا بیبی بنکر ـــــ دولت کا سہارا لے کر ـــــ!"

"تم میرے لئے انتظامات کر سکتے ہو۔؟"

"یقیناً ــــــ!"

"تو کر دو میرے دوست ــــــ میں تمہارا شکر گزار ہوں گا!" جیگوس نے کہا۔ چنانچہ جیگوس کا میک اپ میں نے کیا۔ اور وہ ہپی نظر آنے لگا! تب میں اسے لے کر لیڈو کیمپ پہنچ گیا۔ میرے پاس انٹکو کا کارڈ تھا۔ چنانچہ اس کی ضمانت پر جیگوس کے لئے کارڈ ایشو کر دیا گیا۔ جیگوس نے مائیکرو کیمرہ ساتھ لے لیا تھا وہ پوری طرح تیار تھا۔! چنانچہ اسے سوبیتا میں کمرہ مل گیا۔ یہ کمرہ میرے کمرے کے برابر تھا ــــــ! رات کو میں نے کورس کے ٹکٹ خرید لئے۔ یاکی بھی ہمارے ساتھ تھی میں نے جیگوس کا تعارف اپنے نئے دوست کی حیثیت سے کرایا تھا۔ اور پھر کپڑے اتارتے ہوئے جیگوس کی حالت قابل دید تھی۔ لیکن اس نے ننھا کیمرہ اپنی بغل میں چھپا لیا تھا۔ اندر کے ماحول کو دیکھ کر اس کے بدن میں تھرتھراہٹ ہونے لگی تھی۔ ہم اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جیگوس بالکل خاموش تھا۔ "ان سیاہ نقابوں کے پیچھے تمہارے وطن کے رہنما چہرے ہیں۔" میں نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔ لیکن جیگوس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آج میری کیفیت مختلف تھی۔ میں اس قدر جذباتی موڈ میں نہیں تھا۔ اور سچ جانئے ــــــ شاید آپ اس بات پر یقین نہ کریں۔ میں نے سوبیتا کو تباہ کرنے کے لئے ہی چال چلی تھی۔ لیکن دل کے کسی گوشے میں ایک ثواب کا تصور بھی تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ان پاگل بدکاروں کو مصیبت میں پھنسانے سے ایک نیک کام وجود میں آئے گا۔ شو شروع ہو گیا۔ بوڑھے نے انسان کی مظلومیت کی داستان دوہرائی۔ انداز بدلا ہوا تھا۔ اور پھر انسانیت کے دشمن 'نیک لوگ' انسانیت سے جنگ کرنے لگے۔ تہذیب کو شکست دینے لگے۔ آج میں نے نوجوان ماں اور کمسن بیٹے کو دیکھا۔ بوڑھے باپ اور نوجوان بیٹی کو دیکھا۔ یہ سب رضا کار تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے جیگوس کو دیکھا۔ جس کا کیمرہ چل رہا تھا۔ ننھا طاقتور لینز کا کیمرہ ــــــ ان تمام مناظر کی تصاویر لے رہا تھا۔ یوں ہم نے پوری رات گزار دی۔

واپسی پر جیگوس بے حد تھکا ہوا تھا۔ یاکی بدمست ہو رہی تھی اس نے میرے ساتھ جیگوس پر بھی حملے کئے۔ لیکن میں نے اسے بمشکل تمام سلا دیا۔ اور پھر میں جیگوس کے کمرے میں آ گیا۔ جیگوس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔! "کیا خیال ہے میرے دوست ــــــ؟" میں نے پوچھا۔

"تم ــــــ تم جانتے ہو پیٹر ــــــ سوبیتا کا مالک ہمارے ملک سے تعلق نہیں رکھتا۔"

"ہاں ــــــ میں جانتا ہوں۔ لیکن تمہارے وطن کے لوگ اس کی پشت پناہی کرتے ہیں۔"

"یہ ان کا انفرادی فعل ہے۔"

"یقیناً ــــــ! لیکن کیا انہیں عوام کی نگاہ میں لانا مناسب نہیں ہے۔؟"

"ہے ــــــ یقیناً ــــــ لیکن کاش میں ان میں سے کسی ایک کا چہرہ دیکھ سکتا۔"

"میں یہ بھی کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کس طرح ــــــ؟ کس طرح میرے دوست۔؟" جیگوس بولا۔

"سنو جیگوس ــــــ تمہیں ہفتے کی رات کا انتظار کرنا ہو گا۔ یہ جو کچھ تمہارے کیمرے میں محفوظ ہے 'اسے ابھی خود تک محدود رکھو۔ اور ہفتے کی رات کا انتظار کرو۔"

"سنو پیٹر ــــــ اگر تم پسند کرو۔ تو میں اپنے دوست 'ایس پی سوئز کو بھی ساتھ لے لوں۔ وہ پرجوش انسان ہے۔ ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کرے گا۔"

"مناسب خیال ہے۔ میں اس کا کارڈ بھی نکلوا دوں گا! لیکن بات اگر قبل از وقت کھل گئی۔ تو ہم کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"میں جانتا ہوں۔" اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔" میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ اور دوسرے دن جیگوس رخصت ہو گیا۔ میں نے کامیابی کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔ ہفتے میں دو دن باقی تھے۔ میرا خیال تھا اتوار کی رات 'سوبیتا کی آخری رات ہو گی۔ یہ کام انجام دے کر میں یاکی کے پاس آ گیا۔ اب یاکی سے مجھے اہم کام لینا تھا یاکی بدستور مدہوش تھی۔ اس دن دو بجے وہ ہوش میں آئی اور میں نے اس سے بے پناہ الفت کا اظہار کیا۔ یاکی میرے اس انداز سے دیوانی ہو گئی تھی۔ "پیٹر ڈارلنگ ــــــ تم نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا۔! میں تو اب تم سے جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔" اس نے میری گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔ "تم بے حد حسین ہو یاکی ــــــ تمہیں اپنے حسن کا احساس نہیں ہے۔"

"پہلے نہیں تھا ــــــ اب ہونے لگا ہے۔"

"وہ کس طرح ــــــ؟"

"لوگ مجھے نہ جانے کیا سمجھتے ہیں۔ شاید کوئی شہزادی۔ بہت سے نوجوان میرے قرب کے طلب گار رہنے لگے ہیں۔"

"خوب ــــــ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں بھی تمہارے حسن کی طاقت دیکھنا چاہتا ہوں یاکی۔"

"میں نہیں سمجھی ڈارلنگ۔"

"تمہیں ایک آدمی کو متاثر کرنا ہے۔ اتنا متاثر کہ وہ تمہارے ہاتھوں الو بن جائے۔"

"اوہ ــــــ" یاکی ہنس پڑی۔ "تمہارا کوئی دوست ہے۔؟"

"یونہی سمجھ لو ــــــ ایک مغرور انسان ہے۔ میں چاہتا ہوں 'وہ عورت کی توہین کرنا چھوڑ دے۔"

"مجھے اس سے ملا دو۔ میں دیکھوں گی وہ کتنا مغرور ہے۔"

"میں تمہیں دور سے اسے دکھا دوں گا۔ باقی کام تمہارا ہو گا۔"

"لو کے ڈارلنگ ــــــ تم ایسا ہی کرنا ــــــ!" یاکی بہت خوش نظر آ رہی تھی اور میں بھی خوش تھا۔ باقی دو دن میں نے سکون سے گزارے۔ ہفتے کے دن میں پھر یاکی سے اجازت لے کر نکل گیا۔ میں سب سے پہلے جیگوس سے ملا۔ جیگوس بے چینی سے میرا انتظار کر رہا تھا۔! "میں نے یہ وقت کانٹوں پر گزارا ہے۔ سوئز مجھ سے زیادہ بے چین ہے۔ وہ خود سوبیتا کی تاک میں تھا۔ ہر تین چار گھنٹے کے بعد فون پر مجھ سے اس کے بارے میں گفتگو کرنے لگتا ہے۔ آج بھی صبح سے تین بار فون کر چکا ہے۔"

"کیا تم نے سوبیتا کے کورس ہال کی فلم اسے دکھا دی ہے؟؟"

"ہاں ــــــ اور وہ انگشت بدنداں رہ گیا ہے۔"

"خوب ــــــ پھر اس نے کیا پروگرام بتایا ہے۔؟"

"آج میں اسے بھی کورس ہال لے جاؤں گا اور وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا اس کے بعد ہم خاموشی سے چلے آئیں گے۔ میرا خیال ہے کل اتوار کا پروگرام بھی عمدہ ہے۔ کل ہم خاموشی سے سوبیتا پر چھاپہ ماریں گے اور وہاں موجود ایک ایک شخص کو گرفتار کرلیں گے۔"

"لیکن کیا ایس پی اپنی ذمہ داری اور اختیارات سے یہ کام کر سکتا ہے؟"

"وہ بھی میری طرح جذباتی انسان ہے پیٹر——— اس نے فیصلہ کیا ہے کہ پولیس فورس کو خفیہ طور پر تیار کرلے گا۔ اور سوبیتا کے گرد پھیلا دے گا اور پھر زبردست پیمانے پر چھاپہ مارا جائے گا۔ کوئی بھی مزاحمت کچل دی جائے گی۔ وہاں موجود تمام چہروں کو بے نقاب کردیا جائے گا اور ان کی تصویریں لے لی جائیں گی۔ اس کے بعد میرا کام شروع ہو گا۔ پیر کا پورا اخبار ان تصویروں اور خبروں سے بھرا ہوا ہو گا۔ ہم ایک ایک شخص کا کچا چٹھا کھول دیں گے اور اس کے بعد اپنی قسمت پر شاکر ہو جائیں گے۔ بعد میں جو کچھ بھی ہو سوبیتا تو برباد ہو جائے گا۔"

"میں تمہارے اس جذبے کو سلام کرتا ہوں جیکوس———" میں نے متاثر انداز میں کہا اور پھر میں نے اسے اپنے کام کے بارے میں بتایا۔ میں نے کہا کہ میری ساتھی لڑکی ایک بڑے آدمی کو بے نقاب کرے گی اور جب میں نے اسے اس بڑے آدمی کے بارے میں بتایا تو جیکوس دنگ رہ گیا۔ "یہ بہت عمدہ بات ہے۔ میں اس کی تصویر لینے کے لئے تیار رہوں گا! آؤ——— اب ہم سوئٹزر کے لئے کارڈ کا بندوبست کرلیں۔" اور ہم چل پڑے۔! لیڈو کیمپ سے کارڈ حاصل کرنے کے طریقے اب مجھے آگئے تھے۔ اس لئے ایک اور کارڈ حاصل کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ اس کام کو کرنے کے بعد بھی کافی دیر تک میں جیکوس کے ساتھ رہا۔ پھر جیکوس مجھ سے اجازت لے کر چل دیا۔ اور میں کافی دیر ریستوران میں بیٹھ کر اپنے پروگرام پر غور کرتا رہا۔ میرے سوچنے کا انداز اب خطرناک ہو گیا تھا۔ ابتدا میں جو جھجھک تھی۔ اب اس کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے ایک خطرناک پروگرام بنایا اور اس پر عمل کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہو گیا۔ کافی دیر تک میں ریستوران میں بیٹھا رہا۔ پھر واپس سو ہستا چل پڑا۔ سوبیتا میں داخل ہوتے ہی پہلے روز والی ملازمہ سے ٹکراؤ ہوا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی تھی۔ "آپ مجھ سے کچھ ناراض ہیں مسٹر پیٹر———!" اس نے شکایتی انداز میں پوچھا!

"اوہ——— نہیں تو——— کیوں۔؟ تمہیں یہ احساس کیوں ہوا۔؟"

"روفیشا نے آپ کے قرب کی داستان بڑے فخریہ انداز میں سنائی تھی۔ اسے معلوم ہے کہ آپ نے مجھے ٹھکرا دیا تھا۔" اس نے کسی قدر اداسی سے کہا۔

"اوہ——— نہیں ڈارلنگ——— تمہارا خیال غلط ہے۔ میں نے تمہیں ٹھکرایا تو نہیں تھا۔ اس روز میری طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی۔ کیا آج بھی تمہاری ڈیوٹی میرے کمرے پر ہے۔؟"

"نہیں——— میں ستر سالہ مسٹر ڈیگز کے کمرے پر تعینات ہوں۔ مسٹر ڈیگز کی عمر تو ستر سال ہے لیکن لڑکیوں کی زبانی وہ خود کو چوبیس سال کا سننا پسند کرتے ہیں اور ہر وقت اس کا عملی ثبوت دینے کو تیار رہتے ہیں۔"

"اوہ——— کیا ان کے ثبوت مستند ہوتے ہیں۔؟" میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "لڑکیاں ان

...ری وقت سمجھ کر ان کی آخری خواہش پوری کر دیتی ہیں۔" وہ ہنس کر بولی۔ اور میں بھی ہنس پڑا۔

"اس کا مطلب ہے آج آپ نے ان کا چیلنج قبول کرلیا ہو گا۔"

"اگر آپ حکم دیں مسٹر پیٹر——— تو میں ان سے معذرت کرلوں۔"

"کیا وہ معذرت قبول کرلیں گے۔؟"

"ہم لوگوں کے پاس ایک عمدہ بہانہ ہوا کرتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ اور میں وہ بہانہ سمجھ گیا۔ ...نے مسکراتے ہوئے گردن ہلادی۔

"تب پھر——— کورس ہال میں تمہارا انتظار کروں گا۔ اپنا ٹکٹ خود بنوا لینا———!" میں نے کچھ ...اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ اس نے شکریہ کے ساتھ نوٹ قبول کرلیے۔ اور میں اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ ...ایک آرام کرسی پر دراز تھی———!" میں نے اسے آواز دی۔ تو وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔! "سو رہی ...یاکی———؟"

"نہیں سوچ رہی تھی۔"

"کیا———؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہارے بارے میں ہی سوچ رہی تھی پیٹر———"

"کیا سوچ رہی تھیں۔؟"

"یہی کہ تم کتنے دنوں کے ساتھی ہو۔؟"

"کیا مطلب———؟"

"ایک نہ ایک دن تمہارا دل مجھ سے ضرور بھر جائے گا۔ اور پھر تم مجھے تنہا چھوڑ دو گے۔ دل کیوں بھر ...جاتے ہیں پیٹر——— انسان کے اندر بھول جانے کی صفت کیوں ہے۔؟ سارے جذبات——— سارے ...تمام انداز اجنبی کیسے ہو جاتے ہیں۔ پیٹر——— میں نے تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کی ...ہے۔ اگر میں آئندہ بھی تمہارے کسی اقدام کے بارے میں کوئی سوال نہ کروں۔ تو کیا تم مجھے اپنے ساتھ ...رہنے کی اجازت دے دو گے۔؟"

"اس بارے میں گفتگو کرلیں گے۔"

"سوچنا پیٹر——— اس موضوع پر ہمدردی سے سوچنا۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ضرور سوچوں گا میری جان——— لیکن تم اپنا پروگرام بھول گئیں شاید۔"

"کونسا پروگرام———؟"

"مسٹر جیرا کو———"

"نہیں——— مجھے یاد ہے۔" یاکی نے کہا۔

"تب پھر تیار ہو جاؤ میری جان——— وہ آچکا ہو گا۔ میں خود تمہیں تیار کروں گا! اور میرے اس ...بھرے انداز سے یاکی کی اداسی ڈھل گئی۔ میں اسے لیکر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اس نے میرے ...لئے غسل کرکے بال خشک کیے۔ میں نے اس کے لئے ایک انتہائی ہیجان خیز لباس منتخب کیا۔ اور لباس ...پہننے کے بعد اس کے چہرے پر میک اپ کیا۔ یہ میک اپ عام نہیں تھا۔ اس کے ہونٹوں یا گالوں پر غازہ یا

لپ اسٹک نہیں لگائی گئی تھی بلکہ کچھ خصوصی شیڈ دیئے گئے تھے' جو اس کے چہرے سے ہم آہنگ تھے۔ خوبصورت لباس جو یاکی کے جسم کی بھرپور نمائش کر رہا تھا! بلاشبہ یاکی کو دیکھ کر دل ڈول ڈول جاتا تھا۔ وہ کمرے میں آ گئی۔ تو میں نے اس کے ہونٹوں کو ایک بوسہ دیا۔ "پورا پروگرام یاد ہے یاکی ----؟"

"یاد ہے ڈارلنگ ----" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آج تمہارے لئے ہنگامہ ہو جائے گا" میں نے کہا ---- اور پھر یاکی باہر نکل گئی۔ میں بھی اپنے کمرے سے نکل آیا۔ میں یاکی سے دور نہیں رہنا چاہتا تھا۔ بے شمار لوگ میں نے یاکی کی طرف متوجہ ہوتے دیکھے۔ ہر آنکھ میں اس کے لئے پسندیدگی اور تحسین کے جذبات تھے۔ جلد ہی یاکی روم نمبر ایک سو گیارہ کے قریب پہنچ گئی۔ کمرے کے سامنے گیلری تھی۔ اور گیلری کے دوسری جانب سوئمنگ پول تھا۔ جس کے کنارے روشنیاں لگی ہوئی تھیں۔ کچھ شوقین اس وقت بھی پانی میں تھے۔ یاکی گیلری میں کھڑی ہو کر سوئمنگ پول میں غسل کرتے لوگوں کو دیکھنے لگی!

خود میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مسٹر جیراکو' کو یاکی کی طرف کیسے متوجہ کیا جائے۔ بہرحال کافی دیر گزر گئی ---- ویسے روم نمبر ایک سو گیارہ آباد تھا۔ اور ملازمہ نے بتایا تھا کہ یہ کمرہ جیراکو کے لئے مخصوص ہے۔ کافی دیر کے بعد مسٹر جیراکو باہر نکلے۔ گوریلے ٹائپ کا ایک بدشکل آدمی تھا۔ عمدہ سوٹ میں ملبوس ---- اس نے کمرے کے دروازے کے نزدیک کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ یاکی نے اسے باہر نکلتے محسوس کر لیا تھا! چنانچہ وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر پلٹی اور جیراکو سے اس کا سامنا ہو گیا۔ میں نے جیراکو کو ٹھٹھکتے دیکھا تھا۔ وہ یاکی کو گھور رہا تھا۔ تیر سو فیصد نشانے پر بیٹھا تھا۔ جیراکو یاکی کی طرف بڑھا

"اے مس ---- مس ----!" اس نے یاکی کو مخاطب کیا۔ اور یاکی نے عمدہ اداکاری کی ---- جیراکو اس کے قریب پہنچ گیا۔ "حیرت انگیز ---- حیرت انگیز" جیراکو تعریفی انداز میں بولا۔

"میں نہیں سمجھی جناب ----!"

"اوہ ---- سوری مس ---- میں آپ کے حسن کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ میرا خیال ہے آپ یہاں نئی آئی ہیں ----؟"

"ہاں ---- زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔" یاکی نے جواب دیا۔

"تنہا ہیں خاتون ----؟" جیراکو نے شوق سے پوچھا۔

یاکی کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "ہاں۔ تنہا ہوں۔ اگر کسی پتھر کے بت کو ساتھی کہا جا سکتا ہے تو میرا ساتھی موجود ہے۔"

"اوہ ---- اوہ ---- کون ہے وہ بدنصیب ---- جو آپ جیسی حسین خاتون کی دل آزاری کا باعث بنا ہے۔" جیراکو نے یاکی سے اور قریب ہوتے ہوئے کہا۔ پھر وہ یاکی کے خوبصورت ہاتھ کو تھامتے ہوئے بولا۔ "آپ اگر پسند کریں تو کچھ لمحات مجھے دے دیں۔ میری دلی آرزو ہے۔"

"میں بھی تنہائی سے اکتا گئی ہوں۔" یاکی نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔ "تو آیئے ---- کہیں چل کر بیٹھیں ---- گفتگو کریں گے۔"

"چلئے ----" یاکی نے کہا اور وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔ میں نے طمانیت کی ایک گہری سانس لی

اپنا کردار بخوبی انجام دے رہی تھی۔ جیراکو چکر میں آگیا ہے۔ چنانچہ میں نے یاکی کو ایک غیر محسوس اشارہ کیا اور یاکی نے اس کا جواب بھی دے دیا۔ مقصد یہی تھا کہ اب کورس ہال میں ملاقات ہو گی۔ میں اطمینان سے آگے بڑھ گیا۔ یاکی کی طرف سے اب میں بے فکر تھا!

ٹھیک ساڑھے نو بجے ایس پی سوئز اور جیکوس میرے پاس پہنچ گئے میں انہیں لئے ہوئے سوئٹا کے مختلف حصوں میں گھومتا رہا اور انہیں وہاں کے بارے میں بتاتا رہا۔ کورس ہال کے ٹکٹ میں نے خرید لئے مقررہ وقت پر میں ہال میں پہنچ گیا۔ پرانی ملازمہ ---- میری منتظر تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے میرے پاس پہنچ گئی۔! "ہیلو ڈارلنگ ---- میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

"ہیلو ----!" ملازمہ نے مسکراتے ہوئے ان دونوں سے ہاتھ ملایا۔ ایس پی سوئز اس ماحول سے ناواقف تھا ویسے بھی وہ شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔ بہرحال ہم بیٹھ گئے۔ اور پھر وہ مصلح آدمیت اسٹیج پر لے آئے۔ جو بتاتے تھے کہ انسان کس قدر پابندیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ سوئز کا چہرہ غصے سے انگارہ ہو رہا تھا بمشکل تمام وہ برداشت کئے ہوئے تھا۔ دوسری طرف ملازمہ "مجھ" میں مصروف تھی۔ لیکن میں اوپر الجھا ہوا تھا۔ اس لئے پوری طرح اس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکا تھا! پھر میں نے یاکی اور مسٹر جیراکو کو تلاش کر لیا۔ زیادہ دور نہ تھا۔ اس وقت جیکوس نے جھک کر مجھ سے سرگوشی کی۔ "تم نے جس لڑکی کے بارے میں بتایا تھا ----؟"

"ہاں ---- وہ موجود ہے۔"

"کہاں ----؟"

"بائیں سمت دیکھو ---- وہ خوبصورت لڑکی' جس کے بالوں میں نیلی پٹی بندھی ہوئی ہے۔"

"اوہ ---- ہاں ---- وہ جسامت میں جیراکو معلوم ہوتا ہے۔" جیکوس نے اپنا کیمرہ نکال لیا۔

"کیا تم اس کی تصویریں لینے کو تیار ہو ----؟"

"ہاں ----"

"تو میں لڑکی کو اشارہ کرتا ہوں۔"

"میں تیار ہوں۔" جیکوس نے اپنا ننھا سا کیمرہ سنبھال لیا۔ اور میں یاکی کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنے والے منہ سے ایک بدمست آواز نکالی اور ملازمہ کا بوسہ لینے لگا! اور اسی وقت یاکی نے جیراکو کے چہرے سے نقاب کھینچ دی۔ وہ جیراکو کی آغوش میں لیٹ گئی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے بدمست ہو گئی ہو۔ جیراکو نے جھینپے جھینپے انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر چہرے پر نقاب برابر کرنے لگا! لیکن اس وقت جیکوس اپنا کام مکمل کر چکا تھا! کافی دیر گزر گئی۔ مناظر شرمناک ہوتے جا رہے تھے۔ اور پھر وہ ناقابل برداشت بن گئے تو ایس پی سوئز نے کہا۔ "بس کافی ہے۔ اب چلا جائے۔"

"ہاں ---- چلو ----!" میں نے کہا ---- اور پھر میں نے ملازمہ سے کہا۔ "تم میرے کمرے میں چلو ---- میں آتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ڈارلنگ ----" پہلے ملازمہ چلی گئی۔ پھر ہم تینوں بھی ایک ایک کر کے ہال سے نکل آئے۔ جیراکو نے نقاب اتارا' لباس پہنا اور پھر خاموشی سے واپسی کے لئے مڑ گیا۔ اس کی نگاہیں شرم سے جھکی ہوئی

تھی۔

"اب کیا پروگرام ہے مسٹر سوئز ——" میں نے پوچھا۔

"حسب معمول —— جو پہلے طے کر لیا گیا ہے۔ میں انسانیت کے ان قاتلوں کو نیست و نابود کر ڈالوں گا۔ یہ میرا ایمان ہے۔" ایس پی نے شدید غصے سے کہا۔ "ہم تمہارے ساتھ ہیں ——" اور پھر وہ دونوں باہر نکل گئے۔ اور میں مسرور انداز میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ یاکی کی واپسی تو ممکن نہیں تھی۔ آج اس کو ریلے سے نپٹے گی۔ بہرحال ملازمہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ وہ لڑکی —— جو مجھے پسند کرتی تھی چھوٹے سے قد کی یہ لڑکی بھی خوب تھی۔ اس نے اپنی پسندیدگی کا بھرپور ثبوت دیا۔ میں بھی چونکہ ذہنی طور پر مسرور تھا۔ اس لئے میں نے اس کی خوب پذیرائی کی' اور ملازمہ نہال ہو گئی۔

"میرا اندازہ غلط نہ تھا۔" وہ تھکے تھکے انداز میں بولی۔

"کیسا اندازہ ہنی ——؟"

"تم دنیا کے بہترین مردوں میں سے ہو۔ میں اپنے اوپر غلاف چڑھا کر بات نہیں کروں گی۔ مجھے مردوں کا خوب تجربہ ہے۔"

"شکریہ ڈارلنگ۔" میں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا اور پھر کئی بار ہم دونوں نے ایک دوسرے کی پسندیدگی کا ثبوت دیا۔ صبح کو میں نے اسے کافی رقم بھی دی تھی اور ملازمہ خوش خوش واپس چلی گئی۔ یاکی دن چڑھے تک واپس نہیں آئی تھی۔ شاید جیراکو نے اس کے کس بل نکال دیئے تھے۔ بہرحال میری محبت اسے مہنگی پڑی تھی۔ میں نے اس کا انتظار نہ کیا۔ اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔! اگر میری اسکیم فیصد کامیاب رہتی ہے تو —— آج کم از کم سوبیتا کا آخری دن ہے۔ اور آج کا دن یہاں آنے والوں کو بہت مہنگا پڑے گا۔! میں نے جس ہوٹل میں کمرہ لیا تھا' وہاں پہنچ کر اپنا میک اپ اتارا اور پھر ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ ایک ٹیکسی لی اور اسے علاقے کا پتہ بتا دیا جو سیکا ریفا کے مکان کو جاتا تھا۔! تھوڑی دیر کے بعد میں سی کا کے مکان پر پہنچ گیا۔ جس وقت میری ٹیکسی اس کے مکان کے سامنے رکی۔ وہ اپنی کار میں باہر نکل رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے کار روک لی۔ اور آج سیکا کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔ "ہیلو۔" اس نے کہا۔ "ہیلو سیکا"۔

"آیئے ——!" وہ کار واپس موڑتی ہوئی بولی اور میں گردن جھٹک کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کے چہرے پر بے حد سنجیدگی تھی۔ نہ جانے کیوں۔ بہرحال وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ میں نے ایک صوفے پر بیٹھ کر گہری سانسیں لیں' اور پھر اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "کیسی ہیں مادام ریفا"

"شکریہ —— ٹھیک ہوں۔" وہ رکھائی سے بولی۔

"سست نظر آ رہی ہو۔؟"

"بس موسمی اثر ہے۔"

"کسی ضروری کام سے جا رہی تھیں۔؟"

"نہیں —— کوئی خاص کام نہیں ہے۔ آپ آرام سے بیٹھیں۔ کچھ پئیں گے۔؟" "ہاں کافی منگا دیں ——" میں نے بے تکلفی سے کہا اور سیکا نے گھنٹی بجا کر ایک ملازمہ کو بلایا۔ اور اسے کافی لانے کی ہدایت کی۔

"میرے لئے کوئی پیغام تو نہیں ہے۔؟" "غلام سیٹھ نے کسی سے ٹرانسمیٹر پر بات کی تھی۔ آپ کی ہدایات کے بارے میں پوچھا تھا۔ ویسے غلام سیٹھ آپ پر بہت اعتماد کرتا ہے۔"

"کیسے اندازہ ہوا۔؟"

"میں نے اسے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔ یہ بھی کہہ دیا کہ آپ ہم لوگوں سے لاتعلق رہ کر تنہا کام کر رہے ہیں۔ تب غلام سیٹھ نے کہا کہ آپ کی طرف سے فکر نہ کی جائے۔ آپ ایک پورے گروہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"لوئی —— آپ کا کیا خیال ہے میڈم ریفا۔؟" میں نے اسی انداز میں پوچھا۔ "غلام سیٹھ کو سوبیتا کے بارے میں غلط فہمی ہے۔ اسے اس کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہے۔ وہ لوئی کو کی شخصیت سے پوری طور پر واقف نہیں ہے۔ اور میرا خیال ہے آپ نے بھی اس خطرناک آدمی کے بارے میں پوری معلومات حاصل نہیں کی ہیں۔"

"آپ اس کی بہت مداح ہیں مادام سیکا۔"

"آپ مداح کہہ لیں۔ یا جو سخت الفاظ آپ کو ملیں ادا کر لیں۔ بہرحال آپ مجھ سے بڑھ حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن میں آپ کی دشمن نہیں ہوں۔ میں آپ کو لوئی کو سے روشناس کرا دینا چاہتی ہوں۔"

"اس کی تکلیف نہ کریں مادام سیکا —— کل کے اخبارات میں آپ اس کی موت کی خبر پڑھ لیں گی۔ میرا خیال ہے سوبیتا کی زندگی چوبیس گھنٹے سے زیادہ نہیں ہو گی۔" "کیا مطلب ——؟" وہ چونک پڑی۔

"میں نے سوبیتا کے لئے گہری قبر تیار کر لی ہے۔ آج رات اسے قبر میں اتارا جائے گا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور سی کا ریفا اچھل پڑی۔

"آج رات ——" اس نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

"ہاں —— آج رات مادام ریفا ——"

"مسٹر نواز —— مسٹر نواز ——!" اس کی شخصیت سے لبادہ اتر گیا۔ "مسٹر نواز —— آخر آپ میرے اوپر اعتماد کیوں نہیں کرتے۔ آخر آپ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہیں۔" اس نے میرے پیروں کے پاس ایک بیٹھ کر میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ مغرور عورت کا غرور ٹوٹ گیا تھا۔

اسی وقت لیزیتا کی ٹرالی لئے اندر آ گئی۔ اندر کا منظر دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی تھی۔ "آجاؤ لیزیتا —— میری حیثیت ختم ہو چکی ہے۔ آجاؤ —— اب مجھے عزت کی ضرورت نہیں رہی ہے۔" سیکا ریفا نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا اور لیزیتا خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی اندر آ گئی۔! "شکریہ لیزیتا —— ہم پرائیویٹ گفتگو کر رہے ہیں۔" میں نے لیزتا کو آنکھ مارتے ہوئے کہا اور لیزیتا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔ وہ جلدی سے دوسری طرف مڑ گئی تھی۔! "یہ کیسا کھیل ہے نواز —— محبت چاہتی ہوں تو نفرت کا اظہار کر دیتے ہو۔ جھک گئی ہوں تو عزت کا احساس دلا رہے ہو۔ بس کرو نواز —— اس سے زیادہ میری برداشت نہیں ہے۔ میں اب برداشت نہ کر سکوں گی نواز۔" وہ میرے گھٹنے پر سر رکھ کر سسک پڑی اور میں ... روتی ہوئی عورت پر مجھے رحم آ گیا تھا۔!

☆ ☆ ☆

"اٹھو مادام ریفا۔ تم نواز اصغر کی شخصیت سے واقف نہیں ہو۔ اٹھ جاؤ۔ میں تمہاری تذلیل نہیں چاہتا۔" میں نے اس کے دونوں بازو پکڑ کر اسے اٹھا دیا۔ اس کے گالوں پر آنسوؤں کی لکیریں بن گئی تھیں۔ اس کی آنکھیں بڑی روانی سے بہہ رہی تھیں۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس کے آنسو خشک کیے۔ "ہاں تمہارا خیال درست ہے۔ میں نے تمہیں عام نوجوانوں کی طرح ٹریٹ کرنا چاہا تھا۔ لیکن تم نے میری غلطی کی بہت بڑی سزا دی ہے مجھے نواز۔ میری شخصیت کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔ میری خودی موت کی نیند سو گئی ہے۔ میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے قتل کر دو۔!"

وہ حد سے زیادہ جذباتی ہو رہی تھی!

"تمہارے اندر جو برائی ہے وہ قتل ہو گئی مادام سیکا۔ اب تم ایک نارمل عورت ہو۔"

"کیا اب میں تمہارے قابل ہوں۔؟"

"میری بات اور ہے سی کا۔ لیکن نئی عورت اب کسی کے ہاتھوں ذلیل نہیں ہو گی۔"

مجھے اپنا لو نواز۔ مجھے نہ ٹھکراؤ۔" وہ گڑگڑائی۔

"میں تم سے اس موضوع پر پھر بات کروں گا۔"

"مجھے تمہاری اپنائیت درکار ہے۔ مجھ سے اجنبیت چھوڑ دو۔ مجھے بتاؤ۔ تم مجھ سے نفرت کیوں کرتے تھے؟"

"میری زندگی ایک بھنور ہے سی کا ریفا۔ اس میں ایسے نشیب و فراز چھپے ہوئے ہیں جن میں جھانکنا ناممکن ہے۔ میں خود بھی اس بھنور پر نگاہ دوڑاتا ہوں' تو مجھے چکر آ جاتے ہیں۔ میرے پاس ایک طویل تجربہ ہے۔ اپنی عمر سے پچاس گنا زیادہ۔ میں نے تمہیں دیکھا' پسند کیا۔ لیکن تمہاری خودی مجھے پسند نہ آئی۔ واقعات نے مجھے ایسی چٹان بنا دیا ہے جس کے رخنے سے کوئی کونپل نہیں پھوٹتی۔ تمہیں دیکھ کر اس چٹان میں اور سختی آ گئی ہے۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔"

سی کا ریفا ناک سے سڑپ سڑپ کرتی رہی۔ اور پھر وہ اچانک ایک جھرجھری لے کر سنبھل گئی۔ اس نے حیرت سے ارد گرد کے ماحول کو دیکھا۔ میری شکل دیکھی' اپنے بھیگے ہوئے رخسار دیکھے۔ اور پھر اس کے چہرے پر خجالت نظر آئی۔ "اب کیا رکھا ہے۔ آہ۔ اب کیا رکھا ہے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔ میں اس کی ذہنی کیفیت بخوبی سمجھ رہا تھا۔ اس دوران میں نے اسے سنبھلنے کا پورا پورا موقع دیا۔ اور وہ سنبھل گئی۔ اس کے انداز میں بے قراری سی آ گئی۔

"آپ نے کیا کہا ہے مسٹر نواز۔ آج رات آپ سوبیتا؟"

"ہاں۔ سی کا۔ سوبیتا ہمارے کام میں رکاوٹ ہے۔ میں نے اسے ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"لیکن نواز۔ کیا سوبیتا اتنا ہی کمزور ہے۔؟"

"تم کیا سمجھتی ہو؟"

"لوئی کو بے حد چالاک آدمی ہے۔ اگر وہ پولیس کے ہاتھوں میں پڑ بھی گیا تب بھی اس کا

پڑے گا۔"

"میں دیکھو گا سی کا ریفا۔ کہ میں اس کے خلاف کیا کر سکتا ہوں۔"

"غلام سیٹھ تمہاری طرف سے بہت مطمئن ہے۔ لیکن وہ۔ لوئی کو سے واقف نہیں ہے۔"

"کوئی اور بات کرو ریفا۔ میں تمہارے پاس اس لئے نہیں آیا۔" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "اوہ۔ میرا مقصد نہیں تھا۔ خیر' تم پسند نہیں کرتے تو۔ مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری کیا خدمت کروں؟"

"مجھے عمدہ قسم کے پستول اور کارتوس کی ضرورت ہے۔"

"میں ابھی مہیا کر دوں گی۔ لیکن میرے نواز۔ اپنی حفاظت کرنا۔ کاش تم مجھے اس کا موقع دیتے۔"

"اگر ضرورت ہوتی' تو تمہارے علاوہ اور کسے تکلیف دیتا۔ مادام ریفا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہے نواز۔ اب تم بھی اپنے لہجے میں سے نفرت کا عنصر نکال دو۔"

"اگر اب بھی تمہیں ایسی کوئی بات محسوس ہوئی تو میں معذرت خواہ ہوں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "تھینک یو نواز۔ کاش میں اپنے جذبات کا اظہار کر سکتی۔ کاش میں تمہیں بتا سکتی کہ اب' میرے اندر کتنے زخم ہیں۔ میں جل کر سیاہ ہو چکی ہوں۔ اب تو دھواں بھی نہیں نکلتا۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔

"تم اتنی بری عورت نہیں ہو ریفا۔ میرا خیال ہے ان لوگوں نے تمہارے ذہن کو بھٹکا دیا ہے جو دن رات تمہاری خوشامد کرتے رہتے ہوں گے۔"

"شاید۔ تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔" وہ زخمی آواز میں بولی۔ "اچھا۔ اب مجھے اجازت دو۔"

"پستول؟"

"کیا ابھی مل سکتا ہے؟"

"ہاں' ہاں۔ اسی وقت۔ میں ابھی لائی۔" وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ مغرور عورت کا غرور پاش پاش ہو گیا تھا۔ نہ بھی ہوتا تو مجھے اس کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن پھر اس کا دل توڑنے کا گناہ کیوں مول لیا جائے' دیکھا جائے گا مادام ریفا۔ ممکن ہے میرے سینے میں کچھ سوراخ بن جائیں اور تم کف افسوس ملتی رہ جاؤ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ۔ کہ سوبیتا کی جڑیں اکھڑ جائیں اور میں زندہ رہوں۔ اگر ایسا ہوا تو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا مادام ریفا! تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ گئی۔ ایک خوبصورت کیس میں ایک فرنچ پستول رکھا ہوا تھا۔ انتہائی نفیس۔ آٹھ فائروں والا۔ میں نے اس کے چیمبر اور نال وغیرہ چیک کیے اور میری آنکھوں میں پسندیدگی کے اثرات ابھر آئے۔

"فرنچ سفارت خانے کے ایک افسر نے یہ ریوالور تحفہ دیا تھا۔ نایاب چیز ہے۔"

"ہاں۔ بہت عمدہ ہے۔"

"یہ اس کے میگزین۔ پورا پیکٹ رکھ لو۔"

"شکریہ۔ تو اجازت مادام ریفا۔"

"نواز۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔

"ہاں۔ میں نے رک کر اسے دیکھا۔

مجھے صرف سی کا کہا کرو۔ تمہارے منہ سے پسند ہے۔

"او کے سی کل۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں دروازے کی طرف بڑھا تھا کہ وہ دوڑتی ہوئی میرے نزدیک آگئی۔ "نواز۔" اس نے عجیب سے بوجھل لہجے میں پکارا اور پھر میں پلٹا۔ اسی وقت اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں اور اس کے پیاسے ہونٹ میرے ہونٹوں سے جڑ گئے۔

کیا یاد کرے گی۔ میں نے دل میں سوچا اور ——— اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے بھینچ لیا۔ بڑا طویل بوسہ تھا۔ طویل عرصے کی محرومیوں کا حاصل۔ بس اس سے زیادہ اس وقت ممکن نہیں تھا۔ میں وہاں سے چل پڑا۔ میرا رخ اپنے ہوٹل کی طرف تھا۔

○ ○ ○

وقت مقررہ پر میں سوبیتا پہنچ گیا۔ سوبیتا کی رونق شباب پر تھی۔ میں بدستور اپنے میک اپ میں تھا۔ اس وقت میں نے یاکی سے بھی کترانا مناسب سمجھا۔ میں پورے کلب کی آوارہ گردی کرتا رہا۔ پھر مجھے رونیشا مل گئی اور میں نے اسے ساتھ لے لیا۔ رونیشا کے ساتھ کلب کے اس حصے کی طرف چل دیا جہاں لوئی کو کا آفس تھا۔ آفس کے نزدیک سے گزرتے ہوئے میں نے اپنے قدموں میں لغزش بھی پیدا کرلی تھی تاکہ کوئی شبہ نہ کرسکے اور نشے میں ڈوبا ہوا ہپی سمجھ کر توجہ نہ دے۔ "کیا لوئی کو اپنے آفس میں موجود ہے؟" میں نے یونہی رواروی میں رونیشا سے پوچھا۔

"ہاں۔ عموماً شام کو وہ موجود ہوتا ہے۔ خاص طور سے ہفتے کی رات کو۔"

"اوہ۔!" میں آگے بڑھ گیا۔ اس کے علاوہ میں نے رونیشا سے اس بارے میں اور کوئی گفتگو نہیں کی۔ تھوڑی دور چل کر میں نے رونیشا کو چھوڑ دیا۔ اور خود داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وقت نزدیک آتا جا رہا تھا۔

ٹھیک دس بجے میں نے جیگروس اور اس کے ساتھ پولیس آفیسر کو دیکھا۔ وہ اسی مخصوص حلیے میں تھا۔ میں نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ اس سلسلے میں کسی احتیاط کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم تینوں ٹہلنے کے انداز میں آگے بڑھ گئے۔ "کیا پوزیشن ہے دوست؟" پولیس آفیسر نے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک۔ بہترین موقع ہے۔ آپ لوگوں نے کیا انتظامات کئے؟"

"پولیس کی بہت بڑی تعداد سادہ لباس میں ایک ایک منٹ کے وقفے سے ایک ایک گز آگے بڑھ رہی ہے۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے وہ ریڈ کریں گے' کیا خیال ہے؟ مناسب وقت ہے؟"

"انتہائی مناسب۔"

"چاروں طرف سے ریڈ ہو گا' ایک بھی آدمی نکل کر نہ جا سکے گا' کیا یہ لوگ مقابلہ کریں گے؟" جیگروس نے پوچھا۔

"امکان نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "کیوں؟"

"لوئی کو مطمئن ہو گا کہ اس کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔"

"اس کی ایسی کی تیسی۔ کل میرا پورا اخبار ان خبروں سے بھرا پڑا ہو گا۔ اگر حکام نے کوئی توجہ نہ دی تو

میں ایسا زہر اگلوں گا کہ وینس کے عوام کے دماغ درست کر دیں گے۔"

"بہت بڑا رسک ہے مسٹر جیگروس۔" میں نے کہا۔

"یار۔ اخبار بند ہو جائے گا۔ ملازمت چلی جائے گی۔ کچھ اور کرلیں گے۔ ایک ثواب کا کام تو کرلیں۔"

"میں بھی انہیں معاملات کے لئے تیار ہوں۔" پولیس آفیسر نے کہا اور ہم آوارہ گردی کرتے رہے۔ پھر پولیس آفیسر نے کہا۔ "اچھا یارو! میں سگنل دینے جا رہا ہوں۔ ممکن ہے کافی دیر تک ملاقات نہ ہوسکے۔" اور پولیس آفیسر چلا گیا!

"اب کیا پروگرام ہے مسٹر جیگروس؟" میں نے پوچھا۔

"پولیس کے ساتھ میری ٹیم بھی ہے۔ میں کورس ہال کی تصاویر بناؤں گا۔ تم چاہو تو تماشا دیکھو۔"

"ضرور تم جاؤ۔ میں تم سے آملوں گا۔" میں نے کہا۔ اور اس طرح میں نے جیگروس سے بھی نجات حاصل کرلی اور پھر میں اپنے مشن پر چل پڑا۔ میں نے ایک باتھ روم میں جا کر جیب سے پستول نکالا اور میگزین کا پیکٹ کھول کر چیمبر بھر لیا۔ اس کے بعد باتھ روم سے نکلا۔ اور کسی بہت زیادہ نشے میں ڈوبے ہوئے شخص کے انداز میں لوئی کو کے دفتر کی طرف چل پڑا! بدمست انسان کو کون روکتا۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی' کسی کو میرے خطرناک ارادے کا علم نہیں تھا۔ میں لوئی کو کے دفتر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ باہر ایک شخص موجود تھا!

"مسٹر لوئی کو ہیں؟" میں نے لڑکھڑاتی آواز میں پوچھا۔

"ہاں۔ کیا کام ہے؟"

"میں انہیں کچھ اطلاعات دینا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم نشے میں ہو۔"

"اس کے باوجود۔" میں نے کہا اور اس نے شانے ہلا دیئے۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔" اور میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر ایک خوبصورت ریوالونگ چیئر پر پستہ قد لوئی کو بیٹھا ایک فائل دیکھ رہا تھا۔ اس کے نزدیک ایک اور جاپانی موجود تھا۔ دونوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"مسٹر لوئی کو۔" میں نے دونوں کو سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"کیا بات ہے مسٹر؟" لوئی کو نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"میں ایک مستقبل شناس ہوں۔ آسمان سے براہ راست ضروری اطلاعات میرے ذہن میں اترتی ہیں۔ اگر میں تمہیں یہ اطلاع دوں۔ کہ صرف چند لمحات' صرف چند ساعت۔ اور اس کے بعد سوبیتا پر تباہی نازل ہو جائے گی سب کچھ الٹ پلٹ ہو جائے گا۔ اور تم دونوں مارے جاؤ گے' تو کیا تم میری بات پر یقین کرلو گے؟"

"ضرور کرلیں گے مسٹر۔" لوئی کو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ اکثر مستقبل شناس یہاں گھس آئے ہیں' اور بڑی بڑی دل ہلا دینے والی اطلاعات دیتے ہیں۔ ان کی اطلاعات نوٹ کرنا ہمارا فرض ہے۔ آپ

کی اطلاع بھی نوٹ کرلی گئی ہے۔"

"تمہارا خیال ہے میں نشے میں بکواس کر رہا ہوں۔ ہرگز نہیں مسٹر لوئی کو۔ میں تو وقت کا تعین بھی کر سکتا ہوں۔ دیکھو۔ دیوار گیر گھڑی کی سوئیاں کونسے ہندسے پر ہیں۔ آہ۔ صرف پچاس سیکنڈ' اگر میری پیشگوئی پچاس سیکنڈ میں پوری ہو جائے تو تم مجھے کیا دو گے؟"

"ایک پونڈ چرس۔" لوئی کو نے اس انداز میں کہا۔ جیسے ایک پونڈ کا نام سن کر میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔

"ٹھیک ہے' مجھے منظور ہے۔" میں نے دیوار گیر گھڑی پر نظریں گاڑ دیں۔ لوئی کو گردن جھٹک کر پھر فائل پر جھک گیا۔ اور پچاسواں سیکنڈ پورا ہوا تو درحقیقت سوبیتا میں طوفان آگیا۔ پولیس چاروں طرف سے فائرنگ کرتی ہوئی اندر گھس آئی تھی۔ لوگوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے ہوائی فائر ہی کئے جا رہے تھے۔

"ارے۔" لوئی کو اچھل پڑا۔ اس کا ساتھی بھی کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا تھا! "یہ کیا ہوا چیف؟"

"پتہ نہیں۔" لوئی نے تعجب سے کہا اور پھر دونوں ہی چونک کر میری طرف دیکھنے لگے۔ لیکن میرے ہاتھ میں سی کاریفا کا تحفہ موجود تھا جس پر میں نے پہلے ہی سائیلنسر چڑھا لیا تھا۔

اور وہ دونوں ٹھٹک گئے!

"ایک پونڈ چرس مسٹر لوئی کو۔ تم ہار گئے ہو۔"

"اوہ۔ چرس ہاں۔ مگر۔ یہ سب کیا ہے۔؟" لوئی کو نے ایک طرف کھسکتے ہوئے کہا۔ "تباہی' موت۔ اس طرح۔" میں نے اطمینان سے فائر کر دیا۔ لوئی کو کا منہ کھلا۔ دونوں ہاتھ اٹھے۔ اور دوسری گولی اس کی پیشانی پر پڑی۔ اس کے ساتھی نے چھلانگ لگا کر مجھ پر آنے کی کوشش کی لیکن میں نے تیسرا فائر اس پر کر دیا۔ اور وہ الٹی قلابازی کھا گیا۔ اور پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ لوئی کو دو تین بار ہاتھ پاؤں پٹخنے کے بعد سرد ہو گیا تھا۔ اب میری یہاں ضرورت نہیں تھی۔ دوسرے لمحے میں لوئی کو کے کمرے سے نکل آیا۔ اور اب مجھے دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر باہر نکلنا تھا۔ اگر میک اپ اتار دیتا تو دوسرے لوگوں کے ساتھ پکڑا جاتا اس لئے فی الحال جیگروس وغیرہ کا سہارا ضروری تھا۔ کافی دور آنے کے بعد میں نے پستول سے انگلیوں کے نشانات صاف کرنے کے بعد اسے پھینک دیا۔ کارتوسوں کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ ان چیزوں سے فراغت پا کر میں سوبیتا کے ایک حصے میں کھڑا ہو گیا۔ بڑا دلچسپ ہیں ہو رہا تھا۔ ایک آدھ جگہ بڑے دلچسپ واقعات بھی پیش آئے۔ ایک واقعہ خود اس جگہ پیش آیا جہاں میں موجود تھا۔ ایک برہنہ شخص' جس کے چہرے پر نقاب لگی ہوئی تھی' دوڑ رہا تھا اور اس کے پیچھے پولیس کے دو جوان تھے!

بالآخر جوانوں نے اسے پکڑ لیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" پکڑے جانے والا غرایا۔ اور پولیس والے ہنس پڑے۔

"سنو بھئی۔ یہ بدتمیزی ہے۔" ایک نے دوسرے سے سوال کیا۔

"تم نہیں جانتے۔ میں کون ہوں۔" وہ آدمی ہکلایا۔

[illegible] نقاب کھینچ لی۔

"پہچانتے ہو مجھے" وہ ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"ہاں جی پہچانتے ہیں۔"

"جانتے ہو میں تمہارا کیا حشر کروں گا؟"

پولیس والے بھی مسخرے تھے۔ انہوں نے پیچھے ہٹ کر اسے سلوٹ کیا۔

"بھاگ جاؤ۔" وہ ایک طرف مڑا اور پولیس والوں نے لپک کر اس کی گردن پکڑ لی۔ "حشر تو خراب ہونا ہی ہے جی۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟" اور ——— پولیس والے اسے گھسیٹتے ہوئے ایک طرف لے گئے۔ مجھے ہنسی آگئی تھی۔ دو تین پولیس والوں نے مجھے بھی پکڑ لیا تھا لیکن میرے پاس پولیس کا نشان موجود تھا بالآخر میں پولیس کے نشان کے سہارے آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھتا رہا۔ اس نشان نے بڑی مدد کی اور پولیس ہی کی ایک گاڑی نے خصوصی طور پر مجھے ایک علاقے میں اتار دیا۔ یہاں سب سے پہلے میں نے میک اپ صاف کیا تھا۔ اور پھر سی کاریفا کے مکان کی طرف چل پڑا۔ کافی رات گزر گئی تھی۔ میرا حلیہ بھی عجب سا ہو رہا تھا۔ بہرحال میں ریفا کے مکان پر پہنچ گیا۔ سی کاریفا یقیناً اپنے قدیم بیڈ روم میں ہو گی اس وقت لوگوں کو جگانا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ نہ جانے ذہن میں کیا آئی تھی۔ میں عقبی چہار دیواری پھلانگ کر اندر داخل ہو گیا۔

عمارت سنسان تھی۔ ملازم بھی سونے چلے گئے ہوں گے۔ میں اطمینان سے عمارت میں داخل ہو گیا۔ اور پھر سی کاریفا کے بیڈ روم میں داخل ہونے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ کیونکہ اس کا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ سی کا ایک مسہری پر بے سدھ پڑی تھی۔ اس کے جسم پر باریک سا سلیپنگ سوٹ تھا۔ گہرے فالسئی سلیپنگ سوٹ سے اس کا گلابی بدن نمایاں تھا۔ گلابی رنگ کی ہلکی روشنی نے اس کے چہرے کو بھی گلاب بنا دیا تھا۔ میں نے بغور اسکا جائزہ لیا۔ پکی عمر کی یہ عورت خاصی دلکش تھی۔ جس وقت وہ غرور میں ڈوبی ہوئی تھی' میں نے اس کے جسمانی حسن پر کوئی توجہ نہیں دی تھی' لیکن فرصت کے ان لمحات میں دیکھا تو خاصی دلکش نظر آئی!

کئی منٹ تک میں حسن خوابیدہ کو گھورتا رہا۔ اور پھر ایک طویل سانس لے کر اس وقت کی پچویشن پر غور کرنے لگا۔ اونہہ۔ خیالات میں الجھنے سے کیا فائدہ! میں باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر میں نے منہ ہاتھ دھویا۔ لباس فی الحال یہی استعمال کرنا تھا۔ اس کا کوئی اور انتظام ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے صرف نچلے لباس پر اکتفا کی۔

اور اس کے بعد میں اطمینان سے سی کاریفا کے بستر میں گھس گیا۔ عمر کے ساتھ سی کاریفا کی نیند بھی زیادہ گہری نہیں تھی۔ وہ جاگ گئی۔ نیند میں تھی اس لئے اچھل پڑی۔ شاید میرا چہرہ اسے صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس کے بازو پکڑ کر اسے سینے پر کھینچ لیا۔

خاصا دن چڑھ چکا تھا جب آنکھ کھلی۔ سی کاریفا ابھی تک مجھ سے لپٹی ہوئی گہری نیند سو رہی تھی۔ میری نظر بیڈ روم کے دروازے پر پڑی۔ دروازہ بدستور کھلا ہوا تھا۔ اوہ۔ ملازم آئے ہوں گے۔ سی کاریفا کے دیر معلوم کرنے اور پھر۔ اندر کا منظر دیکھ کر واپس چلے گئے ہوں گے۔ ممکن ہے [illegible]

کے عادی ہوں' ممکن ہے انہیں اس پر کوئی حیرت نہ ہوتی ہو۔ بہرحال سب لوگوں کو میری حیثیت معلوم ہو گئی۔ اونہہ! اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

میں نے آہستہ سے سی کاریفا کے ہاتھ اپنے بدن سے جدا کئے اور اس نے کروٹ بدل لی۔ میں مسہری سے اتر آیا۔ اور میں نے ایک چادر اس کے گلابی بدن پر ڈال دی۔ جس کی اس وقت کوئی قیمت نہ رہ گئی تھی۔

پھر جب میں باتھ روم سے نکلا' تو ریفا چادر بدن سے لپیٹے' پاؤں لٹکائے بیٹھی باتھ روم کی طرف گھور رہی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے۔ مجھے دیکھ کر اس کے تاثرات میں تبدیلی ہوئی اور پھر وہ ایک دم اٹھ کر میری طرف لپکی۔ "تو یہ۔ تو یہ سب کچھ خواب نہیں تھا۔ آہ ——— یہ سب کچھ خواب نہیں تھا۔"

"کیا تم اسے خواب سمجھ رہی تھیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جاگنے کے بعد' جب تمہیں نہ پایا ——— تو ——— تو دل کی حالت کیا ہوئی۔ میں الفاظ میں نہ کہہ سکوں گی۔ میں نے خود کو تسلی دی۔ خواب ایسے تو نہیں ہوتے۔ بدن میں ٹوٹتی انگڑائیاں۔ ایک ایک انگ سے پھوٹتی ہوئی مست کن کیفیت' مجھے بھروسہ دلا رہی تھی۔ لیکن آنکھوں کے سامنے تم نہیں تھے۔ کیسی امید و بیم کی کیفیت تھی نواز۔ کیا بتاؤں۔ پھر حواس جاگے۔ باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز سنائی دی۔ اور میں نے سوچا میرے باتھ روم میں کون ہو سکتا ہے تمہارے سوا۔ اگر تم باہر نہ آتے نواز۔ تو۔ میں اندر آ جاتی۔"

"چلو۔ بھوک لگ رہی ہے۔ غسل کر لو۔ میرا خیال ہے ملازم ہمیں دیکھ چکے ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہاں میری حکومت ہے کس کی پرواہ!" سی کاریفا نے میرا رخسار چومتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے کے کمرے میں تھے۔ اور اب سی کاریفا کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ وہ ایک ایک چیز سے میری مدارت کر رہی تھی' لیکن اعتدال سے! اور پھر اس نے چونک کر کہا۔

"لیکن ——— تم رات کو کس وقت آئے تھے نواز ———؟"

"شکر ہے۔ تمہیں ہوش تو آیا؟"

"تم نے حواس قائم ہی کہاں رہنے دیئے۔ ایسے اچانک آئے۔ ایسے انوکھے انداز میں' ایسے دلکش انداز میں' میری تمنا میری جھولی میں ڈال دی کہ میں دنیا ہی کو بھول گئی۔ کیا یاد رہتا۔ لیکن تم کس وقت آئے؟"

"آدھی رات گئے۔"

"میں کیسے یاد آ گئی؟"

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا ———!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کک' کیا مطلب؟" اس کا ہاتھ رک گیا۔

"ناشتہ کرتی رہو۔ تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی کہ سوبیتا کی بنیادیں اکھڑ گئی ہیں۔"

"نواز ———" وہ مسرت سے چیخ پڑی۔ "کیا۔ کیا یہ درست ہے؟"

"میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"لیکن۔ کب؟ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟" وہ ناشتہ بھول گئی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا۔ نہ جانے کیوں تم یقین نہیں کر رہی تھیں' حالانکہ یقین نہ کرنے کی کوئی بات نہیں تھی۔"

"لیکن نواز۔ پلیز۔ مجھے بتاؤ تو سہی۔ کیا ہوا!؟"

"اخبارات منگواتی ہو؟"

"ہاں۔ سب آتے ہیں۔"

"تو پھر ملازم کو بلا کر اخبارات منگواؤ۔" اور سی کا نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس نے ناشتے کی پرواہ نہیں کی تھی۔ اور پھر اسے واپس آنے میں کافی دیر لگی۔ اس کے ہاتھ میں جیگروس کے اخبار کے علاوہ دوسرے اخبارات بھی تھے اور اس کا چہرہ مسرت سے انگارہ ہو رہا تھا۔ اس نے اندر آتے ہی مجھے کرسی سے کھینچ لیا۔ اور ڈرائنگ روم کے فرش پر رقص کرنے لگی۔

"اوہو۔ رکو۔ رکو تو سہی۔"

"ہرگز نہیں۔ دل چاہ رہا ہے' وینس کی سڑکوں پر تمہارے ساتھ ناچتی پھروں۔" غلام سیٹھ نے کیا غلط کہا تھا۔ مگر نواز۔ میری جان یہ سب کیسے ہوا؟ افوہ۔ تم نے تو وینس کو ہلا کر رکھ دیا۔ میں بے وقوف ہوں۔ گدھی ہوں نواز۔ میں نے تمہیں صرف منشیات کا ایک معمولی اسمگلر سمجھا تھا۔ تم اندر سے کیا ہو۔ میری آنکھیں نہیں پہچان سکی تھیں۔"

وہ مجھے گھسیٹ کر رقص کرنے لگی۔

"بس بھئی۔ اخبارات تو دیکھنے دو۔" میں نے اس کے ہاتھ سے اخبار گھسیٹتے ہوئے کہا۔ "چائے بناؤ میرے لئے!" اور وہ چائے بنانے لگی۔ چائے پیتے ہوئے ہم اخبارات پر جھک گئے۔

تمام اخبارات نے سوبیتا کے بارے میں خبریں اور تصویریں لگائی تھیں۔ لیکن جیگروس نے تو ہلچل مچا دی تھی۔ اس کے اخبار نے خصوصی صفحات شائع کئے تھے۔ پورا اخبار تصاویر سے بھرا پڑا تھا۔ ان میں ملک کے بڑے بڑے لوگوں کی تصویریں تھیں۔ سوبیتا کے کورس ہال کی عریاں تصویریں تھیں۔ درحقیقت جیگروس بے حد پرجوش انسان تھا۔ اس نے انسانیت کی اس تذلیل کے خلاف اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا۔ ظاہر ہے ان تصاویر اور اس تفصیل کے بعد اس نے اپنے اتنے دشمن پیدا کر لئے تھے کہ ملازمت تو دور کی چیز ہے' خود اس کی زندگی شدید خطرے سے دوچار ہو گئی تھی۔ اس کے بعد میں نے لوئی کو اور اس کے ایک ساتھی کی موت کے بارے میں پڑھا۔ پولیس اس سلسلے میں کافی پریشان تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ پولیس کی چلائی ہوئی گولیوں سے سوبیتا کا کوئی شخص زخمی بھی نہیں ہوا تھا۔ پولیس نے ہوائی فائر کئے تھے۔ میرے تذکرے کو محفوظ رکھا گیا تھا۔ بہرحال مجھے اس کی پرواہ بھی کیا ہو سکتی تھی۔ "نواز۔ ڈیئر۔ مجھے بتا دو۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ میرے خدا۔ تم نے کس اعتماد سے کہا تھا کہ یہ سوبیتا کی آخری رات ہے۔ میں

سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنے بڑے آرگنائزیشن کو تم اس طرح ملیامیٹ کر دو گے؟"

"میں نے اسی کے لئے پروگرام بنایا تھا سی کا۔ اور میں اس میں کامیاب رہا۔ تمہارا خیال تھا کہ لوئی کو پولیس کے ہاتھوں کے بعد صاف بچ جائے گی۔ اس لئے تمہارے دیئے ہوئے پستول سے میں نے اسے ہمیشہ کے لئے چھٹی دے دی۔

"اوہ۔ اوہ۔" سی کا نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"کیوں۔ خوفزدہ ہو گئیں؟"

"نہیں۔"

"سوچ رہی ہو گی کہ پولیس کو بہرحال میری تلاش ہو گی۔ اور ممکن ہے وہ کچھ معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

"نہیں نواز۔ پولیس۔ تمہاری سی کا بھی کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ پولیس تمہارا بال بیکا بھی نہیں کر سکے گی۔"

"پھر؟"

میں سوچ رہی تھی کہ تم یہ بھی کر سکتے ہو۔ تم کس قدر نڈر ہو۔ کس قدر دلیر ہو۔ کس قدر ذہین ہو۔"

"اب کیا پروگرام ہے نواز؟"

"بس یہاں سے چھٹی۔ ہاں آرگنائزیشن کے لئے اور کوئی پرابلم ہو تو بتاؤ۔"

ابھی تو اس کے نتائج دیکھنا ہیں۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں ہوا ہے نواز۔ خود ہمیں بھی چند روز احتیاط کرنا پڑے گی۔ حکومت ہل گئی ہو گی۔ چند روز کافی سختی رہے گی۔ اس کے بعد پھر کاروبار جم جائے گا۔ ہاں میں تمہیں ایک بات کا یقین دلاتی ہوں کہ وینس میں اب ہمارے علاوہ کسی کا کاروبار نہیں جم سکے گا۔ سوبیتا سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔"

"اچھی بات ہے۔"

"اب تو اپنا وعدہ پورا کرو گے نواز؟"

"کونسا وعدہ ہنی؟"

"کچھ وقت وینس میں میرے ساتھ گزارو گے۔"

"ہاں ـــــ!" میں نے گردن ہلا دی۔ چند منٹ کے بعد لیزینا نے باہر سے آنے کی اجازت مانگی۔

"آجاؤ۔" سی کا کے لہجے میں بڑی نرمی تھی۔

"مسٹر گریفتھ نے فون کیا ہے مادام۔ کیا آپ نے سوبیتا کی کہانی"

"ہاں۔ میں نے اخبارات میں پڑھ لی ہے۔ کیا گریفتھ مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"جی ہاں۔ وہ ہولڈ کئے ہوئے ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس سے بات کر لوں۔" سی کا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ لیزینا نے بھی اس کے ساتھ جانے کی کوشش کی لیکن سی کا نے اسے روک دیا۔ تم رکو لیزینا۔ مسٹر نواز تنہا رہ جائیں گے۔"

"یس مادام۔ لیزینا نے چھت کی طرف گھورتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ سی کا باہر نکل گئی تو اس نے دبے قدموں دروازے تک جا کر باہر جھانکا اور پھر میرے پاس آ گئی۔

"کیا آپ سورج مغرب سے نکال سکتے ہیں مسٹر نواز؟"

"کیوں؟"

"میرا خیال ہے آپ نے یہ کام کر دکھایا ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"کل شام کیا تھا؟"

"کچھ نہیں۔ اس نے اپنا قول توڑ دیا۔ میں نے اس سے دشمنی چھوڑ دی۔"

"میرا خیال ہے آپ کا یہ کارنامہ بھی فال آف سوبیتا سے کسی طرح کم نہیں ہے۔"

"فال آف سوبیتا کے بارے میں تمہیں کیا معلوم ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"نواز۔ میں بھی آرگنائزیشن میں ایک حیثیت رکھتی ہوں۔" لیزینا نے کہا۔ "تمہاری مصروفیات میرے علم میں تھیں۔ ـــــ سی کا نے ممکن ہے تمہیں نہ سمجھا ہو، لیکن جو شخص سی کا کو جھکا سکتا ہے، وہ سوبیتا کے پرخچے اڑانے کی حیثیت رکھتا ہے۔"

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"پھر سی کا آ گئی۔ اس نے جھٹکے سے بال ایک طرف کرتے ہوئے کہا۔ "گریفتھ بے چین تھا کہ غلام سیٹھ کو تمہارے کارنامے کی اطلاع دے دی جائے۔"

"اوہ۔ پھر تم نے کیا کہا اسے؟"

"منع کر دیا۔ ابھی اس قسم کے کسی کام کی ضرورت نہیں ہے نواز۔ کیا خیال ہے۔ کیا تمہارے خیال میں یہ مناسب تھا؟"

"ہرگز نہیں۔ تم نے اچھا کیا۔"

اس کے بعد میں نے سی کا کے مکان میں رہائش اختیار کر لی۔ درحقیقت بڑی لے دے ہوئی تھی۔ حکومت کی مشینری ہل گئی تھی۔ بہت سے لوگوں کو منہ چھپا کر روپوش ہو جانا پڑا تھا۔ بہت سے لوگوں نے اپنی ملازمت سے استعفے دے دیئے تھے۔ اخبارات میں آج کل سوبیتا کی خبروں کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔ لیکن حکومت نے نہایت فراخ دلی کا ثبوت دیا تھا۔ جیگروس کا اخبار بدستور چل رہا تھا۔ حکومت نے اس کے لئے اسپیشل گرانٹ دی تھی۔ پولیس آفیسر کا عہدہ بڑھا دیا گیا تھا۔ بہرحال مجھے اس سے کیا سروکار۔ سیکا تھی اور وینس کے خوبصورت مقامات۔ رات کی تنہائیاں 'گرم بستر' سیکا کی حسین آغوش' اور کیا چاہئے تھا۔

سردارے سے بھی ملاقات ہو جاتی تھی۔ اخبارات میں کسی پراسرار اجنبی کے تذکرے پر سردارے نے میری طرف شک آلود نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"یار سچ بولیں کتے توں ایں تے او اجنبی نئیں ایں؟"

"لو نئیں یار ساڈا اودے نال کی واسطہ۔"

لیکن ایک دن بھرم کھل گیا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ سردارے کو بھی اپنے ساتھ ہی شامل کر لوں' اچھا آدمی تھا' میرا ہم وطن تھا۔ وطن سے کتنا ہی دور تھا' کتنا ہی اجنبی تھا' لیکن دریائے جہلم کی سوندھی سوندھی مٹی کی خوشبو آج بھی مجھے اتنا ہی متاثر کرتی تھی۔ سردارے کے بدن میں میرے وطن کی خوشبو تھی۔ مجھے اپنا وطن مقدس عزیز تھا۔ لیکن میرا دل ناپاک تھا جس میں اس کی محبت پوشیدہ تھی' میری زبان گندی تھی جس سے میں اپنے آپ کو اپنے وطن سے منسلک نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہاں میرا پاک وطن' اور کہاں میرا ناپاک وجود۔۔۔۔۔۔!

سردارے میرے پاس آیا تھا۔ اور میرے سامنے خاموش بیٹھا تھا۔ "کیا سوچ رہے ہو سردارے؟" میں نے پیار سے اس سے پوچھا۔

"یار۔ نواز۔ تو مینوں پاگل سمجھتا ایں؟"

"کیوں؟ نہیں تو۔"

"تو پھر خود ہی سوچ یار' کہ میں تیرے بارے میں کیا سوچوں؟"

"بات کیا ہوئی سردارے؟"

"یار۔ تو مجھے قمار خانے میں ملا۔ پھر تو نے میری دعوت کی اور بھائی وکھائی۔ میں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ مگر پھر تو سوبیتا میں ملا' اور تیری شکل بدلی ہوئی تھی۔ اپنے وطن کا ہے اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ تو یہاں کی پولیس کا آدمی ہے۔ مجھے بتا سکتا ہے کہ تو سوبیتا میں کیا کر رہا تھا۔ یہ یاد رکھنا کہ پولیس آج بھی اس اجنبی کی تلاش میں ہے جس نے اس کی مدد کی تھی۔"

"آگے بول سردارے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"اب آگے کیا بولوں یار۔ اب تیرے ساتھ دوسری بھابی ہے۔ دوسری کوٹھی ہے۔ یہ سب کیا ہے؟"

"تیرا کیا خیال ہے سردارے؟"

"ناراض تو نہیں ہو جائے گا نواز؟" سردارے نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"او نئیں یار۔ تو تو میری جان ہے۔"

"تیری محبت ہے نواز مگر یار سردارے کو معاف کر دینا۔ مجھے شبہ ہے کہ تیرا کاروبار بھی گڑبڑ ہے۔"

"اگر ہو سردارے تو؟" میں نے معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تو پھر کیا ہے۔ اپنے سردارے کو تو بتا دے۔"

"ٹھیک ہے سردارے؟ تیرا خیال درست ہے۔" میں نے تسلیم کر لیا۔

"او جیو۔ او جیو یار۔ مگر تو مجھ سے بہت اونچا ہے۔ میں تو تیرے جوتوں کی خاک بھی نہیں ہوں۔"

"اب بول سردارے۔"

"کیا بولوں؟"

"میرے ساتھ کام کرے گا؟"

"تیرا نوکر ہوں یار۔ بس ایک بات سن لے۔ تیرے پسینے پر اپنا خون گراؤں گا' پنجاب کی قسم

...ایک وفادار دوست ثابت ہو گا۔"

...سردارے بس۔ میرا دل بھر آیا' میں آنکھوں میں آجانے والے آنسوؤں کو نہ روک سکا۔ "اس ...کچھ نہ کہنا سردارے۔ بس اس سے آگے کچھ نہ کہنا۔ کیسی قسم کھالی تو نے سردارے۔" میرے دل ...بھر آیا۔

...کے بعد کئی منٹ تک خاموشی طاری رہی۔ پھر میں نے گلا صاف کر کے کہا۔ "ان میں کوئی تیری ...ہے سردارے۔ سب سالی چلتی پھرتی ہیں۔ کاروباری شریک سمجھ لے۔"

...جیو راجہ اندر۔ عیش کرو پیارے۔" سردار بھونڈے انداز میں ہنستا ہوا بولا۔ "میں کوئی اچھا انسان ...ہوں سردارے۔ میں اس وقت اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاؤں گا۔ تو اپنے ہوٹل میں رہ۔ عیش کر۔ رقم ...ات کر۔ اسکے بعد کوئی پروگرام بنائیں گے۔"

...میں قدم قدم پر تیرے ساتھ ہوں۔ میری نوکری پکی؟"

"بالکل!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں نے نوٹوں کی ایک گڈی اس کی طرف اچھال دی' جسے ...نے دونوں ہاتھوں میں لپک لیا۔ اور پھر اطمینان سے جیب میں رکھ لیا۔

"...کام کب سے شروع ہو گا؟"

"...کوئی کام نہیں ہے۔ بس تنخواہ لیے جا۔ ہاں تیرے پاس۔۔۔۔۔۔ انٹرنیشنل پاسپورٹ ہے؟"

"...ہاں۔ ہاں۔ موجود ہے۔"

"...بس ٹھیک ہے۔ وہ مجھے پہنچا دینا۔ عمدہ قسم کے دو چار لباس سلوا لینا۔ نہ جانے کس وقت ضرورت پڑ ...جائے۔"

"...جیسا کہہ رہے ہو کروں گا نواز۔ اجازت؟"

"...ٹھیک ہے۔ جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں سردارے ...کے بارے میں سوچنے لگا۔ اسے اپنے ساتھ ہی رکھوں گا۔ وہ تنہا ہے۔ میں بھی تنہا تھا۔ مل جل کر گزارہ کر ...لے۔ زندہ دل انسان ہے۔ غلام سیٹھ سے ملاقات ہو گئی تو اس سے اجازت بھی لے لی جائے گی' ورنہ ...میری بھی حیثیت اس قدر تھی کہ میں اپنی مرضی سے کسی کو ساتھ رکھ سکتا تھا۔

...ورنہ یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے؟

...ابھی کچھ سوچ نہیں پایا تھا کہ سی کا آگئی۔ "ہیلو نواز؟" اس نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ "ہیلو سی کا۔"

"...سوری ڈارلنگ۔ مجھے کچھ دیر ہو گئی۔ مسٹر سردار علی چلے گئے؟"

"...ہاں"

"...کیا سوچ رہے ہیں آپ؟"

"...کوئی خاص بات نہیں سیکا۔ بس یہی کہ وینس میں قیام طویل ہو گیا ہے۔"

"...گئے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"مجھ سے؟"

"اوہ۔ نہیں سی کا۔ نئی عورت بننے کے بعد تم بے حد پُرکشش ہو گئی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں نواز۔ تم نے میری زندگی' بلکہ میرے ذہن میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ سوچتی ہوں تمہارے چلے جانے کے بعد اس بدلی ہوئی شخصیت سے تعاون کر سکوں گی یا نہیں۔"

"اگر اپنی شخصیت کو اپنے لئے منفعت بخش پاؤ تو اسے برقرار رکھنا ورنہ چند روزہ طلسم ٹوٹنے پر دقت نہ ہوگی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا اور سی کا نے گردن جھکالی۔ چند ساعت خاموشی رہی۔ پھر اس نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "غلام سیٹھ کا پیغام ملا ہے؟"

"اوہ۔ کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"سوبیتا کی تفصیلات اسے معلوم ہو چکی ہیں۔"

"خوب۔ کیا اطلاع دی گئی تھی؟"

"پوری دنیا کے اخبارات میں تفصیلات چھپی ہیں اور پھر ظاہر ہے غلام سیٹھ اس قسم کے معاملات سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ اس نے بڑے وثوق سے کہا ہے کہ یقیناً وہ اجنبی تم ہی ہو گے۔ بہرحال غلام سیٹھ نے تم سے تمہارا پروگرام پوچھا ہے اور لکھا ہے کہ اگر تمہارا کوئی پروگرام نہ ہو تو پھر اس کے کہنے پر عمل کرو۔"

"اوہ۔ کیا ہدایت ہے غلام سیٹھ کی؟"

"سوئٹزرلینڈ۔ تمہاری دوسری منزل سوئٹزرلینڈ ہوگی۔"

"اوہ۔ کب روانہ ہونے کے لئے کہا ہے؟"

"یہ کچھ نہیں کہا۔ اس کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔"

"ہوں۔"

"ہاں۔ بس ایک بات کہی ہے۔"

"کیا؟" میں نے توجہ سے پوچھا۔

"غلام سیٹھ نے کہا ہے کہ سوئٹزرلینڈ کے راستے کو پوری توجہ سے طے کیا جائے۔ درمیان کی معلومات درکار ہیں۔"

"ہوں!" میں نے گردن ہلا دی۔ "کوئی مال نہیں لے جانا؟"

"نہیں اس بارے میں ہدایت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اور کچھ؟"

"نہیں۔ بس۔"

"تو مجھے روانگی کی تیاریاں کرنی ہیں مادام سیکا۔"

"ہاں۔ میرے لائق جو خدمت ہو بتا دو۔ سیکا نے اداسی سے کہا۔

"شکریہ مس سی کا۔ ویسے درحقیقت آپ کے ساتھ بہت عمدہ وقت گزرا۔ میرا خیال ہے عرصے تک تمہیں نہ بھول سکوں گا۔"

"اور میں شاید کبھی نہیں۔ اتنا تو سمجھتے ہو گے نواز۔"

"بھول جانا ہی زندگی ہے سی کا۔"

"عام باتیں بھولی جا سکتی ہیں۔ عام لوگوں کو بھولا جا سکتا ہے۔ لیکن بعض لوگ زندگی میں ایسا رنگ رچاتے ہیں کہ ان کا بھولنا ناممکن ہوتا ہے۔" سی کا نے اداسی سے کہا۔ میں اس کی بات کا کیا جواب دیتا۔ یہ باتیں تو سینکڑوں مرتبہ میرے سامنے دہرائی جا چکی تھیں۔ بہرحال ایسی ہی کچھ فضول باتوں کے بعد سی کا خاموش ہو گئی۔ میں نے اس سے اجازت طلب کی اور باہر نکل آیا۔ اب میرے ذہن پر سفر سوار تھا۔ باقی باتوں کے بارے میں' میں کچھ نہیں سوچ رہا تھا۔ واقعات تو زندگی سے منسلک ہوتے ہیں۔ سب کچھ بھول جانے کے لئے ہے۔ سب کچھ!

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!